17647 9-12-07

[illegible] - URDU-E-MUALLA.

[illegible] - Mirza Asad Ullah Khan Ghalib.

[illegible] - National Press (Allahabad).

[illegible] - 1966.

[illegible] - 436.

~~[illegible] - [illegible]~~

~~[illegible]~~

[illegible] - [illegible] - [illegible].

بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

حصہ اول مع حصہ دوم

اردوی معلیٰ

یعنے

کارنامہ فصاحت و سرمایہ بلاغت رقعات اردو نجم الدولہ دبیر الملک

مرزا نوشہ **اسد اللہ خاں** بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب

جو بلحاظ زباں دانی تعلیم اطفال کے لیے ایک دستور العمل ہے

بماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

احقر الانام سید محمد عبد السلام کے اہتمام سے

مطبع فاروقی واقع دہلی میں طبع ہو کر مطبوع طبائع ہوئی

اس مختصر فہرست میں مطبع فاروقی رزاقی مجیدی قیومی انتظامی وغیرہ کی کتب جو درج ہیں تاجروں کو بلحاظ
پختہ کے حساب سے بکفایت دی جاتی ہیں محصول وغیرہ ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا اجزا کی قسموں کو قیمت
نہ تصور فرمالیں ایک ہی دفعہ فرمائش دیکر معاملہ کی صفائی دیکھیے۔ فہرست کلاں عام مفت روانہ کیجائیگی

المشتہر

مولوی سید محمد معظم سید محمد عبد السلام مالک مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران

۷۴

کتب اجزا

نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب
انوار محمدی	۱۴ ورق	انشائے نامی	پکچر	پندنامہ فریدالدین عطار	سے	تفسیر سورۂ یوسف	[illegible]	دافع الاوہام
اندرسبھا کلاں	سہ	ارشاد مرشد مع فیصلہ ہفت مسئلہ	پکچر	بوستان مترجم	سعہ	جواب السامعین	سہ	دیوان لطف
اندرسبھا خورد	پکچر	آداب القرآن	پکچر	باغ و بہار	لعہ	جنگ نامہ [illegible] خان عالی	؏	دیوان صادق
انشائے صفدری	[illegible]	انشائے بہار عجم	؏	گنج	سہ	جنگ نامہ محمد حنیف	لہ	دیوان ضامن
انشائے خلیفہ	صہ	ارشاد فی مسئلۃ [illegible]	پکچر	بہار گلشن حصہ اول	؏	[illegible] بے نظیر	[illegible]	دستور الصبیان
انشائے منیر	لعہ	بہارستان جامی	[illegible]	حصہ دوم	؏	چہار گلزار	صہ	دیوان نویدی
احیاء القلوب	لعہ	بہار جنت	لہ	حصہ سوم	؏	جنگ نامہ حضرت علی رض	سہ	درود تاج
انشائے تمیز	؏	[illegible]	سے	باغ رسول	؏	چھبیلی بھٹیاری	؏	دولہن نامہ
احکام العیدین	للعہ	پارہ ماسہ سندرکلی	پکچر	پندنامہ عطار مترجم	؏	جنگ نامہ کربلا	؏	دستور المبتدی
انشائے جامی	سپے	بکٹ کہانی	۱۲ ورق	بہار دانش فارسی	[illegible]	چوہے نامہ	پکچر	داستان امیر حمزہ
الفاظ عزیزیہ	للعہ	پنچھی نگارین حصہ اول	؏	تنبیہ النسا	؏	جوگی نامہ	پکچر	رسالہ قارورہ
آثار محشر	للعہ	پارہ ماسہ دو باب	؏	تنبیہ الغافلین	سعہ	حاتم طائی	[illegible]	راگ [illegible]
انشائے اردو	؏	پارہ ہفتی	[illegible]	تعلیم عزیزی	؏	[illegible] الاشرار	؏	رقعات عالمگیری
انشائے خرد افروز	؏	پارہ عم مترجم	صہ	تشریح الحروف	پکچر	حزب البحر مترجم	پکچر	رانڈوں کی شادی
انشائے فائق	؏	پارہ عم مع قاعدہ سہ جزء	سے	تیسیر الکلام	پکچر	حروف تہجی مع پندنامہ	للعہ	رقعات امان اللہ حسینی
ایجاد رنگیں	؏	بہار خلد	؏	تحریم النسا	؏	حرز سلیمانی	[illegible]	رقعات نظامیہ
[illegible]	للعہ	پارہ الف لام میم	؏	ترکیب اصل جلد	پکچر	[illegible] الفقہ	؏	راحۃ القلوب
آمد نامہ	پکچر	پارہ سیقول	؏	توشہ عقبیٰ	پکچر	حجۃ الاسلام	پکچر	راہ نجات
انشائے مظہر	پکچر	پارہ تلک الرسل	؏	تعلیم المبتدی حصہ اول	؏	حسن و عشق	؏	رسالہ عقیقہ
الف با فارسی مع قواعد [illegible]	للعہ	پارہ لن تنالو	؏	حصہ دوم	للعہ	حقیقۃ الصلوٰۃ	؏	رفیق السالکین
اعجاز [illegible]	سپے	پارہ والمحصنات	؏	تفسیر سورۂ فاتحہ	للعہ	خدا کی رحمت	سہ	[illegible]
[illegible] الانشا	صہ	پارہ لا یحب اللہ	؏	تحقیق تعلیم انگریزی	۴ ورق	خلاصۃ الفقہ	سہ	[illegible]
اوراد احسانی	سے	پارہ واذا سمعوا	؏	[illegible]	للعہ	خوشحال صبیان	[illegible]	[illegible]
انشائے بہار بے خزاں	سپے	پارہ عم ۲۰ ۲۶	؏	تحفۃ العاشقین	سے	خالق باری	[illegible]	[illegible]
اندر جال	صہ	پارہ عم [illegible]	؏	تجہیز و تکفین	؏	خلاصۃ المسائل	سپے	زیور ایمان
آیات قرآنی	پکچر	بوستان مع فرہنگ	[illegible]	تحفۃ الزوجین	[illegible]	خلاصۃ النکاح	[illegible]	[illegible]
[illegible]	سپے	بچارہ نامہ	پکچر	[illegible]	[illegible]	دیوان [illegible]	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مِن تصنیف شاعر شیریں مقال ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب مرزا اسد اللہ خان غالب مدظلہم

ستایش داور جہاں آفریں آسان نہیں کیونکر بیاں ہو اور نعت حضرت سید المرسلین مشکل ہے زبان کیا میرِ میداں ہو وہ دریائے ذخار ہے یہ محیط ناپیداکنار ہے وہاں ذہن نارسا اور فہم بے سر و پا یہاں عقل معترف بعجز و قصور و خرد ناچار و مجبور۔ پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سوا اس کے مطلب گذارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنوران خرد پیشہ اور خردمندان درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زدِ خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اُردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی اُسلوبی میں اُنھی زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فصحائے عرب و عجم کماحقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں تو اپنی زبان سے زیادہ اسکی تحسین فرمائیں۔ ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد میں کاملان عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی میں سعی فراواں اور کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بالفعل اس زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا

ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدرِ انور بدرجۂ کمال ہے آگے بیمِ زوال ہے خصوصاً
زبانِ اہلِ دہلی کہ **اُردوئے معلّیٰ** بولنا اسکا حصّہ ہے ہر چند کہ بعض حضرات کو اسبات
کا غصّہ ہے مگر جو صاحبِ فہمِ سلیم و ذہنِ مستقیم و طبعِ رسا و مزاجِ انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ
اس امر کو بجان جانتے ہیں معوّج الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں۔ بھلا دہلی کا یہ قدر
کیونکر مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہرِ مینو بہر مسکن و ماوا ہو جسکی طبعِ وقاد نے عقدہائے معانی
کو وا کیا ہے جسکے ذہنِ نقاد نے پست و بلند شاہراہِ سخن کو ہموار و مصفّا کیا ہے۔ فصاحت اگر
لعلِ ناب ہے تو وہ اسکی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہرِ بے بہا ہے تو وہ اسکی آبروی جوہر فزا
ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اسکی شمیمِ روح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اسکی صیقلِ جلوہ نما
ہے۔ اُس کا سینۂ بے کینہ نکاتِ حکمیہ کا گنجینہ + اُس کا قلبِ باصفا اسرارِ علمیہ کا دفینہ۔ شعر و
شاعری کی اُس کی ذات سے رونق بڑھائی ہے۔ اُردو نے اسکی زبان پر گزر کر عزت پائی
ہے جس قدر تعریف کرو بڑھ رہا ہے یہہ جناب **نجم الدولہ دبیر الملک نواب**
اسد اللہ خان صاحب غالب تخلّص کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا
ایک ادنیٰ شمّہ ہے ؎ میرا استاد کہ ہے جسکا سخن عالمگیر ؔ ہے ظہوری کا ظہور
اور نظیری کا نظیر ؔ حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِّ عدن ہے۔ جو بات ہے از رہِ معنی کرامات ہے
یہ نثر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت۔ یہ لفظوں کی محبوبی
یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدّتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہہ
روانیِ مطالب دیکھی نہ سُنی۔ سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی
ڈلیاں ہیں۔ نثر شرہ نثار ہر نظم انجم قرباں۔ حسنِ تقریر پر تحریرِ شعاع سے نثار کرنیکو آفتاب
زرہا ماں۔ گفتارِ شکربار کو جادو کہوں سحر کہوں کیا کہوں حیران ہوں لاحول ولا قوۃ کیا

سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں۔ کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے آگے
ہندوستان میں نہ جادو ہے نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا
اُس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا وصف بیان ہو جسکی صفائی استعارات کی خجلت سے دُرِ شاہوار
پانی پانی جسکی رنگینی فقرات سے جگر خون لعلِ رُمانی۔ نہیں نہیں۔ یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش
نہیں۔ کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب انکی تعبیر میں نایاب ہے اور یہ
قیامت تک یکساں۔ تہیدستانِ سرمایۂ سخن کو فیضرسانِ عبارتِ متین کی کیفیت دیکھکر جامی تو
کیا فلاطونِ خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُسکے ادراکِ غوامض میں اپنی عقل و خرد کھوتے
ہیں جہاں الٰہی ایسے سرخوشانِ خمستانِ معانی جرعہ خوارِ بادۂ گفتار اور نشۂ حسنِ بیان سے سرشار
ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس پختگی مطالب کو کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متخیلہ لائیں سوائے
اسکے کہ یہ راہِ باریک دیکھکر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ
اِس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہوا اور اِس یوسفِ مصرِ سخندانی کا طالبِ دیدار نہوا۔ حضرت کا
ظہور حضرتِ اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہِ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا۔
نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فنِ شعر میں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یوں
دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخش جہاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے
یہ ہمارے طالع کی خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخبِ روزگار کے جمالِ باکمال سے
مقتبسِ انوارِ فیض ہوئے اور شرفِ قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب
سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ تبیین میرے
قول کی یہ اردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اِس اُردو کا نیا انداز ہے کہ
جسکے دیکھنے سے ترویح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہوجانے کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ

وہ کاسہ آویزۂ گوش فصاحت و پیرایۂ گلوئے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کی ورد زبان ہے مدت سے حضرت کو اس طرز نو ایجاد اردو سے لگاؤ ہے اور خط و کتابت میں اسکا برتاؤ ہے۔ جب شائقین ہندوستان نے اس نمک سندی کا مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذت مائدۂ سخن سمجھ کر طلبگار خواستگار ہوا اسواسطے **منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر** کہ یہ صاحب اخلاق و مروت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمین معززین سرکار سے ہیں اور اب پنشندار ہیں۔ علم فارسی کو خوب جانتے ہیں اشعار بھی اسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار قابل دید ہیں جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگرد رشید ہیں چنانچہ خود جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎ در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم + انکی طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گہر ہائے شب افروز سلک تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش عروس سخن ہوں اور یہ گلہائے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں تا اسکی روح روح پرور سے دماغ نکتہ سرایان غیرت چمن ہو۔ اسواسطے **میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی** کے سعی بیپایاں اور لالہ بہاری لعل صاحب منشی مطبع مذکور نے کوشش فراواں سے اکثر خطوط جمع کیئے اور قصد انطباع کیا اور **اردوئے معلی** نام رکھا گیا اور ان خطوں کو دو حصوں پر منقسم کیا۔

پہلے حصہ میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیئے تا طلباے مدرسہ فائدہ اٹھائیں۔ دوسرے حصے میں مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخنوران معنی یاب اسکے دیکھنے سے مزا پائیں اور منشی صاحب موصوف نے اس ہیچمدان خاکسار **محمد مجروح** دل افگار سے اسکا دیباچہ لکھنے کو فرمایا۔ بندہ یہ سنکر حیران ہوا یارب قدرشناسوں کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں پتھر کے ٹکڑے کا کیا وقار مگر الامر فوق الادب سمجھکر اور اپنے کو بھی ان نعمت کا ذلہ چین جانکر یہ چند سطریں لکھیں بقول **عرفی**

چو ذرہ گرچہ حقیریم نسبتیم ایں بس
کہ آفتاب بود نقطۂ صفات اہل ما

حصۂ اوّل

(رُقعہ بنام نوّاب میر غلام باباخاں بہادر)

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپکے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی۔ حقتعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۳۶ دُرفش کاویانی کی رسید پہنچی۔ بموجب ارشاد کے آٹھ اور بھیجوں گا۔ قبلہ غرض شہرت ہے۔ اس قلمرو میں مَیں نے جلدیں تقسیم کی ہیں اس ملک میں آپ بانٹ دیں۔ اتنی میری عرض قبول ہو کہ بڑودہ۔ گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علیخاں صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیئے گا اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجیئے گا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کو بھجوا دیں۔ خواجہ بدرالدین خاں میرے بھتیجے نے بوستانِ خیال کو اُردو لکھا ہے اُسکا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونیوالا ہے اُسکے دو اشتہار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپکے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہیں تو اشتہار کے مضمون کے مطابق عمل میں لائیں والسّلام مع الاکرام میاں سیف الحق سیّاح کو سلام ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ء +

ایضاً سُبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم بُرہانہ۔ جناب مستطاب نوّاب میر غلام باباخاں بہادر سے بتوسط منشی میاں دادخاں صاحب شناسائی بہم پہنچی۔ لیکن واہ اوّل ساغر و دُردی کیا جگر خوں کن اتفاق ہے پہلا عنایت نامہ حضرت کا مجھکو آیا اُس میں خبر مرگ۔ اب مَیں جو اُس کا جواب لکھوں اور میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہوں گے نہ نامۂ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ صریرِ قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ ہے ہے نوّاب میر جعفر علیخاں جیسا امیر روشن گہر نامور اور رُوشناس اعیانِ ہند و انگلینڈ وسط جوانی یعنی ۴۶ برس کی عُمر میں یوں مرجائے ؎ نخلِ چمنِ سروری اُفتادہ پا پا ہے + سچ تو یوں ہے کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجمع اہلِ ہند ماتم دار ہے سوگوار ہوں تو بھی کم ہے

اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سال رحلت نواب غفران مآب جب دل خار خار غم سے پرخوں ہو رہا ہے یوں موزوں ہوا ہے

گردید نہان مہر جہانتاب دریغ	شد تیرہ جہان بچشم احباب دریغ
این واقعہ را از روئے زاری غالب	تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روئے زاری زائے ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو ۱۲۸۱ھ پیدا ہوتے ہیں فہو المطلوب

تحریر بنام منشی میاں داد خاں صاحب کے سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول ۱۲۸۳ھ مطابق ششم ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان زاد مجدہٗ۔ شکر یاد آوری و قدر دانی بجا لاتا ہوں پہلے اس سے آپکا مودت نامہ پہنچا ہے وہ میرے خط کے جواب میں تھا اسکا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا۔ گانا بھی سنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ مجھ سے نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو۔ صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے بہت رہتے ہیں۔ میں بسبب فرطِ محبت اخبار میں تمھاری افزایش عز و جاہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے ان شاء اللہ العزیز ہمیشہ مظفر و منصور ہوگے ع سعادت بجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی ۔ نجات کا طالب غالب شنبہ ۳ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً جناب سید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپکا پہنچا آپ مجھے فرماتے ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوگیا۔ بینائی ضعیف ہوگئی۔ متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا اور وہ لکھتے گئے۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ کل آپکا خط آیا۔ آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطریں

لکھوا دیں اور آپ یہ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تجھے قطع محبت ہو گیا ہے منشی صاحب کی محبت در آویزے
توسط آپکی محبت دل و جان میں اس قدر رچ گئی ہے جیسا اہل اسلام میں بلکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا موقوف ہونا
کبھی ممکن نہیں امراض جسمانی کا بیان اور اخلاص بیحد کی شرح کے بعد ہجوم غمہائے نہانی کا ذکر کیا کروں
جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے سیف الحق منشی میاں داد خاں کو سلام
کہیے گا اور یہ خط پڑھا دیجیے گا فقط نجات کا طالب غالب۔ روز چہار شنبہ ۶ اپریل ۱۸۶۵ء

ایضاً بخدمت نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب بہادر دام مجدہ۔
عرض کیا جاتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے۔ سیف الحق
کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو نظارہ بزم جمشیدی
سے محروم رہونگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہیگا خاطر جمع ہے۔ کیوں حضرت صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا
یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی سید نہایت علیخان عجب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے
کہ اس امر کی نہ آپکے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں۔ خیر میں یہ نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی
نام رکھیے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جوابکا طالب غالب۔ ۹ اگست ۱۸۶۶ء

ایضاً ستودہ بہرزبان و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی الاتبار نواب میر غلام بابا خاں
بہادر کو مسرت بعد مسرت و جشن مبارک و ہمایوں ہو۔ قسمت گلگونے بہار کی سیر دکھلائی۔ بسواری ریل وارد
ہونیکی لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج۔ کانوں کا بہرا۔ ضعف بصارت۔ ضعف دماغ۔ ضعف دل۔ ضعف معدہ
ان ضعفوں پر ضعف طالع۔ کیونکر قصد سفر کروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں
گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قولنج کے دورہ کی شدت
ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں۔ حالت جان میں نہیں۔ آنا میرا سورت تک کسی صورت حیز امکان
میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی جی صاحبہ کی بسم اللہ

کی بھی تاریخ لکھا چاہیے۔ ما خجستہ بہار ذہن میں آیا۔ شانِ علو دیکھ پایئے خجستہ بہار پر ادب کی اعداد بڑھا کے
شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بوڑھا ہوں طبع فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف
جوشِ محبت سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ اگر قبول افتد زہے عز و شرف۔ راقم اسد اللہ خان غالب
۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصور خاکسار کا خاکا اتار کر دیا کا نقش
اتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آ جائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپکی پاس پہنچ جائیگا خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے قطعہ

خجستہ جشن دبستان نشینی بیگم	بفیض ہمت نواب یمن اقبالش
چو از پئے ادب آموزیست خوش باشد	اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالیشان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام و دعائے
دوامِ دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام مسرت فرجام میں جو از روئے اخبار بھی آپکی فراغ ترقی
عز و جاہ حالات معلوم ہوئے متواتر شکر الٰہی بجا لایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا
حضور صاحب عدالت العالیہ میں فتح پانا اور حق حقیقی کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب اور
کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے حق تعالیٰ یہ فتح مبارک ہمایوں کرے **قطعہ**

فتح سید غلام با احسان	خود نشانِ دوامِ اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت	کہ ظفر نامۂ ابد سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ فقط

ایضاً۔ جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپکی یاد آوری کا ممنون اور آپکے
دوامِ دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔
اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپکو ہمیشہ سلامت رکھے بہت
خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف نقاہت ہے۔ اگر میری اوقات شبانروزی اور میری حالات آپ دیکھیں تو

تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا اور پھر دم بدم شباب کو ڈھونڈھنا ان مجموع مصائب میں سے ایک آدھی مصیبت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۱ شروع ہو گیا ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے اب کے رجب کے مہینے سے سترواں سال شروع ہو گا۔ ستر بہترا بوڑھا اپاہج آدمی ہوں جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے میں کسی لائق نہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۱۳ مئی سنہ ۱۸۶۴ء ❖

ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون الاسلام دعائے دوام دولت و اقبال کی ہمیشہ ورد زبان ہے۔ گھڑی گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجا لاتا ہوں پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغاں کو میں بجہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا خدائے عالم آرا آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا ممد و مددگار ہے ظاہرا بوقت روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیر یہاں بنجائیگی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی احباب کا طالب غالب۔ شنبہ سوم دسمبر سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہ درویشاں دام افضالکم۔ آپ کا بندۂ منت پذیر غالب خونیں صفیر یوں نوا سنج ہوتا ہے کہ عنایت نامۂ عز ورود لایا۔ مژدۂ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے اگر اس کو قدردانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ آپ نے ازراہ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدر افزائی کی ہے جو اغلاط فارسی میں ابنائے ہند کے قلم سے سرزد ہو گئے تھے ان کو ذم کیا ہے تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام لوگ اپنی شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنا نام بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں عطیہ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اس کو بے تکلف عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسانمند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کے واسطے برسات کا موسم اچھا ہے لیکن اب اس کے چھپنے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۰ء ❖

بنام منشی میاں دادخاں المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

سعادت و اقبال نشان منشی میاں دادخان سے مین بہت شرمندہ ہون کہ ان کے خطوط کا جواب نہیں لکھا۔ غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پانچ نگار ہوا اب یہ سطرین جو لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہے۔ ایک مثنوی میں نے اُسکی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اُسکا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے اُسکو دیکھنا اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے اُنکا خط اور کچھ اُنکا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُنکو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جسطرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسیطرح آیندہ بھی لکھتے رہو گے میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں

شعر اگر بدل نخلد ہرچہ از نظر گذرد ✤ زہے روانی عمرے کہ در سفر گذرد ✤ خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی۔ میاں دادخاں سیاح کی سرگزشت سیر سفر ہی سہی۔ غزل تمہاری رہنے دیتا ہوں اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب اور غزلیں بھیجو گے اُنکے ساتھ اُسکو بھی دیکھ دونگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ اُس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے نکما کر دیا ہے۔ ضعف۔ سستی۔ کاہلی۔ گرانجانی۔ گرانی۔ رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑا سفر دور و دراز درپیش ہے۔ زاد راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخشدیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے

شعر اب تو گھبرا کے یہہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے ✤ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے ✤ اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۱۳ دسمبر ۱۸۶۱ع

ایضاً

صاحب۔ تعجب کی جگہ ہے کہ تمہارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تمکو نہیں پہنچتا۔ سفو... صاحب کا خط آیا۔ تمہیں قطعہ کا شکر اور اجزائے کتاب بھیجنے کی تاکید تھی اُسنے اسکے جواب میں لکھا کہ

اس کتاب کا چھاپا یہاں بھی شروع ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلد آپکے واسطے اور ایک مجلد منشی میاں داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجونگا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور اپنے نام کا خط انکو پڑھا دو اور ایک پتہ تمکو دیتا ہوں۔ نواب صاحب کا جو خط طالب کے بابت آیا تھا اُسمیں مندرج تھا کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزائے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا۔ بھائی میں نے انھی سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ بیرنگ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے بنظر اس بات پر یہ خط تمکو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع ہونیکا احتمال قوی رہے۔ فقط صبح دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱ ستمبر سال حال غالب

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سلمکم اللہ تعالیٰ۔ فقیر کیطرف سے سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خاں سے کہا گیا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہے۔ حال تصویر کا یہ کہ میں نے اُسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا۔ لیکن اسکا سبب معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہیگا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے پہنچے اور پنجے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایکطرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی۔ اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیازمند اور علیؓ کا غلام ہوں ؎

بندۂ شاہ شمائم و ثنا خوانِ شہا ٭ نجات کا طالب غالب ٭ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہٗ درویش گوشہ نشین غالب حزین کی دعائے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تمکو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک کون ہوگا یعنی راہیں سیدھی ہو جائیں گی بازار اچھے نکل آئینگے

جو دیکھیگا وہ داد دیگا اور دلّی کے فساد کے بعد کوں نہیں ہے یہاں فساد در فساد چلا جائیگا۔ شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص ناآشنا موسوم بہ عظیم الدین جسنے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے۔ بھوت ہے۔ پلید ہے۔ غول ہے۔ قصہ مختصر سخت نامعقول ہے مجکو اس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگ رہا ہوں وہ دیتا نہیں خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دوشنبہ ۱۱ جون ۱۸۶۰ء غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اسکے سراسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے پہنچا۔ جواب لکھتا ہوں و پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ایک قرن بارہ ۱۲ برس سے فردوس مکان نواب یوسف علیخاں والیٔ رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اس مغفور کی اندازہ دانی دیکھیئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہے۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی پنشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسّلوں کی زیست ہوئی۔ جانشیں حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً مؤبداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بدستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے۔ فتوح کی رسم دیکھیئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپیے بھیجدیئے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو بھیجیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ رئیس حال سے میں نے پایا مصارف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اس مرحوم کا وعدہ سررشتۂ دفتر سے نہ تھا جو ازروئے دفتر

اسکی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر اسباب نے مساعدت کی فہو المراد ورنہ ؎ آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست۔ منشی صاحب! اِس خط کو ضروری جانکر بیرنگ بھیجتا ہوں نجات کا طالب غالب ۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب ٹوپیوں کی حقیقت یہ ہے کہ تمنے لطائفِ غیبی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر ٹوپیاں منگوائیں۔ میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تمکو بھیجدیں۔ چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کردو۔ یہ جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے یعنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے نُطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہیگی۔ لطائف غیبی نے اَعدا کی دھجیاں اُڑادیں۔ ایک نئی بات سُنو۔ محمد مرزا خان میرے بیہی بھائی کا نواسہ ہے اسنے ایک اخبار نکالا ہے مسمّٰی بہ اشرف الاخبار۔ اُسکا ایک لفافہ تمکو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھکر معلوم کرلوگے کہ تمھارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اَعلام سے صرف اطلاع منظور ہے ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گُزر جائے اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید کیا جائے اور تم اُن کیطرف سے حکم خریداری ابتدائے جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھوا اور وہ خط اُس پتہ سے دلّی کو روانہ کرو جو اُن کے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا! اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سیّد تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں۔ مَیں تو مسلمانوں میں بھی ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر۔ حقیر۔ آدمی ہوں۔ یہہ اُنکی بزرگی۔ اُنکی خوبی۔ اُنکی مہربانی ہے حق تعالیٰ اُنکو سلامت رکھے۔ اور اِن مقدمات میں مِن کُلِّ الوُجُوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو

میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا - ہاں صاحب برادر بجان برابر میرزا معین الدین حسین خان بہادر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے - پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دیے تو فوراً ریل پیل کرتے چلے آؤ - دیدار کا طالب غالب - شنبہ ۲ شوال ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۸۶۶ء +

ایضاً - صاحب کل آپکا خط آیا - میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں - پہلا خط تمھارا جسکا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا - ورنہ کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا - جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے محامد و مکارم سُنتا ہوں - جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا - اغنیا کیواسطے اچھے ہیں ہائے مولوی محمد حسن اور مولوی عبد الکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا - وقت گزر جاتا ہے - بات رہ جاتی ہے - ہاں خان صاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُسنے رہائی کیوں نہ پائی - وہاں جزیرہ میں اسکا کیا حال ہے گذارا کسطرح ہوتا ہے - غالب - جمعہ ۴ اکتوبر ۱۸۶۱ء +

ایضاً - بیٹے مولانا سیاح - سلام علیکم - مزاج مبارک - سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے - لیکن تمکو چین کہاں - خدا جانے کئی ہفتے یا کئی مہینے ٹھیرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے - جی میں کہو گے اؤ اب دکن کی سیر کریں - حیدر آباد اور نگ آباد - دونوں شہر اچھے ہیں - انکو دیکھیں - میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا محمد حسین خان یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خان کے اور قدرت اللہ بیگ خان ابن عم

نوابِ محمد بخش خاں کے اور معین الدین حسن خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی اَمر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجدِ جامع کے باب میں کچھ پرچے لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگزار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو ملجائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا والسلام مع الاکرام۔ صبح سہ شنبہ ۲ ذیقعدہ و مئی معاً۔ غالب ❖

ایضاً نورچشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے واضح ہو تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھ لیتا تھا۔ اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں رعشہ۔ آنکھوں میں ضعفِ بصر کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اَب کوئی دن کا مہمان ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصّل چھپوا دیا ہے اور اسمیں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا اب تک ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں اور میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بوڑھا۔ اپاہج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب کثرتِ بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر چڑھ کر دن بھر بیٹھا رہوں۔ اُسکو گھر بلاؤں تو گھنٹہ دو گھنٹہ بیٹھا رہے اور تصویر کھینچے اگر جیتا جاگتا اچھے ٹھہر ٹھہر آؤں۔ اَب تم ازراہِ مہربانی میر ابراہیم علیخاں بہادر

اور حکیم احسن اللہ سید حسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمہارے ہاں لڑکی کا پیدا ہونا اور اُسکا مر جانا معلوم ہو کر مجھکو بڑا غم ہوا۔ بھائی اس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو کہ ۷۴ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسیکی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو۔ حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دیوے۔ والسّلام۔ ۲۵ اگست ۱۸۶۶ء ✤ غالب ✤

ایضاً خانصاحب سعادت و اقبال نشان میاں داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اِس خط کے جسکا میں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا۔ بہت دن سے مجھکو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھکو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھتا ہوں۔ مہر میں تو کھودنے کا نہیں جو اسقدر عذر چاہتے ہو۔ کھدوا دینے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت۔ میں احباب کا خادم دل ہوں میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے اور وہ نگین معہ نقشہ بے تکلف بھیجدیجئے۔ آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائیگی خاطر عاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اجی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو مہر کھدوانی نہ ہوتی ورنہ وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کو اسکا جواب لکھوں اور اُن کے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ ہو جاؤ گے۔ تمھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسّلام۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ یکم مارچ ۱۸۶۶ء ✤

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ؎ کس زبانِ مرا نمی فہمد ✤ بعزیزاں چہ التماس کنم ✤ یاد کرو کہ اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں حکیم نواب صاحب دو دیں یعنی سو دو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں پھر سوچا کہ بُرا مانینگے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع

اسکے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیجونگا - یہی خط کیساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہے
اور یہ بھی تمکو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی - ظاہرا سہو سے وہیں رہگئی ہوگی - ہاں صاحب
تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جنکی قیمت دس روپے مجھکو پہنچے فی الحال
ایک جلد تو اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو - غالب - ۳ دسمبر ۱۸۶۳ء

ایضاً سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے
خط میں آپنے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل
دو پارسلوں کے بعد بھیجا گیا ہے اسمیں وہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھکر صحیح کیا ہے
اسکے بھیجنے سے یہ مدعا ہے کہ تم ان تیس رسالوں کو اسکے مطابق صحیح کرلو اگر چھوٹے صاحب نے
رکھ لیا ہے تو انسے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کرلو اور وہ نسخہ انکی نذر کردو - صاحب میں نے اپنے صرف
سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپیں ہیں میں نے مول لیں
تیس تمکو دلوادیں - بیس بھائی ضیاء الدین خاں نے لیں دس مصطفےٰ خاں صاحب نے لیں
باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا نباشد دردمندیم — وگر باشد بمہرش پابندیم
بلائے زین جہاں آشوب تر نیست — کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے - میں تو میر غلام بابا خاں کا دوستدار ہوں
انکی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجھکو لکھا کریں تخریبا کا
ہندی مسخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں - نجات کا طالب غالب - پنجم شعبان ۱۲۸۱ ہجری

ایضاً بھائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا - قاضی صاحب بڑے دوست کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر
انکے عتاب کی پاتا تو انسے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا - جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم

بُرا نہ مانو کسواسطے کہ اگر میں اگر بُرا ہوں تو اُسنے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور اُسنے بُرا کہا تو اُسکو خدا کے حوالے کرو ٥

غالبؔ بُرا نہ مان جو دشمن بُرا کہیں ‖ ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اِس بُڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتارنیوالے کو کہاں ڈھونڈھوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کی بار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاویگی تو وہ ورق بھیجدوں گا ابھی وہ تو میں نے نوابصاحب کو بمبئی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بمبئی میں بہرا ہوں گانا کیا سنونگا۔ بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چہ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بمبئی۔ سورت میں انگریزی شرابیں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریکِ محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء +

ایضاً صاحب تمھارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی۔ ٹوپیاں اگرچہ تمھارے سر پر ٹھیک نہ آئیں لیکن ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تمھارے مربی کے صرف میں آئیں۔ تمکو اور ٹوپیاں بھیجونگا۔ مصدعے سخت عاجز ہوں عذر ہی عذر ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیاتِ میر تقی کا انتخاب تمھارے خط سے پہنچنے سے دو دن پہلے میر فخرالدین کو ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی خو کس سے سیکھی ہو میرے پاس کوئی غزل تمھاری نہیں ہے نوابصاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا ارمغان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء +

ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروائیے اور اطراف و جوانب دور و نزدیک بھیجیئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہیں وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخرالدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیجدیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اُسکے خریدنے کی اطلاع کا خط جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اُسکی اطلاع کا خط لکھیں۔ غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء +

ایضاً مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو
فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلی پانچ روپیے پر میں نے قرار ہوا
تھا ڈھائی اور ٹھرہ ہوئے۔ بہرحال اُنکا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کی ہیں۔ اس رقعہ کا جواب جلد
لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائینگی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل شنبہ
۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں ارسال
کئے۔ کل ہی شام کے وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر آب اور نہ بھیجونگا۔ صاحب تمنے پانچ روپیہ
کے ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں نہ کتاب فروش نہ دلال۔ یہ حرکت مجھکو پسند نہ آئی اور تمنے بہت برا کیا۔
حضرت ۱۶ جلدیں لطائف غیبی کی بھیجکر اُسکے پانچ سات دن کے بعد میں نے نامۂ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے لطائف
کی رسید تمنے بھیجدی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ گھبراؤ نہیں نواب صاحب کی
خدمت میں میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب ۲۲ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب۔ وہی جہاں وہی زمین وہی آسمان وہی سورت وہی بمبئی وہی دلی وہی نواب میر غلام بابا خان
وہی سیف الحق سیاح وہی غالب نیم جان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہرکاروں کو ریل کی سواری۔ ربیع الاول
میں تمہارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت یہ
خط لکھ رہا ہوں ۹ بج گئے ہیں اسوقت تک نہ کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے
میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا
ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمہارے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں
میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب ۳ جنوری ۱۸۶۶ء خط بیرنگ اور پارسل پہنچے

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا لکھنو کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر تھی۔

جو تم نے سروپا وہاں پہنچا امیر بن گیا۔ الحمد للہ کی یہ فصل خزاں ہے میں بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ
اُردو کا دیوان غاصب نا انصاف سے ہاتھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیونراین کو بھیجدیا یقین کلی ہے کہ وہ
چھاپینگے جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تمکو پہنچ جائیگا۔ طریقۂ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا
طالب جانکر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہمیشہ ظاہر کرتے رہو۔ ہم تم سے راضی ہیں اور
چونکہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اسد اللہ مرقومہ شنبہ روز عید مطابق ۳۰ جون سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خان تم سلامت رہو۔ تمھارے خط کے
صفحہ سادہ پر یہ سطریں رقم کرتا ہوں تا کہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامۂ غالب صاحب مطبع نے
اپنی بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اُسکی قیمت مانگوں۔ میں نے آپ تین
جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دور و نزدیک بانٹ دی۔ آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ ہوگا جتنے یہ نسخے اب
میرے پاس باقی ہیں کل تمھیں بھیجدونگا۔ ہاں صاحب ۱۰۰ روپے کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا کابلی
آج شروع ہوگئی جسدن نوٹ پہنچا اُسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا تیسرے دن میں نے تمکو تمھارے
رجسٹری دار خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھایا
ہوگا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہے اُسکا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہے۔ بندہ پرور یہ کہتے ہیں
رحیم بیگ کا وطن اصلی میرٹھ تھا اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلمی اُسکا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا نظم و نثر
میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے۔ راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ء

ایضاً صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں
جس زمانہ میں وہ دلی آئے تھے میری انکی ملاقات ہوئی تھی وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ
اُنہوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہرحال میں
تمھارا احسانمند ہوں۔ اگر تم وہاں ہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی ہوتی ان دنوں ضعف دماغ

دوران سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی تمہاری بھیجی ہوئی غزلیں بے تصحیح دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو جب نواب صاحب کی غزلیں دیکھ چکونگا تو یہ بھی دیکھی جاوینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دیسکوں تو فکر تاریخ کیا کروں۔ اگر میرا حال درست ہوتا تو جناب مولوی عبد الغفور صاحب بالقابہ نساخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سعادت سمجھتا آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ انکو دیں نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً جناب منشی صاحب آپکا خط مع ہنڈوی نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ عالی نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کے اگلے زمانے خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجکو تو چھہ آنے کے بیرنگ کا افسوس ہے جو تمنے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً صاحب میرا سلام۔ تمہارا خط پہنچا۔ دونوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور فن شعر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہجاتا ہے یاد کرو کبھی کوئی غزل تمہاری اسطرح کی نہیں ہوئی کہ جسمیں اصلاح نہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو میں دونوں غزلیں لفظاً اور معنیً بے عیب ہیں کہیں اصلاح کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خانصاحب واقعی ایسے ہی ہیں جیسا تم لکھتے ہو۔ سات میں دس ہزار آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہوگا اُس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لایق ہے کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے منگاؤں وہاں کون سی چیز ہے کہ یہاں نہیں آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگور سے کم عزیز نہیں لیکن بمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت۔ مالدہ کا آم یہاں پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال کیا وہاں بہت اچھا ہوگا سورت سے دلی آم بھیجے محض تکلف ہے ہدیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سڑے ہوئے سو شاید ہی تمھیں میرے سر کی قسم کبھی ایسا ارادہ نکرنا یہاں بھی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو افراط سے ہیں۔ پیوندی

آم بھی بہت ہیں۔ تمہارے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہیں۔ آج بیلی سی ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکرے ہر ٹوکرے میں سو آم۔ کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے۔ دو سو میں سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے۔ اوائل جون یا جولائی میں ایک ہفتہ مینہ برس کر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ شنبہ ۲ جون ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب میں بہت شرمندہ۔ پہلا خط تمہارا مع قصیدہ پہنچا۔ میں قصیدہ کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا۔ ہر چند ڈھونڈا نہ پایا۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر مجھکو یاد ہے کہ اُس وقت میں نے اُن اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا۔ اشعار سب ہموار تھے۔ تم اندیشہ نہ کرو۔ وہ قصیدہ نذر گزرا۔ تو اور مع الخیر وطن کو جاؤ لیکن بھائی۔ وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تا کہ میں اُس نشان سے تمکو خط بھیجوں نواب میر غلام بابا خان صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا۔ فقط صبح شنبہ ۱۰ نومبر ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان شکوہ تمہارا میرے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط تمہارا جواب طلب نہ تھا۔ اشعار کی اصلاح سے میں نے ہاتھ اُٹھا لیا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارضِ فسادِ خون میں مبتلا ہوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے سرو چراغان ہوگیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا کھانے کے وقت پلنگ پر سے اُتر بیٹھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس ہی ہے۔ اُتر کر بیٹھا کیا۔ کب جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی ہی مگر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا۔ (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب سید غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادتِ فرزند کی مبارکباد دینا اور قطعۂ تاریخ نذر کرنا

قطعہ

میر بابا یافت فرزندی کہ ماہِ چاردہ
فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب

بر فراز لوح گردون گردۂ تمثال اوست
از سر ناز و طرب فرزند فرخ فال اوست

سنہ ۱۲۸۲ ایسے نوٹن مجھے پچاس اور سطرب کی طرح کی تو فرزند فرخ فال ہر طرح بڑھانے ہونگے غالب۔ دوشنبہ ۱۹ اگست سنہ ۶۵ع

ایضاً منشی حبیب سعادت و اقبال نشان منشی میان داد خان سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالیٰ دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسون بروز جمعہ ۶ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع کو پہنچا کل دسوین ستمبر ماہ حال کو سو روپیے مندرجہ اسکے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف مین میرا کام ہوا اور انکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان مین ایسے لوگ ہین کہ مین نے انکو نہ دیکھا اور نہ انہون نے مجھے دیکھا نہ میرا کوئی حق انپر ثابت نہ انکو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور خیر فقیر ہون جبتک جیونگا دعا دونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمہارا بھی احسان مانونگا اب دو ایکدن مین کاغذ آجائے تو انکا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آجتک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسانمند نہین ہوا تھا اب احسان بھی اٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا۔ وہ جو ایک رد کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے وہ ایک لڑکے پڑھانیوالے ملا یعنی مکتب دار کا خبط ہے۔ رحیم بیگ اسکا نام میرٹھ کا رہنے والا۔ کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے اسکی تحریر مین نے دیکھی تمکو بھی بھیجونگا مگر ایک بڑی مزے کی بات یہ ہے کہ اسمین بیشتر وہ باتین ہین جنکو لطائف غیبی مین رد کر چکے ہو بہرحال اب اسکے جواب کی فکر نکرنا فقط

والسلام والاکرام نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ع

ایضاً صاحب مین خدا کا شکر بجا لاتا ہون کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھکر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیہ اپنے محسن و مربی کی خدمت مین پھر آ پہنچے۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط مین سلام صرف وفور اشتیاق سے لکھا ہے محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجون گا۔ اجی ہان میان سیف الحق خان رامپور سے آکر تین سو جلدین درفش کاویانی کی تیار پائین نواب میر بابا سے حصہ برادرانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا پشتارہ بنایا اسپر ٹاٹ لپٹوایا۔ ڈاک گھر بھجوایا۔ مسترد آیا

سرکاری ڈاک والون نے ہرگز اسکا بھیجنا قبول کیا ٹھیکے والے یہ پم فلٹ پاکٹ والے ریل والے مستغنی بالفظ
اسکے ارسال سے انکار کرتے ہین۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھوا دو۔ اور اسباب ہین جو وہ فرمائین وہ
مجکو لکھو۔ مدعا یہ ہی کہ کسیطرح یہ پشتارہ وہانتک پہنچ جائے۔ اس خط کا جواب جسقدر جلد لکھوگے مجھپر
زیادہ احسان کروگے۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۳ جنوری ۱۸۶۹ع ٭

ایضاً بھائی تم جیتے رہو اور مراتب عُلیا کو پہنچو۔ لو ایک ہنسی کی بات سُنو۔ تمھارا خط منشی کنھیا لال کے
نام کا میرے پاس آیا۔ ہر چند مین نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا۔ نادانی انکی کہ تمھین کہنا کہ
میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھجدینا۔ بےخبری مین خط آیا۔ مین نے نام سے واقف نہ مقام سے واقف۔
خط پھیر دوں تو کیا کروں۔ خط کو واپس کرنیکے بعد ایکدن آپ بھائی میرزا محمد حسین خان کے ساتھ میرے
پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا۔ دیکھنا یہان کیا خوب بیان فرماتے ہین کہ مین غدر سے پہلے دو
تین بار مین حاضر ہوا ہون انصاف کرو دو تین ملاقاتین اور دس گیارہ برس کی بات مین نسیان کا پتلا۔ میرا قصور کیا۔
بہرحال یہ شریف ہین اور عمدہ روزگار کیے ہوئے ہین۔ صاحب مین نے وہ اخبار مین دیکھا کہ چھوٹے صاحب
مقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبون مین انکی افزایش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر کمال ہوئی۔ مین تو
تہنیت مین خط لکھونگا مگر رشک آتا ہے کہ بحوالہ اودھ اخبار لکھون اور بحوالہ سیف الحق نہ لکھون
زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ خان غالب۔ ۳۱ مارچ ۱۸۶۶ع ٭

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز از جان سیف الحق میان داد خان سیاح کو غالب
کی دعا پہنچے۔ پرسون ایک خط تمہارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہارے خط مین پچاس پچاس روپے
کے دو نوٹ پہنچے۔ سنو بھائی وصول ہوگئے۔ آج تمکو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہون بھائی
تمنے اخبار اطراف و جوانب مین میرا حال دیکھا ہوگا۔ مین اب محض نکما ہو گیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے پچاس جگہ
سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس مین دھرے ہین۔ انجملہ تین صاحبونکے تمکو نام لکھتا ہون۔ میر ابراہیم علیخان

نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی ماموں۔ غرضکہ انہیں اوراق میں تمھاری کاغذ بھی دھری ہوئے ہیں جسدن ذرا افاقہ پاؤنگا تو ان سب کاغذ کو دیکھونگا۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۸۶۶ع ✤

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میان داد خان سیاح کو غالب ناتوان نیمجان کی دعا پہنچے۔ بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا۔ آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہو سکتا تھا جب یہ حال ہی تو کہو صاحب مین اشعار کو اصلاح کیونکر دون۔ دوپہر اس موسم مین کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہی دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہین رات کو صحن مین سوتا ہون صبحکو دو آدمی ہاتھون پر لیکر دالان مین لے آتی ہین ایک کوٹھری ہی اندھیری اسمین ڈالدیتی ہین تمام دن اس گوشۂ تاریک مین پڑا رہتا ہون شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجا کر پلنگ پر صحن مین ڈالدیتی ہین۔ تمہاری غزلین۔ میر ابراہیم علیخان بہادر کی غزلین۔ میر عالم علیخان کی غزلین حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلین اور کیا کہون کس کس کی غزلین۔ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہین اگر کوئی دن زندگی اور ہی اور یہہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلون کو دیکھونگا تصویر کا حال یہ ہی کہ ایک مصور صاحب میرے دوست میرے چہرہ کی تصویر اتار کر لیگئے اسکو تین مہینی ہوئے آجتک اُن کا نقشہ کھینچنے کو نہین آئے مین نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اتروانا ہی یک دوست اس کام کو کرتے ہین عید کے دن وہ آئے تھی مین نے اُنسے کہا بھائی میری شبیہ کھینچدو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل نہین پرسون اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا۔ شوال ذیقعدہ ذی الحجہ محرم یہ پانچوان مہینہ ہی آجتک نہین آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا۔ اسمین کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھی۔ اب اصلاح دے کون۔ مین تو اپنی مصیبت مین گرفتار۔ ہائے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُسکو موقع و محل بتایا۔ جو مین کہتا گیا اسطرح وہ بناتا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع مین بھیجدیا ہفتہ آیندہ مین تم بھی دیکھ لوگی۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب

۱۱ جون سنہ ۱۸۶۶ عیسوی ✤

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ نہم شوال ۱۲۸۲ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۶ع۔ بھائی مین نہین جانتا کہ تمکو مجھسے اتنی ارادت اور مجھکو تمسے اتنی محبت کیون ہے۔ ظاہرا معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اسمین دخل نہین تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہوچکا ہے وقت پر پہنچیگا۔ سترا بہترا۔ اردو مین ترجمہ ہے پیر خرف کے۔ میری بہتر برس کی عمر ہے بس مین بھی انحراف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہوگیا۔ اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہین رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہین غذا مفقود ہے صبحکو قند اور شیرۂ بادام مقشر دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سرشام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسیقدر گلاب۔ خرف ہون۔ پوچ ہون۔ عاصی ہون فاسق ہون۔ روسیاہ ہون۔ یہہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم	القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہین ہم

آج اسوقت کچھ افاقہ تھا ایک خط ضروری لکھنا تھا بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھنے نہین گئے ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون تاکہ خلعت حال کمال اور میرے حالات تمکو معلوم ہوجائین کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون۔ دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا سلطنت ضعیف ہو گئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ و نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ مین پایا بعد انتقال اسکے جو طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نرہا۔ باپ میرا عبد اللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چندروز حیدر آباد جاکر نواب نظام علیخان کا نوکر ہوا تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راؤ راجہ بختاور سنگہ کا نوکر ہوا۔ وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خان میرا چچا حقیقی مرہٹون کیطرف سے اکبر آباد کا صوبہ دار تھا اسنے مجھے پالا۔ ۱۸۰۶ع مین

جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہوگئی اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے
سوارونکی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی
جاگیر حین حیات علاوہ رسالے کے تھی کہ بمرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہو گیا۔ ملک کی عوض
نقدی مقرر ہوگئی وہ اب تک پاتا ہون۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ سنہ ۱۸۳۰ع
مین کلکتہ گیا نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی۔ دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔
ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ۔ سرپیچ۔ مالائے مروارید۔ یہ تین رقم کا خلعت ملا۔ ازان بعد جب دلی مین
دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونون بند ہو گئے
میری بریت کی درخواست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد پنڈ چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا
غرضکہ یہ ریاست کا ہے عوض خدمت نہین۔ انعامی نہین۔ معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم ہون۔ بدگمان
نہین ہون۔ جو جسکو سمجھ لیا اسمین فرق نہین آتا۔ دوست سے راز نہین چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط
ڈاک مین بھیجا۔ بند بری طرح کیا تھا۔ کھولتے مین سطر کٹ گئی بارے مطلب پایا۔ تم سے نہین جانتا بھیجنے کی
غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور مین نے جانا کہ تم مجھے
دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اس خط مین ملفوف کر کے بھیجتا ہون زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے
جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی

ایضاً بندہ پرور تمہارے دونون خط پہنچے۔ غالب بستہ دم کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو ایک بات ہے۔ دونون خط آپ کے اور
ایک پارسل محمد نجیب خان کا بتقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے آپکا پارسل بعد مشاہدہ آپکو بھیجا جائیگا خان صاحب کے
پارسل مین ایک کتاب منشآت اور اوراق اصلاح بھیجے جائینگے۔ اہاہا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا
کا سکہ خواستم زخدا شد میسرم۔ مین اس خرافات کا جواب کیا لکھتا مگر ہان سخن فہم دوستون کو غصہ آگیا ایک صاحب نے
فارسی عبارت مین اسکے عیوب ظاہر کیے دو طالب علمون نے اردو زبان مین دو رسالے جدا جدا لکھے۔ دانا ہو اور منصف ہو

محرق کو دیکھ جانو گے کہ مؤلف اسکا احمق ہے اور جب وہ احمق واضع ہذیان سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو
پڑھکر متنبہ نہوا۔ اور محرق کو دھونڈ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیحیا بھی ہے۔ واضع ہذیان سوالات۔ لطائف غیبی
تینون نسخے ایک پارسل مین اس خط کیساتہ روانہ ہوتے ہین یقین ہے کہ بتقدیم و تاخیر یکدو روز نظر انور سے گزرین
فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیئے گا جب آپکا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اسکی رسید قلم کیجائیگی۔
چار نسخے پارسل مین ہین دو آپ لیجیئے۔ اور دو محمد نجیب خان کو دیدیجیئے۔ دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۶ء۔ غالب +

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے بری کو اچھا جاننے والے۔ میرے محب میرے
محبوب تمکو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتوان تھا اب نیمجان ہون۔ آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہون
رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے رعشہ و ضعف بصر۔ جہان چار سطرین لکھین انگلیان ٹیڑھی ہوگئین حرف
سوجھنے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا۔ اب زندگی برسون کی نہین مہینون اور دنون کی ہے۔ پہلا خط
تمہارا پہنچا اس سے تمہارا مریض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف
حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہین اتنا یاد ہے کہ ایک شعر مین کوئی لفظ بدلا گیا تھا غرضکہ وہ
غزل بعد مشاہدہ تمکو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط رجسٹری دار آیا گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا
حیران کہ ماجرا کیا ہے بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہاے بیجا سے لبریز
صاحب میرے نام کا خط جہان سے روانہ ہو وہین رہ جاے تو رہ جاے پر دلی کے ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہے
جو مجھ تک نہ پہنچے وہان کی ڈاک کے کارپردازون کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دین یا ندین۔ آپ مرزا صاحب کا
تذکرہ مانگتے ہین اسکا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر مین تاراج ہوگیا اب ایک مجلد اسکا کہین نظر
نہین آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو۔
جواب کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵ ذی حجہ ۱۲۸۳ھ۔ ۱۲ مئی ۱۸۶۷ء +

ایضاً مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا اسکے جواب مین یہان سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر

ایک مہربانی نامہ آیا اس میں میں نے اپنے خط کا جواب پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ فطرت کیا وانہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اسکے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی اب درنگ تحریر کی تقصیر معاف کیجیے اور سنیے دونو نگارشوں کا جواب لیجیے صہبا تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے مگر ہزار حیف کہ بعد اتمام انطباع پہنچی اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بندہ پرور تم چراغ دودمان مہر و وفا اور نتیجۂ اخوان الصفا ہو مجھسے تمہیں محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری بانیٔ دوستی کی بھلائی کا طالب ہے اس شیوہ میں شریک غالب ہے ایک خواہش میری قبول ہو تاکہ مجھکو راحت حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہیں کرتا ہوں واقعۂ حال دل نشین کرتا ہوں جناب مولوی عید اللہ خانصاحب کے بزرگوں میں اور فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلت و صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم میں اور انمیں برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یونہی بلکہ روز افزون رہیگا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے تو میں انکے نام کا خط تمہارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ ناچار اب آپسے چاہتا ہوں کہ آپ مولوی صاحب سے ملیں اور انکو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا انکے پاس اور انکے ذریعۂ عنایت سے اس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اسکے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھکو مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ع غالب

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خان کو غالب سوختہ جگر کی دعا پہنچے

تمہارا خط پہنچا پڑھکر دل خوش ہوا۔ تم میری بابت پوچھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ہاتھ میں رعشہ انگلیاں کہنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اوس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے موتی کی روح کو اسکی بو پہنچتی ہے ایسے ہی میں سونگھ لیتا ہوں غذا کو پہلے مقدار غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی

اُن پر یہی بھائی ہمین کچھ مبالغہ نہین ہے بالکل میرا یہی حال ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۱ھ

ایضاً - جانِ غالب تمھین بہت دن سے مجھکو یاد نہین کیا - ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور مدت کی مدت گزر گئی - اسکا جواب تم سو کام چھوڑ کر لکھتا ہے مؤید برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور مین اسکی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہون وہ تمھارے پاس بھیجونگا بشرطِ مؤدت بشرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ مین ہون یا نہ ہون تم اسکا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہان جہان مناسب جانو درج کردو مین اب قریب مرگ ہون - غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی - بہتر برس کی عمر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن میان محمد میرن کو دعا جواب کا طالب غالب - ۱۴ مارچ ۱۸۶۵ع -

ایضاً بندہ پرور آج تمھارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی مین نے اُس کا جواب ڈاک مین بھجوایا اور اِس خط کیساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا - دسوین بارھوین دن خط اور مہینا بیس دن مین پارسل پہنچے گا - خط کا جواب ضروری الارسال نہین لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیئے گا - آپکے خط کی عبارت تو مین سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا - مین نے پارسل کب آپکے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خان کو دیدیجیئے گا - پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپکے خط مین اسکے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خان صاحب سے ملیئے اور میرا خط جو آپکے نام کا ہے اُنہین دکھائیے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے آپ ولایتی بھی نہین جو مین یہ تصور کرون کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب بھی نہ کرسکے بہر حال اب مدعا سمجھ لیجیئے اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کرکے لکھیئے دعا کا طالب غالب جمادی الاول نوزدہم [illegible]

ایضاً بندہ پرور کل آپکا نفقد نامہ پہنچا - آج مین پاسخ طراز ہوا جس کاغذ پر مین یہ نقوش کھینچ رہا ہون یہ آپکے خط کا دوسرا ورق ہے یہان بھیجو اور معلوم کیجیے کہ آپکا مجموعۂ کلام معجز نظام اور اسکے بعد بہم دو خط پہنچے مین صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہون بلکہ اپنے خط مین محمد نجیب خان کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار صلاح طلب کی رسید مین نے

گھدی یہی پارسل کیجے نہ پا رہے میرا نام شاہین یہ پارسل تلف ہوا نہین آٹھ دس روپیہ ہونگے کہ وہ مجلد نسخے پارسل مین گئے
اُسکو رو گردان کر لیا ہی بعد ادائے محصول آپکا نام لکھکر روانہ کر دیا ہی یقین ہے کہ بعد آپکے خط کی روانگی کے آپکے
پاس پہنچگیا ہوگا - ہان صاحب خط دیروزہ کیساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا ہی اِس حکم کے
کہ مین اُسکو مولویصاحب پاس پہنچاؤن مین نے پایا حال یہ ہے کہ مولویصاحب سے میری ملاقات نہین صرف اتحاد
معنوی کے اقتضا سے اُنہون نے دافع ہذیان لکھکر فن سخن مین مجکو مدد دی ہی منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے
شاگرد اور میرے آشنا ہین - اُنکو وہ خط بجنسہٖ بھیجدیا - یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علیصاحب کو بھجوا دینگے
اُنہین کے اظہار سے دریافت ہوا ہی کہ مولویصاحب مرشدآباد بنگالہ مین ہین نواب ناظم نے نوکر رکھ لیا ہی یہ شخص نے
بقدرِ حال یک ایک قدردان پایا - غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ~ کسم بخود نپذیرفت و ہمرہ بازم
چو نامہ کہ بود نانوشتہ عنوانش ؛ یہ شعر میرا ہے وبعہد خسرو دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری

دستم بکلید مخزنے مے بایست	در بود ہمی بدل منے مے بایست
باہیچکسم بکس نیفتادے کار	یا خود بزمانہ چون منے میبایست

[illegible]

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خان منشی کو فقیر غالب کا سلام تمنے یوسف علیخان کو
کہان سے ڈھونڈھ نکالا اور اُنکا تخلص اور اُنکا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُنکو خط کیونکر بھیجا
اور وہ خط اُنکو کیونکر پہنچا ~ حیرت اندر حیرت است ای یار من ؛ پہلے یہ تو کہو کہ دُرفش کاویانی اور
وہ قطعہ جسکی پہلی بیت یہ ہے - تمکو پہنچا یا نہین اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیون نہین لکھی ~

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ	درخصوص گفتگوے پارسی انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچگیا ہی تو رسید لکھو اور دیباچہ تالیفِ جدید کی داد دو - اور اگر نہین پہنچا تو مجکو اطلاع ہو
تاکہ ایک نسخہ اور بھیجون - زیستن دشوار - اِس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے تپ [illegible]
شروع ہوا - غذا مجکو ساٹت بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ - دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی -

قریب شام کبھی کبھی پینے تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر
اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کر چارپایہ بنکر اٹھتا ہوں تو پنڈلیاں
لرزتی ہین بہرحال دن بھر مین دس بارہ بار اور اسیقدر رات بھر مین پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی
پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ اسباب حیات مین سے یہ بات ہے کہ شب کو
بدخواب نہین ہوتا بعد اراقہ بول بے تکلف نیند آجاتی ہے ماہ ۶۲ کی آمد ۱۵۰ کا خرچ ہر مہینے مین ۱۲ کا
کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مرونا گوارا بھی ہے مرنا کیونکر گوارا ہوگا جواب خط کا طالب غالب
از روئے جنتری ۲۴ اور از روئے رؤیت ۲۵ رجب ۱۲۸۳ اور ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء۔ بھائی یہ خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں

ایضاً

جان جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نوید وصول صحیفہ منشی محمد میر
کو دعا اور مجھکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید۔ جو نگارش صاحبزادہ کیطرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری تھی اب
تم بتاؤ کہ رقعہ انہی کی طرف سے تمنے لکھا ہے یا خود اُسنے تحریر کیا ہے لڑکا تمہارا تمہارے ساتھ حیدرآباد
نہیں آیا۔ ظاہرا اب تمنے وطن سے بلا لیا ہے مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اسکے کوئی بھائی بہن
اور بھی ہے۔ یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اسکے ساتھ تمنے بلایا ہے۔ ہان صاحب مجھے میران یہ امر مقتضی
اسکا ہے کہ آپ تو مجھے سینہ ہون منشاء افراط پرسش و فور محبت ہے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف عالی
خاندان ہین بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپیہ مہینہ پاتے تھے جہان سلطنت گئی وہ تنخواہ
بھی گئی شاعر ہین ریختہ کہتے ہین۔ ہوس پیشہ ہین مضطر ہین مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں
علم یہی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہین۔ انکا باپ میرا دوست تھا۔ مین انکو بجائے فرزند سمجھتا ہون
بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہیں تم انکی
درخواست کے جواب سے قطع نظر نہ کروگے تو کیا کروگے۔ صاحب مین بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہون
ایک دوستنے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے

نام اسکا مؤید برہان ہے اُس رسالہ مین درج کیے ہین تیرے وہ اعتراض جو تُونے دکنی پر کیے ہین اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہین اور اہل مدرسہ و شعرائے کلکتہ نے تقریظین و تاریخین بڑی دھوم کی لکھی ہین۔ بس بھائی مین نے بلتنے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اُس دوست کو اور دو چار جلدین درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیجدیے۔ اسی زمانے مین تین چار ورق خوب یاد ہے کہ درفش کی جلدین رکھکر تمکو بھیجے ہین یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تمنے درفش کو کھولکر دیکھا نہین وہ اوراق مع درفش زیب طاق نسیان ہین دو ورق اس لفافہ مین لپیٹ کر پھر بھیجتا ہُون تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہان صاحب اودھ اخبار مین ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا مکان تنگ ست جہان تنگ ست مدح مختار الملک متضمن استدعای مسکن وسیع پھر مہینہ بھر بعد اسی اودہ اخبار مین یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر تین مہینا بڑھادیا اسی اخبار مین پھر دیکھا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور اُن کے شاگرد وضیع تخلص نے اُسکا جواب لکھا ہے آپ سے اس رُوداد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہُون بسبیل استعجال۔ دوشنبہ ۱۲ شعبان ۱۲۸۳ ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بہ میرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۹ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط تمہارا اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہو گئے مگر ایک امر مین حیران ہُون کہ کیا کرون یعنی اُنہون نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ لکھا ہے کہ اُسکو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا۔ حال آنکہ خود لکھتے ہین کہ مین اپریل کی چوتھی کو سیاحت کو چلا جاؤنگا اور آج پانچوین ہے بس وہ تو کل روانہ ہو گئے اب مین وہ خط کسکے پاس بھیجون ناچار تمکو لکھتا ہُون کہ مین خط کو اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آکر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُنکو بھیجدونگا تمکو تردد نہ ہو

کیا خط ہی خط ہیں میڈھو لال کا تیھہ تمھاری عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھہ باشی سعایت بابو صاحب پر مشتمل کہ اُسنے لکھا تھا کہ ہردیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جلیبو کے پاس لایا ہی اور جانی کی دُرستی روزگار جے پور کی سرکار مین کر رہا ہی اُسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُنکے لکھنے سے مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہی مین نے اُنکو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم آپ ہردیو سنگہ کو بُلالو مین نے امر جزوی کیواسطے امر کلّی کا بگاڑ نہین چاہتا اُسکے جواب مین اُنہون نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ ہرنیوالا ایسا نتھا کہ ان باتون پر نگاہ کرتا۔ اُسنے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیجدی فقط ہمارے خط کی جانی جی کیطرف سے میری خاطر جمع ہوگئی مگر ایک فکر پڑی یعنی بابو صاحب آبو ہو گئے اگر ہردیو سنگہ پھر کر آئیگا تو وہ بغیر اُنکے ملے اور اُنکے کہے مجھہ تک کاہی کو آئیگا۔ خیر وہ بھی لکھتا ہی کہ راول پہین کو گیا ہوا ہی اسکے آئے پر رخصت ہوگی دیکھیئے وہ کب آدے اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمھاری غزل پہنچی یہ البتہ کچھ دیر سے پہنچیگی تمھارے پاس گھبرانا نہین والدعا۔ از اسد اللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز ورود نامہ مرسلہ چہارشنبہ ششم اپریل ۱۸۵۳ع۔ جواب طلب *

ایضاً تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل بے تحسینت کہم لی۔ بھائی کا ہانرس سے آنا معلوم ہوا آوینچ میرا سلام کہدینا۔ یہ تمھارا دعا گو اگرچہ اور امور مین پایۂ عالی نہین رکھتا مگر احتیاج مین اسکا پایہ بہت عالی ہی یعنی بہت محتاج ہون سو دو سو مین میری پیاس نہین بجھتی۔ تمھاری ہمت پہ سو ہزار آفرین جے پور سے مجکو دو ہزار ہاتھہ آجاسنگے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور ملجاتا۔ یہ پانسو تو بھائی تمھاری جان کی قسم متفرقات مین جاکر سو ڈیڑھ سو بچ رہینگے سو میرے صرف مین آوینگے۔ مہاجنون کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سو روپے کی باقی رہیگا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوالئے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب مین حرام اور تمھارے مشرب مین حلال ہے سو وہ بہت لیئے گئے یقین کہ آجکل مین بابو صاحب

کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کوائف ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل میں اُنکے پاس روانہ کر دیئے اور اُنہیں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیجیئے پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہو گئے ۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ ۹ جون ۱۸۵۳ء

ایضاً بھائی جسدن تمکو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی ۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپیہ ہردیو سنگھ کو دیئے اور مجھ سے مجرا نہ لیئے بہرحال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھی مجکو صبر کہاں ستی کاٹ کر روپے لے لیئے قرض متفرق ادا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا آج میرے پاس ۱۴ نقد بکس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علی احسانہ بھائی صاحب آ گئے ہوں تو میر قاسم علیخان کا خط اُنکو دیدو اور میرا سلام کہو اور پھر مجکو لکھو تا کہ میں اُنکو خط لکھوں ۔ بابو صاحب پھر تو آ جائیں تو آپ کاہلی نہ کیجئے اور اُن کے پاس جایئے گا کہ وہ تمھارے جویا و دیدار ہیں ۔ اسد اللہ ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۸۵۳ء ۔

ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی ۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تمکو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر میں تھے ۔ ظاہراً یوں مناسب لکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی ۔ حق تعالیٰ اُنکی جو مراد ہو بلاوے اُنکو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا مولوی قمر الدین کو بھی سلام کہنا تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو ۔ چار جزو ہیں تو بیس جزو ہیں تو بے تکلف بھیجدو میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا صرف سخن فہم رہ گیا ہوں ۔ بوڑھے پہلوان کی طرح پیچ بتانے کی گون ہوں بناوٹ نہ سمجھنا شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہوں کہ میں نے کیوں کر کہا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیجدو ۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میرزا تفتہ تمھارے اوراق مثنوی کا پمفلٹ پارسل پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا

حاتم علی حبیب کی نثر شاید آغاز اگست مین روانہ کرچکا ہون اُس نثر کی رسید نہین پائی اور نہین معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کی مقبولِ طبع ہوئی یا نہین یہ نہین معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہان ہین اور کس طرح ہین اور کس خیال مین ہین یہ نہین معلوم مولوی قمرالدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہین۔ اگر نہین آئے تو وہ وہان کیون متوقف ہین۔ میر منشی قدیم وہان پہونچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہین۔ آپکو بتاکید لکھتا ہون کہ ان تینون باتون کا جواب الگ الگ لکھیئے اور جلد لکھیئے اس خط کے پہنچنے تک غالب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُسکے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا اب ایک امر اور سنو۔ مَین نے آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک رُوداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر مین لکھا ہے اور التزام اسکا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر مین درج ہے وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے ہان اشخاص کے نام نہین بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہین وہ لکھدیئے ہین، مثلاً تمہارا نام۔ منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہین لکھا گیا اسکی جگہ شیوا زبان لکھدیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس رقعہ کا ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر پر ہے اس طرح کہ کسی صفحہ مین ۲۰ سطر کسی مین ۲۲ سطر بلکہ کسی مین ۱۹ سطر بھی آگئے چالیس صفحے یعنی ۲۰ ورق ہین اگر ۱۴ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو مین آجائے یہان کوئی مطبع نہین ہے سنتا ہون کہ ایک ہے اسمین کاپی نگار خوشنویس نہین ہے۔ اگر آگرہ مین اسکا چھاپا ہو سکے تو مجکو اطلاع کرو اس تہیدستی اور بینوائی مین پچیس کا مَین بھی خریدار ہو سکتا ہون لیکن صاحب مطبع اتنے پر کیون ماننے لگا اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہون تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات جلد چھاپنے کیصورت مین ۸ سہم قیمت پڑے کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگیگا۔ لکھائی متن کی تو آپکو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائینگے بہرحال اگر ممکن ہو تو اسکا تقدمہ کرو۔ اور حساب معلوم کرکے مجھ کو لکھو مگر منشی قمرالدین خان اگر آگئے ہون تو انکو شریکِ مصلحت کرلو۔ ان [illegible]

جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب سب ایک خط میں پاؤں ضرور۔ ضرور۔ ضرور۔ غالب
نگاشتہ و روان داشتہ شنبہ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء جواب مطلب اعلی تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً بندہ الٰہی شکر تمہارا خط آیا اور دل شوریدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آجائے۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اسقدر ہے کہ دو جزو میں آجائے لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہرحال اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے لغات کے معنی حاشیہ پر چھپے ہیں اسکی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھدی اچھا کیا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نثر کے فقرے جس محل پر کہ اُنکو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ میں نے جو تمکو میرزائی کا خطاب دیا ہے اُن فقروں میں اسکا اظہار کیا ہے بہت ضروری امر یہ ہے اور میں منشی شیونراین صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر در دم دیگر نہیب مباش ہم زند۔ نہیب کی جگہ نوا سے بنا دینا یہ نوائے مباش ہم زند۔ نہیب لفظ عربی ہے اگر رہ جائیگا تو لوگ مجھپر اعتراض کرینگے تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نوا لکھدیا جائے۔ رای امید سنگھ نے مجھپر عنایت کی اور مطبع کی اعانت کی۔ حق تعالی اُنکو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی کبھی میرا کام تم سے آپڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جسمیں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اسکو اپنی بہت سی مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے خدا کیواسطے پہلو تہی نکرو اور بدل توجہ فرماؤ۔ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے چھپ جانے کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبداللطیف کا کرو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں تصحیح بھائی کریں تزئین تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہئے سنتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھنچ جاتی ہے پھر جلد بھی پرتکلف بن سکتی ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور ہوشیاری اُنکی میرے کسدن کام آویگی۔ میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تمکو رحم نہیں آتا بلکہ تم اسکو آباد

آباد جاتے ہو یہاں نیچہ بند تو میسر نہیں صحاف و نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو مین آپکو تکلیف کیون دیتا
یہین سب باتین میری آنکھون کے سامنے ہوجاتی قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ مین تو
انکے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہون۔ اگر وہ مجھکو اپنا حقیقی چچا جانین اور میرا کام کرین تو کیا عجب ہے۔ دو
روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہین جب مجکو لکھو گے۔ ہنڈوی بھیجدونگا چھہ روپے آٹھ روپے دس روپے
حد بارہ روپے میان کو سمجھا دینا کمی کی طرف نہ گرین چیز اچھی ہو نہایت بارہ روپے مین چھہ جلدین تیار
ہون۔ منشی شیو نراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھین نام اور عرف بس۔ اجزاء خطابی کا لکھنا نامناسب
بلکہ مضر ہے مگر ہان نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خان بہادر۔ غالب
بھائی تمنے اوراق مثنوی کی بیسہ لکھی کہین وہ پارسل مین سے گر نہ گئے ہون۔ دیکھو کس لطف سے میری
حقیقت بیان ہوئی ہے اور دن کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر مین اسکی عبارت کیا بتاؤن صاحب مطبع اس امر کو
اردو مین آخر کتاب پر لکھدین منشی جی سے نثر لکھوالو۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ نہیب کی جگہ تو اپنا دو
صاحب مطبع کو میرا پتہ دو خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع سی لکھوا دو۔ برخوردار عبد اللطیف سی مقدار روپیہ کی دریافت کر کی مجکو لکھ بھیجو۔
اپنی مثنوی کی بیسہ لکھو۔ اپنی بیجان ول سرف نیکا اقرار کرو ان باتون کی مجکو خبر دو۔ غالب جمعہ سیوم ستمبر ۱۸۵۸ء ہنگام نیمروز
ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونون فقرے جس محل پر بتائے مین حاشیہ پر لکھدیے ہون گے نہیب کے لفظ
کو چھیل کر تو اسے بنا دینا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا انکی سعادتمندی
سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کرین اور ادھر متوجہ ہون کتاب لکھی جا لی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا
ہوگا۔ آخر تھوڑا ہے تو چاہئے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ صفحے چھاپے جائین اور کتاب جلد مطبوع ہوجائے
بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہین مجھپر مہربان اور حسن کلام کے قدردان ہین انکی
تصحیح میں بے پروائی کرینگے تو کیا میری تصحیح کے رہ دار ہونگی۔ بھائی تمنے بھی اور منشی شیو نراین صاحب نے بھی تجھا
مین ایک عبارت لکھتا ہون اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت مین چھاپئے۔ نامہ نگار غالب کا یہ بیان ہی

یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اسکو مین نے مطبع مفید خلائق مین چھپوایا ہے اور میری رائے مین اسکا قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحب مطابع جبتک مجھ سے طلب رخصت نکرین اپنے مطبع مین اسکے چھاپنے پر جرأت نکرین اسکے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیو نراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دین یہ باتین پہلے بھی لکھ چکا ہون اب یہ امر ضروری الاظہار ہے اسواسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اردو عبارت دوسرے یہ کہ میری شفیق سید حکیم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھون نے ایک بات جواب طلب لکھی اسکا جواب اسی خط مین لکھتا ہون تمکو چاہیئے کہ ان سے لکھدو بلکہ یہ عبارت انکو دکھادو بندہ پرور نواب عطاء اللہ خان میرے بڑے دوست اور شفیق ہین انکے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونون صاحب صحیح و سالم ہین۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گانو ہے وہان رہتے ہین شہر مین اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہین اور انکے مکانات قرق ہین ضبط ہو گئے ہین نہ واگزاشت کا حکم ہے۔

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی مین تمکو ہنسانا تمھارا ہی کام ہے بھائی تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اٹھاؤگے۔ روپیہ جمع رہنے دو۔ آمد اچھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نکرو اور درخواست دیدو بعد نو مہینے کے روپیہ تمکو ملجائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے مین کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر جیتا رہا ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اسکو مدت چاہیئے رستخیز بیجا ہو چکا اب ہو تو رستخیز ہو یعنی قیامت اور اسکا حال معلوم نہین کہ کب ہوگی اگر اعداد کی حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز ہوتے ہین۔ احتمال فتنہ سال آئندہ کا سو بھی موہوم۔ میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جا کر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میرے حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا اور وہان گیا تھا اگر نواب صاحب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ ہزار روپیہ کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دو سو روپیہ مہینہ کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کہ آیا دہ ہو رامپور سے گئے ہوے انکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا انھون نے

نواب صاحب نے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اسکو جواب دو نواب صاحب نے برطرف کر دیا یہ تو سن لیا اب تم اصل حقیقت سنو۔ نواب یوسف علیخان بہادر تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں آگے گاہ گاہ کچھ بھیجا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہیں بلاتے تھے اب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا بشرط حیات بعد برسات کے پھر جاؤنگا وہ سو روپے مہینا یہاں ہوں وہاں رہوں خدا کے ہان سے میرا مقرر ہے غالب ۳۱ مارچ ۱۸۶۰ء ❖

ایضاً کیون صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندرآباد کے رہنے والے دلی کے خاک نشینوں کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہاں کی ڈاک میں نہ جائے بہرحال سے کس شنید یا نشنود من گفتگوئے میکنم۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ تاریخ نومبر کو ۲۲ جلدیں پہنچی ہوئی برخوردار شیونراین کی بھیجی ہوئی پہنچین کاغذ۔ خط تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپہ سب خوب دل خوش ہوا اور شیونراین کو دعا دی۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں معلوم نہیں منشی شیونراین نے اندور کو واسطے راؤ امید سنگھ کے کسطرح بھیجی ہیں یا نہیں بھیجیں صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصد کا حال لکھو۔ سکندرآباد کب تک رہوگے آگرہ کب جاؤ گے شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب ❖

ایضاً۔ صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک میں ارسال کر چکا ہوں آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط اور پارسل دونوں پہنچ گئے ہونگے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جیسا ہو جلد روانہ کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہے اسنے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا اٹھارہ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۵ھ میں بیمار پڑ کر مر گیا اب اسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اسکے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اسکو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجھکو عزیز اور فکر شعر متروک بہرحال یہ واقعہ تمہارے حسب حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالو گے وہ مجھسے کہاں نکلیں گے

بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھ دو مصرع آخر میں یافتہ تاریخ ڈال دو۔ نام اسکا برج موہن تھا اور اسکو بابو نام
کہتے تھے چنانچہ میں بحر ہزج مسدس محذوف میں ایک شعر تمکو لکھتا ہون چاہو اسکو آغاز مین رکھ دو اور
آیندہ اسی بحر مین اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو لیکن یہہ خیال رہے کہ سائل کو متوفی کا نام درج
ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوا اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر مین نہین آسکتا وہ شعر میرا یہہ ہے

برہمن چون نام بابو برج موہن	چکد خون دل ریش از لب من

غالب نگاشتہ روز جمعہ سی ام اپریل سنہ ۱۸۵۸ع +

ایضاً۔ بھائی تمھارا وہ خط جسمین اوراق مثنوی ملفوف تھی پہنچا۔ اوراق مثنوی اوراق دستنبو
کے ساتھ پہنچینگے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب جُدا جُدا لکھتا ہون۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب نے
مرزا حاتم علی بیگ صاحب سے کیون کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجھکو لکھ بھیجے کہ نثر آپکی اور مرزا صاحب نے
پسند کی اب اُنسے میرا سلام کہو اور یہہ کہو کہ آپکے تشکر بجا لانے کا شکر بجا لاتا ہون۔ چھاپے کے باب
مین جو آپنے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اِس تحریر کو جب دیکھوگے تب جانوگے اہتمام اور عجلت اِسکے
چھپوانے مین اسواسطے ہے کہ امین سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجونگا اور ایک جلد بذریعہ
انکے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کرونگا اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہوگی اور صاحبان مطبع کو اسکا انطباع
کیون نامطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی مین مجھکو ہنسایا وہ کون ملا تھا جسنے تمکو پڑھایا ہے
گرچہ عمل کار خردمند نیست + عمل کار اہل کار + یہہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت مین ہے
جز بخردمند مفرما عمل + یعنی خدمت و اعمال سوائے علما و عقلا کے اور کی تفویض نکر پھر خود
کہتا ہے گرچہ عمل کار خردمند نیست + یعنی گرچہ خدمات و اشتغال سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام
نہین ہے عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے تئین خطر مین ڈالے۔ عمل الگ ہے اور انصاف یہ ہے بطریق خردمند کے
خدا کی عمل کار اہل کا دیکھے ہے یہہ نہین آتا مگر قتیل اور واقف یا اور یورپ کے ملکیون کی فارسی فقط غالب

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بنجائین ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ انت متا سو متا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا آپ جو مین اُس شخص کو نصیحت کرون وہ کیا سمجھیگا کہ غالب کیا جانے عبدالرحمن کون ہے اور مجھسے اُس سے کیا رسم و راہ ہے بے شبہ جانیگا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا۔ مین اُسکی نظر مین سبک ہوجاؤنگا اور تم سے وہ سرگران ہوجائیگا اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیزون مین گنا ہے بندہ پرور مین تو بنی آدم کو مسلمان یا ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہون اور اپنا بھائی گنتا ہون دوسرا مانے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیزداری جسکو اہلِ دنیا قرابت کہتے ہین اُسکو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اُسکے مراتب و مدارج ہین نظر اس شیوہ پر اگر دیکھو تو مجھکو اُس شخص سے خس برابر علاقہ عزیزداری کا نہین از راہ حسنِ اخلاق اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خان عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اُسکے سالے کا بیٹا اُسکو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُسکو لکھنا لغو و بیفائدہ بلکہ مُضر ہے تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفےٰ خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہین اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندرآباد آنا معلوم ہوگیا۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خرم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہین کرتا۔ سچ کہتا ہون کہ تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب مین دیر اس راہ سے ہوئی کہ مین مصطفےٰ خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا۔ تین دن وہان رہا۔ کل وہان سے آیا ہون تمکو خط لکھا۔ محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ء۔ غالب

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اُس نے پارسل موم جامہ مین لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو مین بھی حیران ہوا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا

بارے اسکی تحریر دیکھی تو تمھارے ہاتھ کا ہیم فلٹ لکھا ہوا اور ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُسکے آگے کالی مُہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ بیرنگ دلوائیے۔ دلوا دیئے اور پارسل لے لیا مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اسکو خطوں کے بکس میں ڈالدیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُسکو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیجدیا وہ صاحب جو میرے عُرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں یعنی منشی بھگوان پرشاد رشل خوان میرا سلام قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ع

ایضاً بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے۔ آج صبحکو ایک خط بھیج چکا ہوں اب اسوقت تمہارا خط اور آیا۔ سنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اسکے ہر حرف پر میری جان نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسداللہ خان نہیں لکھا جاتا میں نے بھی موقوف کر دیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اسمیں تمکو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو بھائی کو کہنا اُنکے خط کا جواب صبحکو روانہ کر چکا ہوں۔ میرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہای کتاب کے باب میں برادر زادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو میرزا صاحب سے مجکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب ہاں ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُسکے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے۔ حکیم احسن اللہ خان یہ چاہتے ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جسقدر ہوں وہ جو چھاپہ خانے میں مسودے رہتے ہیں اسکی نقل کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی اور ابتدای ۱۸۵۸ع سے اُنکا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُنکو ایک لفافہ میں بھیجے جائیں اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُنکو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب میرزا حاتم علی بیگ صاحب

لکھ چکا ہون اور اب تک آثار قبول ظاہر نہین ہوئے لفافے حکیم صاحب کے پاس پہنچے نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپکو اسمین سعی ضرور ہے اور وہان صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کشمیری بازار مین ہی مگر آپ مجھکو لکھین کہ مفید خلائق کا مطبع کہان ہی عجب ہی کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہ لکھا۔ فرمایش حکیم احسن اللہ خان صاحب کی بہت اہم ہے عند الملاقات میرا سلام کہکر اسکا جواب بلکہ وہ اخبار اُنسے لیجیو۔ جمعہ۔ ۷ ستمبر

ایضاً بھائی مین نے مانا تمھاری شاعری کو مین جانتا ہون کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تمنے التزام کیا ہی ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر کہنے کا اسمین ضرور نشست معانی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ لکھو اسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیون صاحب ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی تم سے سکندرآباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہوگا۔ کیا ہنسی آتی ہے تمہاری باتون پر خدا تمکو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تمکو دے۔ جانی جی کی بڑی فکر ہے مین تمکو لکھا چاہتا تھا کہ اُنکا حال لکھو تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تمکو بھی نہین معلوم کہ وہ کہان ہین یقین ہے کہ اجمیر مین ہونگے مگر خط نہین بھیجا جاتا کہ وہان مقیم نہین ہین خدا جانے کب چل نکلین۔ بہرحال تم بھرتپور سے قریب ہو اور انکے متوسلون کو جانتے ہو اگر ہو سکے تو کسی کو لکھکر خبر منگوالو اور جو کچھ تمکو معلوم ہو وہ بھی مجھکو لکھو منشی صاحب یعنی منشی عبد اللطیف کول مین آگئے۔ کل اُن کا خط مجھکو آیا تھا آج اسکا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ۔ یکشنبہ ۲۱ ماہ اگست سنہ ۱۸۵۳ع

ایضاً بھائی آج مجھکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط مین تمکو کمال سراسیمگی مین لکھتا ہون جسدن میرا خط تمکو پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اسیوقت جواب لکھکر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو۔ منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے بلاجہ بھرتپور کی بیماری کی خبر سُنی جاتی تھی کل سے اور بُری خبر شہر مین مشہور ہے تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تمکو تحقیق حال معلوم

جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجھکو غم نہین مجھکو فکر جانی جی کی ہے کہ انکے علاقہ مین تم بھی شامل ہو۔ صاحبان انگریز نے ریاستون کے باب مین ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مر جاتا ہے سرکار اُس ریاست پر قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری بندوبست مین کوئی قدیم الخدمت موقوف نہین ہوتا اس صورت مین یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم رہے مگر یہ تفصیل مین معلوم نہین مختار کون ہے اور تمہارے بابو صاحب مین اور اس مختار مین صحبت کیسی ہے رانی سے انکی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن انہون نے ازراہِ دوراندیشی تمکو متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اور لاابالیانہ زندگی بسر کرتے تھے تو اب تمہارا وہ روش پھینکنا آپ تمکو بھی لازم آ پڑا ہے جانی جی کے ساتھ رہنا اور حکام والا مقام سے ملنا پس چاہئیے کہ کول کی آرائش سا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری راے مین یون آیا ہے اور مین نہین لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہین یا اجمیر ہی مین ہین۔ کس فکر مین ہین اور کیا کر رہے ہین۔ واسطے خدا کے مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرح جو کچھ واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو مجھکو لکھو اور جلد کہ مجھپر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو مین نے سنا آج صبح قلعہ مین گیا اور یہ خط لکھ کر ازراہِ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا آدہ آنہ ایسی چیز نہین ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھکر جلد پہنچا دیتے ہین اور پوسٹ پیڈ پڑا رہتا ہے جب اس محلہ مین جانا ہوتا ہے تو اسکو بھی لیجاتے ہین زیادہ کیا لکھون کہ پریشان ہون

نوشتہ چاشتگاہ دوشنبہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۸۵۸ء۔ ضروری جواب طلب

ایضاً میان مرزا تفتہ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بددور تسلسل معنی سلاست الفاظ ایک مصرع مین تمکو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہان شوکت پہنچا وہان تم پہنچے وہ مصرع یہ ہے ع چاک گردیدم و از جیب بدامان رفتم

پہلا مصرع تمہارا اگر اسکے پہلے مصرع سے چسپاں ہوتا تو میرا دل اُس سے زیادہ خوش ہوتا خدا تمکو اتنا جلائے کہ ایک
دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھو مگر خبردار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا صاحب مجھے اُس بزرگوار کا
معاملہ اور یہ جو تمنے اُسکا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے میں نے اُسکو
دوست بطریق طنز لکھا ہے بہرحال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھکر اُسکو بھیجا اُسکی ان مرے
اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو - بڑا پرانا قصہ تمنے یاد دلایا - داغ کہنہ حسرت کو چمکایا
یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر
کے پاس گذرا اور جسدن گذرا اُسی دن پانچہزار روپے کے بھیجنے کا حکم ہوا - متوسط یعنی منشی
محمد حسن نے مجھے اطلاع نہ دی - مظفر الدولہ مرحوم لکھنو سے آئے اُنہوں نے یہ راز مجھپر ظاہر کیا اور
کہا کہ خدا کیواسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا ناچار میں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ
تم دریافت کرکے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گذری اُنہوں نے جواب لکھا کہ پانچہزار ملے
تین ہزار روشن الدولہ نے کہائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اسمین سے
جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا - اگر نہ بھیجا ہو تو مجکو لکھو میں نے
لکھ بھیجا کہ مجھکو پانچ روپے بھی نہیں بھیجے اسکے جواب میں اُنہوں نے لکھا کہ اب تم مجھکو خط لکھو
اُسکا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجکو معلوم ہوا
کہ وہ قصیدہ حضور میں گذرا مگر یہ میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا میں کہ ناسخ ہوں
اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُنکا کہایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تمکو بھیجدونگا بھائی
یہ خط لکھکر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خط روانہ ہوا - تیسرے دن شہر میں خبر اُڑی کہ
نصیر الدین حیدر مرگیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے غالب دوشنبہ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً ہٗ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ بیٹھو اور میری حقیقت سنو یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے تھے

اُنسے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تمکو اُنکے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم نگلش صاحب کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کرکے اپنی طرف سے تمکو لکھا دونون دیوان تمہارے اور نشتر عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابین تمہاری بھیجی ہوئی اُنکو پہنچین صاحب تمسے بہت خوش اور تمہارے بہت معتقد ہین کہتے ہین کہ ہم جانتے ہین اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان مین نہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اِس التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھین گے باقی ما بخیر۔ تمنا بسلامت ہان اُنکو تحت مین عمدہ عمدہ مشاہیر کے علاقہ مین۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اِس امر مین اُنسے کلام کرون میرا عجب حال ہے۔ حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون نہین باور آتا ہے

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی بدست مرگ ولی بدتر از گمانِ تو نیست

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ جتنی قوتین انسان مین ہوتی ہین سب مضمحل ہین حواس سراسر مختل ہین۔ حافظہ گویا کبھی نہتھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہتھی۔ رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین سالِ گذشتہ اُنکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اسکا کام ہے اور مین اپنے حواس نہین پاتا متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف ہون جو کچھ مجھکو آپکی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے تو سکھ بسر ہو ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپکی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے برس دن سے اُنکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکھو آگے کیا ہوتا ہے آجتک نواب صاحب از روی جوانمردی دیئے جاتے ہین اور بھائی تمہاری مشق چشم بد دور صاف ہوگئی رطب و یابس تمہارے کلام مین نہین رہا۔ اگر خواہی نخواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ مین چراغ دم صبح و آفتاب سرکوہ ہون ؛

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ۔ ۱۲ رجب۔ نجات کا طالب غالب ؛

ایضاً۔ میرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاکمین ڈالکر آیا کہ

اُسکے پیچھے تب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمہارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھدی تین جز زائد بھی اور اُسکا دیکھنا
شروع کیا بیکار محض اور تنہا ہوں - پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہو گی خوب لکھا ہے تو یوں ہے
ان اشعار میں تم نے بہت خط اُٹھایا جیتے رہو - تمہارا دم غنیمت ہے - بھائی کا حال مفصل لکھو پنشن کے
طالب ہیں یا نوکری کے - منشی عبد اللطیف کہاں ہے اور کس طرح ہے علاقہ بنا ہوا ہے یا جاتا رہا - صاحب
لفٹنٹ گورنری کا محکمہ آلہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے - منشی غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکر
ہیں یا مستعفی - عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا آلہ آباد جائیگا اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے
چاہیئے یہ بھی وہیں جاوے آج تمہارے اشعار کا کاغذ بہ ملفوف پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک
میں بھیجا گیا ہے - یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ چار دن میں پہنچ جاوے

غالب یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ع

ایضًا مرزا تفتہ - ایک امر عجیب تمکو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کی موجب نشاط مفرط
ہوگا میں اجرای پنشن سرکار انگریزی سی مایوس تھا بارے وہ نقشہ پنشنداروں کا جو یہاں سے بنگالہ
صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پانے کا مستحق نہیں ہے
گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہاں
آیا اور مشہور ہوا میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہوں کا بٹنا شروع
ہوگا - دیکھا چاہیئے پچھلے روپے کی باب میں کیا حکم ہوتا ہے - غالب ۱۲ اپریل سنہ ۱۸۶۰ع

ایضًا صاحب تمہارا خط آیا میں نے اپنے مطالب کا جواب پایا - امراؤ سنگھ کے حال پر اسکے واسطے
مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار انکی بیڑیاں کٹ چکی ہیں اور ایک
ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے
نہ دم ہی نکلتا ہے اُسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لونگا تو کیوں بلا میں پھنستا ہے وہ جو حضرت

تم نے لکھا ہے وہ حکیم سنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ مین مرقوم ہے ؎

پسرے با پدر برازی گفت | کہ مرا یار شو بہمرہ جفت
گفت بابا زنا کن و زن نہ | پند از خلق گیر و از من نہ
ور زنا گر بگیردت عسسے | رہسلد کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند | ور تو بگذاریش چہا نکند

بس اب تو تم سکندر آباد مین رہے۔ کہین اور کیون جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اُٹھا چکے ہو۔ اب کہان سے کھاؤ گے۔ میان نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خرچ ہے کہ وہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جاے مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے ؎

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام | زین ہوسہا بگذر یا مگذر مے گزرد

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہون نہ مقید نہ رنجور ہون نہ تندرست۔ نہ خوش ہون نہ ناخوش نہ مردہ ہون نہ زندہ جیئے جاتا ہون۔ باتین کیئے جاتا ہون۔ روٹی روز کھاتا ہون۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہون جب موت آئیگی مر رہونگا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بر سبیل حکایت ہے بارے جہان رہو جسطرح ہو ہر ہفتہ مین ایکبار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۸ع۔

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتین ہمین پسند نہین ۱۸۵۸ع کے خط کا جواب ۱۸۵۹ع مین بھیجتے ہو اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف یہ ہے کہ مین بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آجکل امید سنگھ یہین ہین اور ابھی نہین جائینگے۔ تمہارا مدعا حاصل ہوگیا ہے جسدن وہ آئے تھے اُسی دن مجھسے کہہ گئے تھے مین بھول گیا اور اُس خط مین تم کو نہ لکھا صاحب وہ فرماتے تھے کہ مین نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے

تضمین اشعار گلستان کی اُنکی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی مین اُسکے پاس بھیجدیئے ہین یقین ہے
کہ وہ ایران کو ارسال کریگا۔ اُمید سنگھ نے اِس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ مین بھول گیا اب جو تمکو اِس
خیال مین بتلایا پایا تو اُنکا بیان مجکو یاد آیا۔ جانتا ہون کہ وہ کہان رہتے ہین۔ دوبارہ اُنکے گھر گیا بھی
ہون مگر محلہ کا نام نہین جانتا۔ نہ میرے آدمیون مین کوئی جانتا ہے اب کسی جاننے والے سے پوچھکر
اُنکو لکھ بھیجونگا۔ میر بادشاہ صاحب سے عندالملاقات میری دعا کہدینا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ
لکھنے کی قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ مین نے تمکو اُنکو کبھی نہین دیکھا تھا
ناگاہ مجھسے آکر ملے اور تمہارا حال پوچھتے رہے مین نے کہدیا کہ بخیر و عافیت سکندرآباد مین ہین
جب مین نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہین اُنہون نے کہا صاحب وہ بزرگ اور
اُستاد ہین۔ مین اُنکا شاگرد ہون۔ کہین میرٹھ کے علاقہ مین نوکر ہین بسبیل ڈاک
آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُنکا وطن ہے اور نوکری بھی وہ
اسی ضلع مین ہے۔ غالب۔ نگاشتہ دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ع ◆

ایضاً صاحب قصیدہ کے چھاپے جانیکی بشارت صاحب مطبع نے مجکو بھی دی ہے خدا
اُنکو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط مین اُنکو ایک مصرع کی نشاندہی لکھ چکا ہون مین سراسر
اُنکا ممنون احسان ہونگا۔ میرا سلام کہنا اور لفافہ اخبار کے پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام
کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا۔ خدا جانے اُمیر کیا جوگ پڑا تھا میرا اُنہون نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
پھر یوسف علی بیگ کی کیون تلف ہو۔ شبہ بفتح صاد ہے سبب لغت فارسی ہے بکسر دیا ہے معروف
و ہائے ہوز مفتوح و ہائے ثانی زدہ۔ اور عربی مین اسکو صہیل کہتے ہین۔ [illegible] کی لغت نہین
نہ عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام مین [illegible] لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے غنیمت کا کیا گناہ
[illegible] لکھ دیا ہے

بھائی مہر خوان کے دو معنی ہین ایک تو خطاب ہے جو سلاطین امرا کو دین اور دوسرے وہ نام کہ جو لڑکون کا پیار سے کہین یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تمنے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے جو تمہارے ذکر مین ہے پہلے مہر خوان کے معنے حاشیہ پر چڑھ گئے ہین مکرر لکھنے کی حاجت نہین اور اگر لکھو بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیون مضائقہ فرمائین۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان کونسل کی رو سے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ مین منظور و مقبول نام میرا جسطرح چاہو لکھدو ۵

بنام آنکہ او نامے ندارد ۔۔۔ بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرہ بیمقدار کا سلام قبول کرین۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہون آج یا کل پہنچ جائیگا رات سے ایک بات اور خیال مین آئی ہے مگر چونکہ محکم وکار فرمائی ہے کہتے ہوئے ڈرتا ہون۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہون بات یہ ہے کہ دو جلدین طلائی لوح کی ولایت کیواسطے تیار ہونگی اور وہ چار جلدین جو یہانکے حکام کیواسطے درکار ہونگی۔ انکی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیون بھائی صاحب قرار داد اور تجویز یہی ہے اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدین کس کسکی نذر ہین۔ نواب گورنر بہادر۔ چیف کمشنر بہادر۔ صاحب کمشنر بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی۔ یہ کیا میری بدوضعی ہے کہ جناب آڈمنسٹین صاحب کی نذر نہ بھیجون ——
آخر گورنمنٹ کی نذر نہین کی معرفت بھیجونگا نہ صاحب ایک جلد انکی نذر بہت ضروری ہے آپ گنجایش نکالکر جیسی یہ چار جلدین بنوائین۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوالین۔ یقین ہے کہ آپ اس بات کو پسند فرمائینگے اور چار کیجگہ پانچ بنوائینگے یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہون معاف کیجئے۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط مین سے اس مادۂ تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تمکو لکھ چکا ہون۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ ایک خط مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح پنجشنبہ۔ سی ام ستمبر ۱۸۵۵ع ⁂

ایضاً جی مرزا تفتہ تمنے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو بھی اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہای کیا بری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہان ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائنچے لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہین بلکہ بے تکلف سنبلستان ایک معشوق خوبرو ہے۔ بدلباس ہے۔ بہرحال دونون لڑکون کو دو دو جلدین دیدین اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب ✣

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون۔ کہتا تماشا ہے کہ خط تمہارا پہونچتا ہے اور میرا خط نہین پہنچتا میرے خط کے نہ پہنچنے کی یہ دلیل ہے کہ تمنے اصلاحی غزل کی رسید نہین لکھی۔ مین نے کتب کا پہنچنا تمکو لکھا تھا اسکا تمنے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۲۴ جلدین پہنچ گئین اور تقسیم ہو گئین۔ سات کتابین مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق اُنکی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیو نراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جاینگی اور بھی منشی شیو نراین نے اور ور کی کتابون کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہین شاید مین تمکو لکھ بھی چکا ہون میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے دوست ہین۔ دلی ان دنون مین آئے ہوئے تھے مجھسے مل کر گئے ہین انکو ایک کتاب ضرور بھیجدینا بھائی مین ہرگز نہین جانتا کہ میر بادشاہ دہلی کون ہین اور پھر ایسے کہ جو کہین کے متصدی ہین کچھ ان کے خاندان کا حال اور اُن کے والد کا نام لکھو تو مین غور کرون ورنہ مین تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہین ہون۔ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۶۰ء وقت دوپہر ✣

ایضاً بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندرآباد سے اور ایک علیگڈہ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب مین کچھ حال لکھینگے اور تم اپنے موافق وعدے کے مجھکو لکھو گے

اب جب اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئیگا تب تمہارے اشعار تمکو پہنچینگے ہائے ہائے میر تفضل حسین خان ہائے ہائے

رفتی و مرا خبر نہ کردی　　بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہاں یہہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳ فروری ۱۸۵۴ع

ایضاً صاحب۔ ایک خط تمہارا پرسون آیا اُسمین مندرج تھا کہ مین میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبحکو ایک خط اور تمہارا آیا اور اُسمین مندرج تھا کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسون کے خط مین بھی اور آجکے خط مین بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہمنے بھیجا ہے۔ بیسوین جون کو آج دسوان دن ہے اِس دن مین کوئی پارسل کوئی پمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہین پہنچا۔ آخری پمفلٹ پاکٹ وہ مثنویون کا وہ تھا کہ جسمین ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اُسکی ارتھی جلتی رہی اُسکا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا سو اُن دو مثنویونکو مین نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یون یاد پڑتا ہے کہ تمنے اُسکی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲۰ جون سے آگے کا ہے بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہین آیا۔ اصلاحی کاغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ مین نہین رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے مین ناچار ہون بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تمپر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا یا تمنے اُسکا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جسمین میر بادشاہ کا دلی آنا اور اُنکا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ مین اور اُن مین ہونا معہذا راجہ اُمید سنگھ کا دلی مین آنا اور بیخبر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُنسے ذکر ہونا اور اُنکا یہ کہنا کہ اُنکا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو مین نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا اب مین کیا جانون کہ تمکو یہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جسکو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہین آیا

غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹ جون ۱۸۵۸ عیسوی۔ وقت نیمروز

ایضاً اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو چھپے ہون یا پانسو ہون سب بدلوا ڈالنا۔ کاغذ کا جو نقصان
ہو وہ مجھ سے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے مین ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال پر
دھبہ لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ مین بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا لکھتے ہو
مرزا صاحب دو جلدین درست کرینگے یہ تو صورت اور ہی لیتے ہین چھ جلدین بارہ روپے کی لاگت
مین بکار رسا دی و ہنر پروری برخوردار منشی عبد اللطیف چاہتے تھے مین منتظر تھا کہ آپ انکا قبول کرنا
مجکو لکھو گے اور روپیہ مجھسے منگواؤ گے تاہم عبد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل
ہوئے تھے تو چھ جلدین بنوا لیتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وہ بہت پر تکلف اور چار
بہ نسبت اسکے کچھ کم اگر یون ہے تو یہ تعاہد دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ رای امید سنگہ کے نام کا
خط باحتیاط بھیجے وہ جب وہ آئین انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھدیا تھا۔
اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا شروع ہو کر دو ورق تک پہنچ گیا۔ کیا عجب ہے کہ کتابین جلد منطبع
ہو جائین۔ ہمارے منشی شیو نراین صاحب اپنے مطبع کے اخبار مین اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار
کیون نہین چھاپتے تاکہ درخواستین خریداری کی فراہم ہو جائین۔ میرزا تفتہ سنو۔ انھون نے میرے محسن حکیم احسن اللہ
خان اقتباس عالم لکھتا ہے کہ خریدار ہو بینا دوشنبہ جب آپکو کہتے کہ برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہو حضرت لا و کلم جواب
مین نہین لکھا تم اسنے کہو کہ وہ ہمیشہ سے ہی خریدار ہین۔ آج ۷ ستمبر کی ہے دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب کے
نام کے سرنامہ خانچند کے کوچہ کا پتا لکھکر روانہ کرین آیندہ ہفتہ بہفتہ بھیجے جائین اور حکیم احسن اللہ خان کا
خریدارون مین لکھ لین دوسرے اخبار نکو مین ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے
جسدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اسدن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کرکے ارسال
کرین کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہان سے بھیجی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے اسکو کہکر
جواب لیکر مجکو اطلاع دو۔ نیسبت مرزا با آپون انکی درستی کی خبر ہو۔ باقی جو چھاپے گئے

حالات ہون اُس کی آگہی ضرور ہے - غالب پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے مین اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانون
مین نے یہ کہا تھا کہ بشرط اقامت بلا لونگا اور پھر لکھتا ہون کہ اگر میری اقامت یہان کی ٹھیری تو
بے تمھارے نہ رہونگا نہ رہونگا زنہار نہ رہونگا - منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی
سے رامپور پہنچا - تلف نہین ہوا اگر مین یہان رہ گیا تو یہان سے اور اگر دلی گیا تو وہان سے صلاح
دیکر اُنکے اشعار بھیجدونگا - بے صبر کو ایکبار پہنچا پھر صبر چاہیئے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے
ازبسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتے ہین اور ہر وقت آتے ہین - فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی
تم ہی رنجہ کو اُنکے پاس بھیجدینا - غالب - سہ شنبہ ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۰ء

ایضاً کیون صاحب مجھسے کیون خفا ہو آج مہینہ بھر ہو گیا ہوگا یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا
کہ آپکا خط نہین آیا - انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس
دو چار دوست نہ بیٹھے ہون - اب اِن دنون مین ایک شیو جی رام برہمن اور بالمکند اُسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ
گاہ گاہ آتے ہین اُن سے گذر کر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے اُن
دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کس طرح ہین وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین
صاحبون کی آنے کی توقع نہین وہ دونون صاحب گاہ گاہ - ہان ایک تم کہ ہر مہینے مین ایک دو بار مہربانی
کرتے ہو سو تم صاحب اپنے پر لازم کر لو ہر مہینے مین ایک خط مجھکو لکھنا اگر کچھ کام آ پڑا دو خط
تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے مین ایکبار بھیجدی - بھائی صاحب کا بھی خط
دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیجدیا گیا - مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد
گئے ہون کسواسطے کہ مجھکو بمبئی مین لکھا تھا کہ اوائل جون مین جاؤنگا بہرحال اگر آپ آزردہ نہین
تو جسدن میرا خط پہنچے اُسکے دوسرے دن اسکا جواب لکھیئے - اپنی خیر و عافیت منشی صاحب کی

خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال ان سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت مین ضرور لکھنا اور جو وہان آیا ہو لیے اُسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہان کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ آگرہ کا حال کیا ہے وہان کے رہنے والے کچھ خائف ہین یا نہین۔ غالب۔ نگاشتہ شنبہ۔ ۱۹ جون ۱۸۵۹ع

ایضاً برخوردار مرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سچے اور مین معذور۔ میری کہانی سنو۔ آخر جون مین صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائین سال مین دو بار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کرین۔ ناچار ساہوکار سے سود کاٹکر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی مدد بھی صرف ہوئی۔ سود چھ مہینہ تک اسیطرح کٹوا کر دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے مین جائیگی

	رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پر مدار	
	مجکو دیکھو کہ ہون بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار	

دس گیارہ برس سے اس تنگنا مین رہتا تھا آٹھ برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر ستر روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جسنے لیا ہے اُسنے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان کہین ملے تو مین اُٹھون بیدرد نے مجکو عاجز کیا اور مدد لگا دی صحن بالاخانہ کا جسکا دو گز عرض اور دس گز کا طول مین پاشیدہ گئی۔ رات کو وہین سویا۔ گرمی کی شدت پاڑ کا قرب گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کلکتہ ہے اور مجکو پھانسی ملیگی تین راتین اسیطرح گزرین۔ دوشنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آ گیا وہان جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بنسبت اُس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیماران کا۔ اگرچہ ہے یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہین پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئین کے پتے سے آتے ہین اور بے تکلف یہین پہنچتے ہین۔ بہرحال تم وہی دلی بلیمارون کا محلہ لکھکر خط بھیجا کرو۔ دو مسودے

تمہارے اور ایک مسودے صبر کا یہ تین کاغذ پیش ہیں وہ ایک دن میں بعد اصلاح ارسال کئے جاوینگے
خاطر عاطر جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع۔

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر میں کیا ایسا سحر طرازیاں کرتے ہیں
آپ ضرور آپ اٹھا ہی کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھیں۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ زین العابدین خان مرحوم
میرا فرزند تھا اور اب اُسکے دونو بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آ رہے ہیں اور دم بدم مجھکو ستاتے
ہیں اور مین تحمل کرتا ہون خدا گواہ ہے کہ مین تمکو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہون پس تمہاری نتائج طبع
میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتون سے کہ مجھے کھانا نہین کھانے دیتے مجھکو دوپہر
سونے نہین دیتے ننگے پاؤن پلنگ پر رکھتے ہین کہین پانی لنڈھاتے ہین کہین خاک اُڑاتے ہین
مین نہین تنگ آتا تو ان معنوی پوتون سے کہ یہ باتین نہین کرتے کیون گھبراؤنگا آپ انکو
جلد میرے پاس بیرنگ ڈاک بھیجدیجئے کہ مین انکو دیکھون۔ وعدہ کرتا ہون کہ پھر جلد انکو تمہارے
پاس بیرنگ ڈاک بھیجدونگا۔ حق تعالی تمہارے عالم صورت کے بچون کو جیتا رکھے اور ان کو
دولت و اقبال دے۔ اور تمکو انکے سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچون یعنی نتائج طبع کو
فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط انکے خط کے جواب مین
پہنچا ہے انکو بھیجدیا اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آگرہ کو جانے لگو تو مجھکو اطلاع کرنا اور تاریخ
روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون والدعا۔ اسد اللہ نگاشتہ جمعہ ۱۸ جون سنہ ۱۸۵۸ع

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین آپکا وہ خط جو آپنے کانپور سے
بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کی سیر سفر کا حال اور آپکا لکھنؤ جانا اور وہانکے شعراء سے ملنا سب معلوم ہوا
اشعار جناب بابو صاحب کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور انشا سے اور فوائد جدید
کہ میرا شیوہ ہے عمل مین آیا جبتک کہ انکا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہ ہو کیونکر

کوا عذرِ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجون اب جو تمہاری لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک اکبرآباد آؤگے تو مین نے یہ خط تمہارے نام لکھکر لفافہ کر رکھا ہی آج انیسوین ہی پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو مین نے خط اسواسطی نہین لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھدیا ہی تمکو چاہیئے کہ انکی خدمت مین میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے انجام اور حصولِ مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہی اسکو غور سے پڑھیئے اور دستور العمل گردانیئے نہ کہ سرسری دیکھیئے اور بھول جائیئے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت مین تھا اب تمسے کہتا ہون کہ وہ جو تمنے اس شخص کوئلی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض انکا لغو اور پرسش انکی بیہودہ ہو مگر ہمارا یہ منصب نہین کہ معترض کو جواب دین یا سائل سے بات کرین تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہی گویا ہمپر ہے اس سے ہمین کام نہین کہ وہ مانین یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس مین معقول و استوار ہے جو دانا ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھین ہمکو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین کے واسطے دوستون کے اور یارون کے ہی نہ واسطے اغیار کے تمہین یاد ہوگا کہ مین نے تمہین بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ ہو اور غیر کی غلطی سی کام نہ رکھو آج تمہارا کلام وہ نہین کہ کوئی اسپر گرفت کر سکے مگر ہان ؎ حسود را چہ کنم کو ز خود برنج در است ÷ والسلام والاکرام۔ اسد اللہ رقمزدہ ۱۹ فروری و مرسلہ بست و یکم فروری ۱۸۵۲ء ÷

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا مین چار دن سے کزر مین مبتلا ہون اور نرہ یہ ہی کہ جسدن سو لرزہ چڑھا ہی کھانا مطلق مین نے نہین کھایا آج پنجشنبہ پانچوان دن ہی کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج مین بہت ہی ناچار احتراز کرتا ہون۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہین لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہین

ہوئی۔ بابو صاحب والا مناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اب اس سال مین وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری
سے بھاگتا ہے کیون تکلیف کرین اور اگر بہرحال اُنکی مرضی ہے تو خیر فرمان پذیر ہوں اشعار سابق و حال
میرے پاس امانت ہین بعد چھپی ہونیکے اُنکو دیکھونگا اور تمکو بھیجدونگا۔ اتنی سطرین مجھ سے بہزار جبر
ثقیل لکھی گئی ہین۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۸۵۴ء۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جسمین ہم تم باہم
دوست تھے۔ اور طرح طرحکے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان جمع
کیئے اُسی زمانہ مین ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمہارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش اُنکا نام اور حقیر
تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چندمدت
کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط مین نے
منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُسکا جواب مجکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال
و متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا اور مین جس شہر مین ہون اُسکا نام دلی اور اُس محلہ کا نام بلّیمارون کا محلہ ہے
لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈھنے کو مسلمان
اِس شہر مین نہین ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہین تو باہر کے ہین ہنود البتہ
کچھ کچھ آباد ہو گئے ہین اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکن قدیم مین بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ مین حکیم محمد حسن
خان کے مکان مین نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہون اور یہان قریب کیا بلکہ دیوار بدیوار ہین۔
گھر حکیمون کے۔ اور وہ نوکر ہین راجہ نرندر سنگہ بہادر والئی پٹیالہ کے۔ راجہ نے صاحبان عالیشان سے
عہد لیا تھا کہ بروقت غارت دلی یہ لوگ بچ رہین چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہان
آن بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ مین کہان اور یہ شہر کہان۔ مبالغہ نہ جاننا امیر غریب
سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار پنشندار دولتمند اہل حرفہ کوئی

بھی نہین ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہون۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہے اور بازپرس اور
دارو گیر مین مبتلا ہین مگر وہ نوکر جو اس ہنگام مین نوکر ہوئے ہین اور ہنگامے مین شریک رہے ہین مین
غریب شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہون خواہی اسکو نوکری سمجھو خواہی
مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب مین کسی مصلحت مین مین نے دخل نہین دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا
رہا اور نظر اپنی بیگناہی پر شہر سے نکل نہین گیا۔ میرا شہر مین ہونا حکام کو معلوم ہے مگر چونکہ میری طرف
بادشاہی دفتر مین سے یا مخبرون کے بیان سے کوئی بات پائی نہین گئی۔ لہذا طلبی نہین ہوئی ورنہ
جہان بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہین میری کیا حقیقت تھی غرض کہ
اپنے مکان مین بیٹھا ہون دروازہ سے باہر نہین نکل سکتا سوار ہونا اور کہین جانا تو بہت بڑی بات ہے
رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر مین ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہین۔
مجرم سیاست پاتے جاتے ہین۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آجتک یعنی شنبہ پنجم دسمبر
۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھکو نہین معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کیطرف حکام کو
توجہ بھی نہین۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہان باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے
نہین پاتا۔ تم زنہار یہان کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے مسلمانون کی آبادی کا حکم ہوتا
ہے یا نہین۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اس وقت تمہارا خط
پہنچا اور اسی وقت مین نے یہ خط لکھکر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا +

ایضاً آج سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ مین نے پڑھا اور جواب لکھا
اور کہاران کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا اغلب ہے تو کل پہنچ جائے۔ مین تمکو لکھ چکا ہون کہ دلی
کا قصد کیون کرتے ہو یہان آکر کیا کروگے۔ بنک گھر مین سے خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی مین میرا نام مندرج نہین نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

بدخواہی کی نہین دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مین جانتے ہین۔ فراری نہین ہون روپوش نہین ہون بلایا نہین گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہون کیسیطرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤن مگر ہان جیسا کہ بلایا نہین گیا خود بھی بڑے کار نہین آیا کسی حاکم سے نہین ملا خط کسی کو نہین لکھا کسی سے درخواست ملاقات نہین کی۔ مئی سے پنشن نہین پایا۔ کہو یہ دس مہینے کیونکر گزرے ہونگے انجام کچھ نظر آیا نہین کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہون مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہان آئے ہوئے ہین ایکبار میرے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز چہارشنبہ ۱۶ جنوری ۱۸۵۸ء وقت نیمروز۔

ایضاً کیون صاحب روٹھے ہی رہوگے یا کبھی منوگے بھی۔ اور اگر کسیطرح نہین منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو مین اس تنہائی مین صرف خطون کے بھروسے جیتا ہون یعنی جسکا خط آیا مین نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہین آرہتے ہون بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے ایک دو صبحکو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے دن انکے پڑھنے اور جواب لکھنے مین گزر جاتا ہے یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمہارا خط نہین آیا یعنی تم نہین آئے خط لکھو صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے مین بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب۔ شنبوار۔ ۵ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً مہاراج آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہرحال مجھکو کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہون اپنا دعا گو سمجھتے رہو۔ کیا کرون اپنا شیوہ ترک نہین کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والونکی مجھکو نہین آتی کہ بالکل بھاٹون کیطرح بکنا شروع کرین میرے قصیدے دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤگے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر مین بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفےٰ خان کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ انکی مدح کتنی ہے۔ میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمائش جان جاکوب بہادر کے

لکھی ہے اُسکو دیکھو کہ فقط ایک بیت مین اُنکا نام اور اُنکی مدح آئی ہے اور باقی ساری نثر مین کچھ اور ہی آور مطالب ہین واللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیرزادے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُسکی مدح نہ کرتا کہ جتنی تمہاری مدح کی ہے ہمکو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے قصہ مختصر تمہاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمہارے نام کا بدلکر اُسکے عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہے اس سے زیادہ کبھی میری روش نہین ۔ ظاہرا تم خود فکر نہین کرتے اور حضرت کے بہکانے مین آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نثر کو مہمل کہین گے کسواسطے کہ اُنکے کان اس آواز سے آشنا نہین جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والون مین جانین گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانین گے ۔ ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جسکو تم لکھتے ہو ہوا الجبن سے بھی نہ گیا ۔ ایک نسخہ طب محمد حسین خانی مین لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہے مگر اثر اسکا دیر مین ظاہر ہوتا ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیوین اور اُس مین سیہ بیجے تولہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملادین اور اُسکو جوش کرین اسقدر کہ چہارم پانی جلجاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا مین بھر رکھین اور جب باسی ہوجاوے اُسکو پئین جو غذا کھایا کرتے ہین کھایا کرین ۔ پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پئین ۔ تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی مین پئین روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑین ۔ برس دن مین اسکا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہکر یہ نسخہ عرض کردینا آگے اُنکو اختیار ہے ٭

ایضاً تمہارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا ۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکون کا پالنا بہت دشوار ہوگا ۔ دیکھو مین بھی تو اسی آفت مین گرفتار ہون ۔ صبر کرو اور صبر نہ کروگے تو کیا کروگے ۔ کچھ بن نہین آتی مین مسہل مین ہون یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہون ۔ حفظ صحت کیواسطے مسہل لیا ہے تمہارے اشعار غور سے دیکھکر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمہارے نام کا بھیجدیا ہے جب تم آؤگے تب وہ تم کو دینگے ۔ جہان جہان تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کردی ہے اور باقی اشعار بدستور رہنے

دیئے ہین اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچکر مجکو خط لکھو۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو۔ اسمین تساہل نکرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع رہے زیادہ اس سے کیا لکھون۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہٗ

ایضاً صاحب تمنے لکھا تھا کہ مین جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پاؤن سوجھ گیا تھا وہ چل نہین سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر مین سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہین سکتا ناچار تمکو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو مین تمکو آگرہ مین سمجھکر سکندرآباد خط نہ بھیج سکا مولوی قمرالدین خان کے خط مین تمکو سلام لکھا تھا۔ کل اُنکا خط آیا وہ لکھتے ہین کہ میرزا تفتہ ابھی یہان نہین آئے اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہون۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہین کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہین۔ مگر مین مل نہین سکتا۔ خط بھیجا ہے ہنوز کچھ جواب نہین آیا۔ تم لکھو کہ اکبرآباد کب جاؤ گے۔ والدعا۔ غالب۔ جمعہ۔ ۵ مارچ ۱۸۵۸ء

ایضاً صاحب میرٹھ سے آکر تمکو خط لکھ چکا ہون شاید نہ پہنچا ہو۔ اسواسطے ازروے احتیاط لکھتا ہون کہ نواب مصطفےٰ خان کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چارشنبہ کے دن تمکو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُنکے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر مین قصد اقامت نہین ہے۔ نیا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہون۔ آدمی بندرابن گئے ہین۔ کوئی مکان مول لین گے۔ وہان اپنی وضع سے رہونگا میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپکا کلام بمبئی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ [illegible]

سوادِ ہند گرفتی بہ نظمِ خود تفتہ — بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است

صبح یکشنبہ۔ سی ام جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً از عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی پل جو کچھ کہیئے وہ بلا۔ ایک آدمی رسید مہری لیکر نیل کے کٹرہ چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس۔ چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اٹھے تھے۔ وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں بھیجے گئے چوبیس روپے باقی رہے۔ وہ بکس میں رکھ دیئے۔ روپے کو رکھنے کیلئے بکس کھولا گیا۔ سو یہ قصہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آ گیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیجونگا خدا تمکو جیتا رکھے اور اچھا رکھے۔ بھائی بڑی آ بنی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ ۱۸۵۸ء۔ وقت دوپہر

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبلستان کا چھپا پا خدا تمکو مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان ہے بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی اچھی گزری۔ اچھی گزر جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجھکو نفع ہوگا سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤگے اللہ کے سوا جو کچھ ہے موہوم معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنور ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصہ ہے لاموجود الا اللہ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفے خان صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہونا بہت خوشی کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہوا کیا اچنبھا ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات بروئے کار آوے یعنی آپکا پنشن بھی واگزاشت ہو جائے انشاء اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی میں دلی سے چہارشنبہ ۱۸ کو رامپور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مراد نگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفے خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تمکو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجہان آباد پرسوں گڈھ مکتیسر رہونگا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رامپور چلا جاؤنگا۔ آپ جو مجھکو

خط بھیجو رام پور بھیجنا - سرنامہ پر رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہے اب اسی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رامپور سے لکھونگا راقم غالب مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۲ جنوری ۱۸۶۰ء

ایضًا برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالیٰ - اس لئے آگے تمکو حالات مجمل لکھ چکا ہون ہنوز کوئی رنگ قرار نہین پایا بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مرادآباد آیا اور وہانسے رامپور آئینگے بعد انکے جانیکے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھیریگا - منظور مجکو یہ ہیکہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تمکو بلالونگا جو دن زندگی کے باقی ہین وہ باہم بسر ہوجائین والدعا راقم غالب - یکم مارچ ۱۸۶۰ء

ایضًا میرزا تفتہ کو دعا پہنچے - بہت دن سے خط کیون نہین لکھا - آگرہ مین ہو یا نہین میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا - یہان سے اُسکا جواب بھیجا گیا - وہان سے اُسکا جواب آگیا مرزا تفتہ حسین صاحب کا خط پرسون آیا دو چار دن مین اُسکا جواب لکھونگا میرا حال بدستور ہے نہ امید کامیابی ہے نہ ناامیدی - بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب مین ہے دو ایک دن کے بعد جب جی چاہیگا تب اُنکو خط لکھونگا - تم اگر ملو تو اُن سے کہدینا کہ بھائی قاسم علیخان کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا - حسن اتفاق کیا کئی دن ہوئے تھے جو مین نے ایک لاہی چھینٹ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اُسوقت روپیہ لیکر آیا تھا مین روپیہ لیکر اور خط پڑھکر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا - غالب - ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء

ایضًا صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے - مین راہ دیکھ رہا کہ تمہارا خط آئے تو جواب لکھون - کل تمہارا خط شام کو آیا - آج صبحکو جواب لکھا - بات یہ ہیکہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین - مین غریب آدمی ہون مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہین تلف نہین ہوتے - بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہین ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا ہی نہین - شہر کا نام ہوتا ہے تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھکو آئے جانے اُنکی بلا کہ بلی ماروں کا محلہ

کیا چیز ہے وہ تو نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہین - سینکڑون خط انگریزی ہر روز اُنکو آتے ہین
خلاصہ یہ ہے کہ مین نے پھر اُنکی پاس آدمی بھیجا اور آپکا خط اپنے نام کا بھیجدیا - اُنہون نے میرے آدمی سے
کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین اسکا جواب کیا لکھون - محلے کا پتہ آپ بھی لکھ بھیجیے
سو مین پہلے امر واقعی تمکو لکھکر تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہون - اُنکے مکان کا پتہ بلیماروں کا
محلہ - قتون کا کوچہ - دستنبو کا یہ حال کہ مین نے ایکبار سات روپے کی ہنڈوی بھیجکر بارہ جلدین اور
ایک جنتری اُنسے منگوائی پھر اُنکو ١٨ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین الکھنؤ کو انہین کے ہاتھون بھیجی ہین
بھجوائین اور اسکے بعد پھر اٹھارہ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین اور ہین سو یہ حصہ کہ بھجوائین
غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مین بعد ہوش سولہ جلدین اُنسے لے چکا ہون مگر نقد ہرگز
ہرگز قرض مین نے نہین منگوائی ہین - ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہون - تمکو میری جانکی
قسم سہل طور پر اُنکو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابین منگوائی ہین اور نقد منگوائی ہین یا قرض اور وہ جو
لکھین مجکو لکھ بھیجنا - شنبہ ١٩ فروری ١٨٥٩ع - غالب ❊

ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہین اور تمکو خبر دیتے ہین کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہین اُنکو
دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیون سے مل کر شاد ہوئے - تمہارا حال سُنکر مجکو رنج ہوا کیا کرون نہ
اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہون نہ اپنے عزیزان کی خبر لے سکتا ہون ہر آنچہ ساقی ما ریخت عین
الطاف است ❊ آج جو تیسرا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ ناگاہ راجہ امید سنگھ
بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہان سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا ہون لیباو
کی گلی مین جو حکیمون کی گلی کے قریب ہے جورس صاحب کی کوٹھی اُنہون نے مول لی ہے اور اُسکے قریب
کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اُسکو بنوا رہے ہین - تمہارا ذکر مین نے کیا کہ ہر خط تمکو بھیجتے
ہین اور لکھتے ہین کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہین آیا - بہرحال میرے پھوڑے نکل رہے ہین

مَین بازوید کو نہین گیا شاید وہ آج گئے ہون یا جاوین پھر اکبر آباد کو جائین گے مین آج آدمی انکے پاس بھیجونگا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تمکو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہان ہین اور کس طرح ہین بھائی انکو خط لکھون گا۔ محررۂ ١٧ جون ١٨٥٩ء ❊

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ کتابونکا منگوانا بے ارسالِ قیمت منظور ہے چنانچہ حق التصنیف تمنے لکھا ہے بھائی مین کیا تمکو جھوٹ لکھونگا اور شیونراین نے اگر ذکر ارسالِ قیمت کا نہین لکھا کہ بے ارسالِ قیمت منگوائی ہین تمکو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیونراین سے اتنا پوچھو کہ اس پچاس جلد کے بعد کی کتنی جلدین غالب نے اور منگوائین اور قیمت بھیجکر منگوائین یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مین نے قسم لکھی ہے یون ہی عمل مین لانا۔ راجہ امید سنگھ صاحب یہین ہین مجھ سے اب تو مین ملاقات نہین ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچگیا ہوگا اور جیسے تم لکھا تھا کہ اگر دسون کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو وہ میرے پاس نہین آیا صاحب تمکو وہم کیون ہے ایک امیر نامور آدمی ہے اُسکے نام کیون نہ پہنچیگا۔ ❊

ایضاً اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تمنے اُن کو خط لکھنا کیون موقوف کیا ہے وہ مجکو لکھتے ہین کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجکو ضرور لکھیئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ٢٧ فروری ١٨٥٩ء ❊

ایضاً کیون مرزا تفتہ تم بیوفا یا مین گنہگار۔ یہ بھی تو مجکو معلوم نہین کہ تم کہان ہو۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول مین ہین مین حیران ہون کہ خط کول بھیجون یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجون تو مسکن کا پتہ کیا لکھون۔ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہون خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ مین نے ہرکارہ کو راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہان بھجوایا۔ یقین ہے کہ پہنچگیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے

سنتا ہون کہ وہ متھرا اور اکبرآباد کی طرف گئے ہین مجھ سے مل کر نہین گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب بلاتکلف اور ضرور لکھو بھائی تم سیاح آدمی ہو جہان جایا کرو مجکو لکھ بھیجا کرو کہ مین وہان جاتا ہون یا جہان جاؤ وہان سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تمکو کیون پسند ہے۔ محررۂ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۹ء۔ غالب +

ایضاً۔ شنبہ بست‌وششم مئی ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ بھائی اُسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہون۔ زرسہ سالہ مجتمعہ ہزار ڈھائی کہانتے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہون۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپے مجھے مدد خرچ کے ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات مین گئے رہے دو ہزار روپے۔ میر مختار کا ایک بنیا ہے اور مین اسکا قرضدار قدیم ہون آج وہ دو ہزار لایا اُسنے اپنے پاس رکھ لیئے اور مجھ سے کہا میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اُسکے سود کے ہوئے قرض متفرق کا اُسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔ اصل مین یعنی دو ہزار مین چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانسو سات روپے باقی کے تم لے لو مین کہتا ہون متفرقات گیارہ سو چکا دیئے تو نو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے مجکو دے پرسون چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک نہین چکا۔ مین جلدی نہین کرتا دو ایک مہاجن بیچ مین ہین۔ ہفتہ بھر مین جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے جسدن برات سے پھر کر آؤ۔ اُسی دن مجکو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب +

ایضاً نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ تمکو معلوم ہے کہ راے صاحب مکرم معظم راے اُمید سنگھ بہادر یہ رقعہ تمکو بھیجینگے۔ تم اُسی رقعہ کو دیکھتے ہی اُنکے پاس حاضر ہونا اور جبتک وہان رہین تب تک حاضر ہوا کرنا اور دستنبو کے باب مین جو اُنکا حکم ہو بجالانا۔ اُنکو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا پچاس جلد کی قیمت عنایت کرینگے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدین راے صاحب کے

پاس ندو نر بھجدینا اور چالیس جلدین بموجب تمھارے حکم کے میرے پاس ارسال کرتا اور وہ جو مین نے پانچ جلد کے آرایش کے باب مین تمکو لکھا ہے اسکا حال مجکو ضرور لکھنا - ہان صاحب ایک باعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھدینا - جہان یہ فقرہ ہے - سلے نے اختر بخت خسرو و بلندی بجاے رسید کہ رخ از خاکیان نہفت ع

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد		افسر افسار گزرن ارزن ارزد	
خورشید ز اندیشۂ چادر گردش		بر چرخ نہ بینی کہ چنان مے لرزد	

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بناکر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھدینا اور حاشیہ مین پر جہان اور معنی لکھے ہوئے ہین وہان رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھدینا - افسر - افسار - گزرن بہر دو فتحہ - چادر گردش - غالب نگاشتہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ء +

ایضاً میرزا تفتہ تمھارا خط آیا - فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس رنج کے اظہار کو منع نکرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہین ہے کہ مین انکو لکھتا - لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے - حال یہ ہے کہ مین نے انسے استفسار کیا تھا انہون نے مجکو لکھا کہ کتابون کی درستی مین وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہین محصول کی ایک رقم خفیف اگر مین نے اپنے پاس سے دی تو اسکا کیا مضائقہ مجکو تمھارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ انکے دو مین روپے اٹھ گئے ہونگے - لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمھارا شاگرد بتاتے ہین مگر ریختہ کہتے ہین - کئی دن ہوئے کہ یہان آئے اور بالمکند بے صبر کی غزلین اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر انکو حوالہ کردین - ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسون کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہین - اس کے دلون میرٹھ ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی - تین نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد انکو بھیجی تھی کل انکا خط مجکو اس کتاب کی رسید مین آیا بہت تعریف لکھتے تھے اور ہان ہی ایک تماشا اور ہے

وہ مجھکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلایق نے ہمارے پاس بھیجی ہی اور ہم اوسکو دیکھ رہے ہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُنکے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع مین سے گورنر کی نذر بھی ضرور گیٔی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہی کہ وہان بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ مین چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہون اور نواب گورنر جنرل کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹرون کی نذر بہ پارسل ان شاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گی۔ دیکھون چیف کمشنر لکھتے ہین اور گورنر کیا فرماتے ہین ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد ٭

حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم ٭ ۔ شنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ع ۔ غالب ٭

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسون تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تمنے پروا کیا ہی ایک فتوح کا منتظر ہون اُسمین مین نے اپنے ضمیر مین تم کو شریک کر رکھا ہی۔ زمانہ فتوح کے آنیکا قریب آگیا ہی۔ ان شاء اللہ میرا خط مع حصۂ فتوح جلد پہنچیگا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال باآنکہ مجھسے ملاقات ظاہری نہین ہے مگر مین جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس صلاح کیواسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنیکے مین نے اُسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیجا کرو۔ اب تمکو لکھتا ہون کہ تم میرے اس لکھنے کی اُنکو اطلاع لکھو۔ مین زندہ ہون اوپر کے نمبر مین جو اپنے کو مُردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہون مُردہ نہین بیمار بھی نہین ہون بڈھا ناتوان مفلس قہر خدا کا نون کا بہرا قسمت کا بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار۔ غالب

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوئے ہین مگر یہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہین۔ نوابصاحب کی غزلین بھی اسی طرح دھری ہوئی ہین برسات کا حال تمہین بھی معلوم ہی اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہین ہے۔ کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔ جولائی سے مینہہ شروع ہوا شہر مین سینکڑون مکان گرے اور مینہہ کی نئی صورت

دن رات مین دو چار بار برسی اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالی بہہ نکلین بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے
اُٹھنے سونے کا تھا گر گیا جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہین لیکن چھت چھلنی ہو گئی کہین لگن کہین چلمچی کہین اگالدان
رکھدیا قلمدان کتابین اُٹھا کر توشہ خانہ کی کوٹھری مین رکھدیئے۔ مالک مرمت کیطرف متوجہ نہین
کشتی نوح مین تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے۔ نوابصاحب کی غزلین اور تمہارے
قصائد دیکھے جائینگے۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُنسے معلوم ہوئی
تھی میر قاسم علیصاحب مجھ سے نہین ملے۔ پرسون سے نواب مصطفےٰ خانصاحب یہان آئے ہوئے
ہین ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہین رہینگے۔ بیمار ہین۔ حکیم احسن اللہ خان معالج ہین فصد
ہو چکی ہے۔ جونکین لگ چکی ہین۔ اب مسہل کی فکر ہے سوا اسکے سبطرح خیر و عافیت ہے۔ مَین ناتوان بہت
ہون گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ
پڑا رہتا ہون لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون اللہ اللہ صبح جمعہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۶۲ء

ایضاً پرسون تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلین دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام
ہوا تھا غزلونکو رکھدیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کرکے رہنے دون۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک مین بھیجدون۔
خط کچھ ضرور نہین مَین اسی خیال مین تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اب مجھکو ضرور ہوا
کہ خلاصہ اُسکا تم کو لکھون یہ قصہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی نام
کا خط گزرا۔ راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے۔ جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا
سعد اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نئے اجنٹ کے استقبال
کو گئے ہین اور اب اجنٹ علاقہ جےپور کی راہ سے نہین آتا۔ آگرہ اور گوالیار۔ کرولی ہوتا
ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ مین جےپور کا عمل نہین۔ پس چاہیئے کہ راول جی الٹے پھر آوین
انکے آئے پر عرضی کا جواب ملیگا۔ اور انہین دیوان کی رسید بھی ہو گی بہائی جانی جی نے کو بہت

ڈھونڈھتے اور تمہارے بغیر بہت بیچین ہین - مین نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہون نہ انکو سمجھا سکتا ہون
تم وہ کرو کہ جس مین سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے - ہان یہہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ
بہت دن کے بعد منشی جی کا خط آیا ہے - اسد اللہ ؁

ایضاً بھائی پرسون شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا - اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا
لایا - تمہارے خط مین اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط مین جیپور کے اخبار - وہ دن سے مجھکو
مرض الصدر ہے اور مین بہت بیچین ہون ابھی اشعار کو دیکھہ نہین سکتا - بابو صاحب کے بھیجے ہوئے
کاغذ تمکو بھیجتا ہون اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاوین گے - اسد اللہ - مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ع

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎ جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب ؛ ترا چہ باک
خدائے کہ داشتی داری ؛ خدا کیواسطے میرے باب مین لوگون نے کیا خبر مشہور کی ہے بہ نسبت
حکیم احسن اللہ خان کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہان مرزا الہی بخش جو شاہزادون مین ہین انکو حکم کراچی بندر
جانیکا ہے اور وہ انکار کر رہے ہین دیکھیئے کیا حکم ہو حکیم جی کو انکی حویلیان ملگئی ہین اب وہ مع
قبائل ان مکانون مین جا رہے ہین اتنا حکم انکو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائین - رہا مین ؎
تو بیکسی و غریبی ترا کسے نپرسد ؛ نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر
۱۵ دن پہلے تک تو دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہین
پہر آیا تم کو کا شبہ ہوا ابھی سے ہے اسکی کچھ فکر نہین ہے مگر تمکو میرے سر کی قسم یہ لکھہ بھیجو کہ میری خبر تمنے
کیا سنی تھی جسکے لکھے معلوم ہونیسے مرا ملیگا غالب - شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ ع ؁

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبحکو ایک خط تمکو اور ایک خط جاگیری گانون کی تہنیت مین
اپنے شفیق کو ڈاک مین بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو ضمیر الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا
مین تمکو کتاب دیکھہ لیتا ہون مول نہین لیتا - قصہ مختصر اجی مین نے اسکو کھولا اسی ورق مین یہ مطلع نکلا ؎

اگرچہ گنج گہر میلم او فتاوچہ باک	کف جواد تر از بہرائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجکو لکھنا ضرور ہوا۔ آج تمہین دو خط بھیجے ہین ایک تو جسمین مجکو پوسٹ پیڈ
اور ایک بارہ پرتین ٹکٹ بیرنگ۔ اُس شعر کو اب چاہو رہنے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے بھی غیاث اللغات
کھلوائی جوار کا لغت دیکھا میرا ذکر نکیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہے دستنبو اور اُسکے چھاپے کا ذکر نہ کیا
البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونون باب مین کچھ فرماتے اور مجکو دعا سلام کہدیتے۔ چونکہ تمنے اپنے خط مین
کچھ نہین لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہین کہا۔ اگر اُنہون نے کچھ نہین کہا تو اُنکا ستم اور
اگر اُنکا کہا ہوا تمنے نہین کہا تو تمہارا کرم۔ بہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجکو یاد دلایا ہے
یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت ٭ خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالی۔ یہ یاد
رہے یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھوگے تو بھی نہین بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھوگے تو اپنا
نام پاؤگے اور یہ بھی جانوگے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے آخر روز دوشنبہ ۲۳ اگست

ایضاً جان من و جانان من۔ کل مین نے تمکو سکندرآباد مین سمجھکر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا
کہ تم اکبرآباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئیگا تو خیر۔ آج یہ خط تمکو
اکبرآباد بھیجتا ہون پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہے
ہمکو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعر اُٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھکر اُنکو
دیدینا اور اُسکا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو مین نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اُسکے رشتہ دار
کوئی صاحب ہین۔ مین بھول اُنکا نام سے ہے مجھ سے ناآشنائے محض ہین اگر تعارف ہوتا استدعا
کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجئے۔ کاش تمسے آشنائی ہوتی تو تمہین [illegible] ایک خط لکھکر اُنکو بھیجدیتے
کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض ہے اور صاحب الرحم ہے اسکے حصول مطالب
مین سعی سے دریغ نہ کرنا [illegible] می توان آورد استغنا سفارش نامہ چہ ضرر کچھ روا

اگر دانیم کز یاران کیست ⁂ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں لکھ چکا ہوں
تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شنبہ ۱۰ مارچ ۱۸۵۹ع۔ جواب طلب ⁂

ایضاً میرے مہربان میری جان۔ میرزا تفتہ سخندان۔ تمہارا سکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا بھیک مانگنے آیا ہوں روٹی اپنی گرہ کی نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے۔ وقت خوش وقت میری قسمت اور تمہاری ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہیں۔ خزانہ فیض کے تحویلدار ہیں۔ جو شخص قرا ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اسکے بٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی جیسے تجویز ہو رہا ہے مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفیٰ خان صاحب بتقریب تہنیت مسند نشینی و شمول جشن آنے والے ہیں اسوقت نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے شروع ۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۵ع وقت چاشت ⁂

ایضاً میرزا تفتہ جو کچھ تمنے لکھا ہے بیہودہ ہی اور بدگمانی معاذ اللہ تمسے اور آزردگی۔ مجکو یہ ناز ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دوست صادق الولا رکھتا ہوں جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے تم ایسی کونسی بات لکھوگے کہ موجب ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اسکا حال یہ ہی کہ میرا حقیقی بھائی کہ ایک تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری برائی کہتا تو میں اسکو جھڑک دیتا اور اس سے آزردہ ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ اب باقی نہیں ہی برسات کی مصیبت گزر گئی لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں بیٹھ نہیں سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں معہذا یہ بھی ہے کہ اب تمہاری مشق پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے نہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤ گے۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہین بکار آمد نہین خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین بات جمع ہوئین - میری کاہلی - تمھاری کلام کا محتاج باصلاح نہونا - کسی قصیدے کسی طرح کے نفع کا تصور نہونا - نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے - لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہے کہ اُسکو بہت دن ہوئے آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا نواب صاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین ؎

ضعف نے غالب نکما کر دیا   ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا - آج اس وقت کہ سورج بلند نہین ہوا اُسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا - غالب - ۲۷ نومبر ۱۸۶۲ع - ✣ -

ایضاً منشی صاحب مین سال گزشتہ بیمار تھا - بیماری مین خدمت احباب سے مقصر نہین رہا اب مُردہ ہون مُردہ کچھ کام نہین کرسکتا کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حُکام شہر سے ترک ملاقات ہے مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے مین ایکبار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملون تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے - ڈکرود صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ گئے - انکی جگہ ٹیلکن صاحب مقرر ہوئے ہین اُنسے ناچار ملنا پڑا - وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی مین لکھتے ہین مجھ سے بھی اُنہون نے مدد چاہی مین نے سات کتابین بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لیکر اُنکے پاس بھیجدین پھر اُنہون نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُنکا حال لکھ بھیج مین نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے بقید اسکے کہ اب زندہ موجود ہین اور اس سواد کی صورت یہ ہے کہ نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اُردو دونون زبانون مین شعر کہتے ہین فارسی مین نیّر اور اُردو مین رخشان تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد - نواب مصطفی خان بہادر علاقہ دار جہانگیر آباد اُردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتے ہین اُردو مین مومن خان کو اپنا کلام دکھاتے تھے - منشی ہرگوپال متخلص بہ تفتہ قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہین

تفتہ تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد - خطابہ بعد ہین فہرست کے بھیجنے گئے ہون کچھ اپنے منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا مجکو ہنوز حال سے کچھ اطلاع نہین تمہارے خط کی روسے مین نے اطلاع پائی اب مین مولوی مظہر الحق انکے منشی کو بلواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان مین لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اسکے استاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام معہ تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہوجائے ورنہ بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہین ہے ٹیکن صاحب اب عدالت خفیفہ کے جج ہوگئے - ڈگرو در صاحب بہار و پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگے ٹیکن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے - مہینہ جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہان تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر مین نہین - بہرحال مولوی مظہر الحق پرسون یکشنبہ کے دن میرے پاس آئینگے - حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا - تو ضرور جاؤن گا - غالب - روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۸۶۲ع *

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت مین لکھکر بھیجا - کلیان خط ڈاک مین ڈالکر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا - اب کیا کرون خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجا لاتا ہون یقین ہے کہ جلد مین میری خاطر خواہ بنجائیگی کسواسطے کہ جو آجکے خط مین انہون نے لکھا ہے وہ بعینہ میرا مکنون ضمیر ہے خدا انکو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے انکے خط کا جواب کل پرسون بھیجونگا - رای امید سنگھ بہادر خوبان روزگار مین سے ہین فقیر کا سلام نیاز انکو کہدینا - خدا کرے انکے سامنے کتابین چھپ چکین بارے جب وہ گوالیار تشریف لیجائین تو مجکو اطلاع لکھنا - نہیب کیجگہ نواب بنجانے سے خاطر جمع ہوگئی - بھائی مین فارسی کا

محقق ہون۔ کاتب اُن اجزا کا جنکی رُو سے کاپی لکھی جاتی ہے فارسی کا عالم ہے علم اُسکا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے ہو نہ کہ فرہنگون مین دیکھا جائے آگے اس سے تم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہون اب صرف اس کا اشارہ لکھنا منظور تھا آج جسطرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا۔ لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اسوقت تک نہین پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہے خیر پہنچ جائے گا۔ مین نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجدیا تھا اُنہون نے تمہاری رائے منظور کی اب تم وہ اجزا جس طرح کہ تمنے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجئے اور اپنے نام اور مسکن سے اُن کو اطلاع دیجیے۔ بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ بھیجدین گے۔ ہم تم واسطے شناسائی بعد کو ہوگئے۔ ہان اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے مین دیر ہوگی تو مین کہکر بھجوا دونگا۔ یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔

ایضاً مشفق میرے کرمفرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے۔ شاید میرے دکھانے کیواسطے بھیجے تھے ہین اور نہ رسم تو یون ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہین اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا بھی پاس لحاظ کا غرضکہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حسن خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہون کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب بدل متوجہ ہون۔ تو اگر احیاناً اصل نسخہ مین سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی تو اُسکو بھی صحیح کردین گے تم میری طرف سے انکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے جدول بھی مطبوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے تو دلپسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب مین یہ عرض ہے کہ فرنچ کا کاغذ اچھا ہے۔ چھ

جلدین جو نذر حکام ہین وہ اِس کاغذ پر چھپون اور باقی چار ہو شیو رام پوری پر اور چار ہو نیلے کاغذ پر چھاپو
اور یہ بات کہ دو جلدین جو ولایت جانیوالی ہین وہ اُس کاغذ پر چھاپی جاوین اور باقی شیو رام پوری پر یا
نیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہان کے حاکمون نے کہا ہے کہ تمکو انکی نذر کی کتابین اچھے کاغذ پر نہ ہون مگر
جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدین اِس کاغذ پر اور چار جلدین شیو رام پوری ہون۔
باقی جلدون مین تمہین اختیار ہے۔ ہان صاحب اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور درخشندہ ہو
اور آخر تک ایک رنگ نہ بدلے آگے اِس سے مین نے برخوردار منشی عبد اللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ کتابونکی
کچھ تزئین اور آرایش کی فکر کرین معلوم نہین تمنے وہ پیام انکو پہنچایا یا نہین آپ اور منشی عبد اللطیف
اور میرزا حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کرین اور کوئی بات خیال مین آوے تو بہتر ورنہ ان چھ نسخون
کی جلدین انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوا دینا اور اسکا روپیہ تیاری سے پہلے
مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ ہمہ را در یک قدم بنوید لطف پدید آورد اگر در قدم دیگر بنہیب مباش ہم زند الخ
اِس مین بنہیب کا لفظ کچھ میری اہمال انگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے رہ گیا ہے اسکو تیز چاکو
سے چھیل کر بنواے لکھ دینا یعنی بنواے مباش ہم زند ضرور ضرور اور اسکا انتظار
نہ کیجو کہ جب یہان چھاپا آئیگا تو بنا دین گے نہ اصل کتاب مین غلط ہے نہ چھاپے مین غلط ہو
اگر اجزاے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہون تو انکو یا بھائی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ
دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا۔ از غالب روز سہ شنبہ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ع ۔

ایضاً جیتے رہو اور خوش رہو صاحب۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ۔ زیادہ خوشی کا
سبب یہ ہے کہ تمنے تحریر کو تقریر کا پرواز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامۂ انطباع دیوان وغیرہ مین بہلے
سے جاتا ہون۔ بھگی گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے منشی
سے میر حیدر علی بیگ مہر وے جو نسخہ عجائب لکھا ہو آغاز داستان کا شعر آپ نے مجھکو بہت مزا دیا ہو سو

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ　　　یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کیواسطے کتنا مناسب منشی عبد اللطیف کے گھر میں لڑکے کی پیدا ہونیکی خبر مجکو بھی ہو چکی ہے اور تہنیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب جو اُن سے ملو تو میرا سلام کہکر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب کالپی سے معاودت فرماویں مجکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہاں پہلو ہاں بستر ہاں و چہارشنبہ ۱۴ جون روز ورود نامۂ غالب ؎

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی مقطع اب اچھا ہو گیا ہے وہ کل جمعے کے دن ۹ ام نومبر ساتھ کتابونکا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہیں جو تعریف کرون شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے مجھکو فکر کہ کہیں نگار روپیہ تیاری میں صرف ہوا ہو اچھا میر بھائی اسکا حال جو تمکو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری خوشی نہیں ہے لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمہاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تمکو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رائے ہے میر بادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تمکو لکھ چکا ہوں اب تمہارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمہارے اور امراؤ سنگھ کے آشنا ہیں کچھ اُنکے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں میاں یہ راست دروغ بگردنِ راوی نے مجکو بہت پریشان کیا ہے اسواسطے خدا کے لئے جو راوی نے روایت کی ہے وہ مجکو ضرور لکھو اور تاج گنج کے رہنے والوں کی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عفو تقصیر عام ہو گیا ہے لوگ آتے جاتے ہیں اور آلاتِ حرب بیکار دیکر توقیع آزادی پاتے ہیں یہ وہ شخص کیسے مجرم تھے جو قید ہوئے۔ محررہ صبح سہ شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۹ع غالب ؎

ایضاً بھائی وہ خط پہلا تمکو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا

اسوقت تو بیچ گیا مگر قصہ قطع نہوا۔ مختصر کہتا ہون میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی مین کیا ہے دنٗ دن مین دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دنٗ دن مین ایکبار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا پنّا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہو اور صورت زیست کی نظر آئی ہے آج صبح کو بعد دوا پینے کے تمکو یہ خط لکھا ہے یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکون صاحب وہ جو مین نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھکر تمکو بھیجے۔ اِس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دیدو کسواسطے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر اسی شعر مین سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا اسکا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب سُست گریان تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُن مین سے کیونکر لیئے جاتے اشعار سب میرے پسند بے سقم بے عیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینرتم اور اس کا دوسرا مصرعہ مین بھول گیا ہون مگر قافیہ مین مَن ہے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک کہ تم نے نہین لکھا میرے خیال مین بھی یہ بات نتھی بہرحال بات وہی ہے جو مین اوپر لکھ آیا ہون بارے اب کہیئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمرالدین خانصاحب روزون کے متوالے ہوش مین آئیے یا نہین سنئے۔ آج ۱۰ر شوال کی ہے شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاید مجکو خط لکھین۔ غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ر مئی ۱۸۵۸ع

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط آنیکے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول مین رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہان سے تمنے خط لکھا ہے دیکھیئے اب یہان کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسون برخوردار شیونراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے کہ کتابونکی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائین۔ مرزا تفتہ بھی ایک ہفتہ

بتاتے ہیں دیکھیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ یہاں صاحب کلکٹر بہادر بلندشہر کے ایک خط کا جواب مجھ پر فرض ہے میں کیا کروں اُس خط میں اُنھوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہہ دینا اور مطبع آگرہ سے کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کر ہی لوگے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً یکشنبہ سوم ذی قعدہ و پنجم جون سالِ حال صاحب صبح تمہارا خط صبحکو آیا میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں۔ تمہاری ناسازگاریِ طبیعت سُنکر دل کُڑھا۔ حق تعالیٰ تمکو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جسمیں حکایت طالبعلم اور سُنار کی تھی واقعہ بلندشہر کا اور وہ اوراق میں نے بہم فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہیں رسید ملے تو اُسکو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے ایسا جانتا ہوں کہ یہاں سات دن ہوئے ہوں گے۔ منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا گھر اُنکا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیو نراین سے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو۔ راے اُمید سنگھ سے خط کی اُمید کیوں رکھتے ہو جب آگرہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقف نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روے قیاس کہہ سکتا ہوں کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط مجھکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے پھٹے گھر کو آئے۔ ۸ر جنوری ماہ و سالِ حال دوشنبہ کے دن غضبِ الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط مع مضامین دردناک بھرا ہوا رامپور میں میں نے پایا جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد میں پہنچکر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنھوں نے بیمارداری اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترکِ لباس کرتے ہو پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جسکو اُتار کر پھینکو گے ترکِ لباس سے قیدِ ہستی تو چھوٹ نہ جائیگی بغیر کھانے پیئے گزارہ نہ ہوگا عشق و مستی رنج و آرام کو ہموار کرو جس طرح ہو اسی صورت سے عمر بسر کرو

گزرنے دو۔ سے تاب لائے ہی بنے گی غالب + واقعہ سخت ہے اور جان عزیز + اس خط کی رسید کا
طالب غالب۔ **ایضاً** سے میرزا تفتہ کو پیوستہ بدل جا دارد + ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش +
صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہو کہ حضرت
ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی
مشقت کی طاقت نہیں رہی۔ معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہونچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے شیر اپنے
بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار
کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل قصیدہ لکھا کرو
نہ مسودہ بل ایک نقل اُسکی ضرور مجکو بھیجا کرو۔ **ایضاً** سہ شنبہ۔ ۳ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب
کل پارسل شعار کا ایک آنہ ٹکٹ لگا کر اور اُس پر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیجدیا
ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق میں ڈال ورنہ خواندہ خدمتگار آدمی اُسکا حکم بجا لایا۔ اور اُسکو
خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دستاویز معقول ہے۔
اگر وہاں کے ڈاکیئے تم سے خط کا محصول مانگیں تو تم اس جملے کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان
میرے گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر سے نزدیک عطار بھی پاس ہے ابھی قریب ہائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے
یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے
دینے کا اختیار ہے۔ رامپور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رامپور کو لکھ سکتا ہوں
نہ اس لکھنے کی وجہ تمکو لکھ سکتا ہوں اگر ریل میں بیٹھکر آجاؤ گے تو زبانی کہدونگا غالب - + **ایضاً**
منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ غالب کی دعا سے
درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کو سکندرآباد تا تلنگیوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجا
مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے رار بہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور

صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو مہر اسلام لکھنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفافہ ابھی تک نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ و جمعہ کو پہنچتا تھا مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹمپلٹن صاحب کہاں ٹمپلٹن صاحب پنجشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں میں اپنی ناتوانی کے سبب اُنکی ملاقات تو دیع کو نہیں گیا انوار الحق کہاٹ پر نوکر ہیں ۱۵۰ مشاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء۔

ایضاً۔ نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا اُنکو خوش اور تندرست رکھے نہ دوست بخیل نہ میں کاذب۔ مگر بقول میر تقی ؎ اتفاقات ہیں زمانہ کے ٭ بہرحال کچھ تدبیر کی جائے گی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ؎

یا کرم خود نماند در عالم	یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

انغنیا سے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل لکھا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء۔

ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف اُن تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ ۵۰ کا باقتضاے حالات زمانہ سست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا دیر آید درست آید ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو ؎

ور نومیدی بسے امید است	پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجھکو سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار و خلعت بند کر گئے ہیں نا امید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے کل اُنھوں نے مجھکو بلا بھیجا

بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی میں دربار نہ کرینگے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں اُن اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگذاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائینگے دلی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہو کر خلعتِ معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا لکھوں کہ کیا میرے دل پہ گزری گویا مردہ جی اُٹھا مگر ساتھ اس مسرّت کے یہ بھی سنّاٹا گزرا کہ سامان سفر انبالہ و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طُرّہ یہ کہ نذرِ معمولی میری قصیدہ ہے۔ اُدھر قصیدہ کی فکر اُدھر روپیہ کی تدبیر۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کام دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا لیکن اِن دونوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطرین تمہین اصلی یہی کئی سطرین جناب نواب صاحب کو لکھکر بھیجدی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھونگا۔ روز چہار شنبہ ۳ رمضان ۱۲ فروری + ایضاً۔ بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپیہ کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپیہ مہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمہاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر حیا نا تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہرحال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینا پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہوگیا تا اداے زر ابتداے جون ۱۸۵۳ء یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔ بابو صاحب کا خط تمہارے نام کا پہونچا عجب تماشا ہے وہ درنگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہیں اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہاے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل راجہ صاحب کے مرنیکی خبر سُنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سُن لیتا تو اگر میری جان پر آبنتی تو بھی اُنکو نہ لکھتا جے پور سے آنے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی اسوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے خدا کرے وہ آبو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کردین ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائینگے اور روپیہ بھیجنے میں کتنی دیر ہو جاے گی۔ خدا کرے زرِ مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مجرا لیں میری کمال خوشی ہے اور یہ ہو تو تنخواہ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دین۔ منشی صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا

کل اُس کا جواب ہاترس کو روانہ ہوچکا۔ والدعا۔ از اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ ۳ مئی ۱۸۵۳ء۔

ایضًا کل تمہارا خط آیا۔ رازِ نہانی مجھہ پر آشکارا ہوا۔ مَیں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ مَیں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہُوں تو اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہُوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجگہ سمجھہ کر تصور کر کہ اگر تجھپر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو اس بلا مین گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذًا باللہ۔ اب مَیں تم کو کیوں کر کہوں کہ بے عزتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست کہیے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر بہرحال دوست کی دوستی سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بدستور بلکہ روزافزون رہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دراں ملال باشد
ہجران بہ ازان وصال باشد

آمدم برسر مدعا۔ تمہاری راے ہمکو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہُوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سواے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا ہوں کچھہ بن نہیں آتی ؎

ببینم کہ تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہان

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر و پیش آیا ہے ہمَو سنا کانہ ادھر متوجہ ہوا ہُوں بوڑھا ہوگیا ہُوں بہرا ہوگیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہوگیا ہُون اور ایک بہت بڑا دھبّا لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا مگر ہاں اُستاد یا پیر یا مدّاح بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھہ فائدہ اُٹھاؤں کچھہ اپنے کسی عزیز کو وہاں دخل کردوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہال دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجاویگا پھر اُس کے جزودان کی تیاری کرکے روانہ کروں گا ابھی کول میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بہلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبرآباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو۔ دیکھو اس خودداری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں والسلام۔ اسد اللہ جمعہ دہم دسمبر سنہ ۱۸۵۲ء + **ایضاً** صبح دوشنبہ پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سال حال میرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا۔ آج تمکو یہ خط لکھتا ہوں اور اسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہوں کاغذ اشعار کل یا پرسوں روانہ ہوگا۔ فن تاریخ کو دون مرتبہ شاعری جانتا ہوں اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے اداے حق محبت ہوتا ہے بہرحال ہین بے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھکر بھیجا منشی قمرالدین خانصاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خلق	داشت مذاقِ سخن و فہم تیز
سال وفاتش زپئے یادگار	با دلِ زار و مژۂ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر	گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ؎ درسال غرس ہر آنکہ ماند بہ بید + انوری کے قصائد کو دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد و سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنے کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب اداے حق مودت ہے تو میں حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں سعادت و اقبال کا طالب غالب۔+

ایضاً کیون مہاراج کول میں آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہمکو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھکو

اپنے آنیکی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کبتک یہان ہونگا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب کے کہان جانیکو
خیر اب جو میں نے بیحیائی کرکے تمکو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجکو ساری اپنی
حقیقت لکھو۔ تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں اور اصلاح
پا چکے ہیں اب میں حیران ہون کہ کہان بھیجوں ہرچند اُنھوں نے لکھا ہے کہ اکبرآباد یا تم علیحدان کو
بھیجدو لیکن میں نہ بھیجونگا جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچکر مجکو خط لکھینگے تو میں انکو وہ اوراق ارسال کرونگا
یا تم جو لکھوگے اسپر عمل کرونگا۔ بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہمکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا جی
دھیان تمہیں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۸۵۲ء ایضاً صاحب تمہاری سعادتمندی
ہزار ہزار آفرین تمکو یونہی چاہیے تھا لیکن بیٹے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت
اور فارسی میں کاشکے۔ اب تم روداد سنو عرضی میری سرجان لارنس صاحب چیف کمشنر بہادر کو گذری اُسپر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی مع
کاغذ ضمیمہ سائل کے بھیجدیا اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو۔ اب سررشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق
دستور کے خط لکھتا یہ نہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اُنکے پاس آگئی میں نے خط صاحب کمشنر چارلس سانڈرس کو
لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اسمیں ملفوف کرکے بھیجدی صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس
یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو اب یہ وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہان آیا ہے ابھی صاحب
کلکٹر نے تعمیل اُس حکم کی نہین کی پرسون تو اُن کے ہان یہ روبکاری آئی ہے دیکھیے کچھ مجھ سے
پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں رہا ہے جو اُس کو دیکھینگے۔ بہرحال یہ خدا کا
شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ فضول فساد میں پایا نہین گیا اور میں حکام کے نزدیک
یہان تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب
جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمرالدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو
زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور اُن کے

بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت وہ ربط و ضبط جو ہم پنسن زادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی ملجاے تو غنیمت ہے، گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی اور کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ علیہ نے خط نہ لکھا صرف وہ عرضی یا حکم چڑھی ہوئی بھیجدی خیر ۵ مارچ از دوست میر سید نیکو

سنو میرزا تفتہ آپ میں جو اپنا حال تمکو لکھا کروں اور تم میرے بھائی کو اور مولوی قمر الدین خان کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ع۔

ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب مر گئیں۔ کل ایک دوست کا خط اکبرآباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی جیناتھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اس دوست کی تحریر ہے۔ ظاہرا اس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اسکو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب یہ مقدمہ اب لائق اسکے نہیں ہے کہ اسکا خیال کریں ایک بناوٹ الی تھی وہ ٹوٹ گئی راجہ لڑکا ہے اور پچھو رہا ہے اول جی اور سعد اللہ خان رہتے تو کوئی صورت نکل آتی اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ میرے دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ از روے تحریر منشی ہیرا سنگھ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر دلنشین ہو وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ نقد اور خلعت مرزا صاحب کیواسطے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا پھاگن چیت بیساکھ نہیں معلوم ہولی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو مجھکو دو ہنڈویاں بھیجی ہیں سو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین کے کشٹ کیواسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجھکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈویاں سو سو روپیہ کی

بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپیوں کے چار سو اور اُس کے علاوہ تین
اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اسکا حساب کنور صاحب کی عمر پر ہوا آگنا اگر وہ دو برس کے ہیں
تو دو برس ہیں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس ہیں۔ ہاں صاحب یہ ہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو
میرے پُرانے دوست ہیں پرسوں یا اترسوں جو ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا تھا وہ ایک خط
میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں اُنکا میرے مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر
رکھ لیا ہے جب میر صاحب آ جاویں تو تم اُنکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے واسطے نہیں تو
اِس خط کے واسطے آپ دلّی آئیے۔ غالب۔

ایضاً عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آ گیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا مگر مجھ
مصارف کی بابت اُنیس روپیہ کئی آنے اُس ہنڈوی میں محسوب ہو گئے ہیں سو میں نے اپنے پاس سے
ملا کر پوری پانسو کی ہنڈوی تجکو بھیجتا ہوں میں نے اُنکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ میں مجرا دو نہ انکا
تکلیف نہ کرو […] یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی
جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آجتک ہنڈوی نہیں آئی۔ میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی یہ کہ میں نے اِس ہنڈوی
کے بھروسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تقاضا
کرتے ہیں اور میں آجکل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سنکر
گھبرا کر […] فکر میں ہونگے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کونسی ایسی بات ہے اگر مصارف ہردیو سنگھ
تمہارے یہاں بھی مجرا ہو گئے تو کیا غضب ہوا۔ اُنیس اور پینتیس۔ چون روپے نکال ڈالیں باقی ارسال کریں
خط لکھو جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے یا الہٰی یہ کیسی بات ہے کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اگر بابو صاحب کہاں
ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرتپور آئے ہیں۔ اجمیر آئینگے تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے ناچار کثرت انتظار سے
عاجز آکر آج تمکو لکھا ہے تم اسکا جواب مجھکو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے زیادہ

ایضاً میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال بھی سب یوں ہی صحیح ہونگے اگرچہ
گرمی رفع ہو گئی۔ مینہ برسنے لگا ہوا سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ
کا قصیدہ رسا اور شہریار کا قصیدہ سلیم نا تمام رہ گئے ہیں جو کہ لکھا تھا اسکا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں
کہا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا اترسوں بھیجوں گا انسے
لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے انکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھ لیں اور چاہیں تو
نقل لے لیں اسکی۔ اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ ۔
ایضاً کیوں صاحب اسکا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپکی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب ہی
آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایکبار منشی شیو نراین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا
کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ
چھاپا جاتا تھا۔ اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بننی شروع ہو گئی ہونگی تم سمجھے میں تمہارے اور
بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنیکو تمہارا اور انکا آنا سمجھتا ہوں
تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور
وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں
صحاف کو دیدیں۔ میں اب ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں۔ دسہرے میں ایک دو دن کی
تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی
کچھ حال قمر الدین صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں انکا آگرہ کا آنا لکھا تھا
وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر اس وقت
میں کیا کرتے ہیں کہیں کسی اور کام پر متعین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ
تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گانوں جاگیر میں ملا ہے مولوی قمر الدین

صاحب اُسکے بندوبست کو آیا چاہیئے ہیں اُسکا ظہور کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھیئے
جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہیئے اور یہ پیام کہیئے کہ کتاب کا حسن کانوں سے سنا دل کو دیکھنے کی زیادہ یقین آیا
مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق
آنکھوں کو کب تک ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھکو چاہتی نہیں ہے
آپکی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جاوے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔
جناب منشی شیو نراین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیئے گا۔ اور یہ کہیئے گا کہ آپکا خط پہنچا
چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور مجھکو کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ
نگاشتہ و روان داشتہ صبح سہ شنبہ ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ع ۔ راقم غالب

ایضاً صاحب عجب تماشا ہے تمہارے کہے سے منشی شیو نراین صاحب کو خط لکھا تھا
سو کل اُنکا خط آیا اور اُنھوں نے دستنبو کی رسید لکھی ڈاک کا ہرکارہ تو اُن کے پاس نہ ہوگا
آخر تمھیں نے بھیجا ہوگا یہ کیا کہ تمنے مجکو اُسکی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا اگر یہ گمان کیا
جائے کہ تمنے رائے اُمید سنگھ کی ملاقات ہونیکے کا خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہو
تو یہی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب مطبع میں حوالے کر دی آپ اسکی تزئین و تصحیح سے کچھ غرض
نہیں پس اگر یوں ہی ہے تو میں اطلاع سے درگذرا سینکڑوں مطالب و مقاصد رہ جاینگے رہ گئے
اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اُس کتاب دستنبو کی رسید لکھنے کی وجہ کیا۔
بے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھسے خفا ہو گئے ہو۔ خدا کیواسطے خفگی کی وجہ لکھو صبحکو میں نے یہ خط روانہ کیا
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائیگا
اور بدیں وجہ معلوم ہو [illegible] میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا ۔ خدا کیواسطے خود لکھو
اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائے اُمید سنگھ سے بھی نہ ملے ہوگے [illegible]

میں تمسے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ دستنبو تمکو اچھی طرح چھپواوینگے اگرچہ ایسے حال میں کہ
تمکو یہ الگ ہو بیٹھنے اور پہلو تہی کرنیکا گمان گزرا ہی کوئی مطلب تمکو لکھنا نہ چاہیئے مگر ضرورت کو کیا
کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہی مرزا نوشہ صاحب غالب اللہ غور کرو کہ یہ کتنا
بیجوڑ جملہ ہے - ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اوّل کتاب پر بھی نہ لکھدیں - آیا فارسی کا دیوان یا اردو یا پنج آہنگ
یا مہر نیمروز چھاپہ کی کوئی کتاب اس شہر میں نہیں بھیجی جو وہ میرا نام لکھدیتے آپنے بھی انکو میرا نام نہیں بتایا
صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہی بلکہ سبب یہ ہے کہ دلّی کے حکام کو تو عرف معلوم ہی
کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزراء کی محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس نالائق عرف کو نہیں جانتا
پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھدیا تو میں غارت ہو گیا کھویا گیا - میری محنت
رائگاں گئی گویا کتاب کسی اور کی ہوگئی - لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام
مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں - بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ - غالب - ✤ -

ایضاً بھائی صاحب ۲۴ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نراین کی کل جمعہ کی ۱۲ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی
اور خط کا حسن دیکھکر میں نے از روی یقین جانا کہ طلائی کام پر کیا بلا ہے اس بہشت پہنچانگی حوریں دیکھکر شرماتی ہونگی
یہ تو سب درست مگر بھیجے ہوئے مجکو انکا دیکھنا کب تک میسر ہو آپ پر گمان تساہل گزرے تو کیونکر ہو - ہاں صحاف
جلد سازوں کی نسبت میری حق کا جلاد نہ بجا ہی یعنی مدت مناسب ہے ورنہ لگائیگا اور ہاں حضرت کچھ تو بخیلی اسلا
رعایت کریں لیجئے گا کہ وہ پارسل آپ تشویش سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے مجکو وہ ایک ایک مجلد
اپنی جان سے زیادہ عزیز ہی - یا الٰہی یہ خطرہ راہ میں ہوا وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیری حفظ و اماں میں مجھ تک
پہنچ جائے اور یہ ہو تو جانا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھئیے اس میں یہ مرقوم ہو کہ آج جلد کتابوں کا
پارسل روانہ کیا ہے ع یا رب این آرزوئے من چہ خوش است ✤ تو بدین آرزو مرا برسان

سہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ عیسوی - ✤ -

ایضاً ۔ رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف ؛ آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے ؛

بندہ پرور پہلے تمکو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوستِ قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہیں ۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا ۵

شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب ؛	اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمھارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا ۔ سنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اسمیں بے تکلف عمر بسر کرے اسکا نام عیش ہے ۔ تمھاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن تمھاری شرافتِ نفس اور حسنِ طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمھاری سخن گستری ہے اسکی شہرت میں میری بھی نام آوری ہے ۔ میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے ۵

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب	ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھکر چپ ہو جاتا ہوں ۵ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ؛ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کیطرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان رُوسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اسمیں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو ۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مرونگا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۵

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر معاف - میں مدعی بھی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا - عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں آپ نے اہل میر و دبیر پر جنگ - یہ جملہ رمزیہ لکھا ہوا تھا - میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا آج تک جواب نہیں پہنچا - جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب نہ پاؤنگا آرام نہ آئیگا - برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین بہادر کی زبانی آپکے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سہی مگر وہ جو تحریر دستخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہاں حضرت آپکو خدا یعنی اللہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجکو اس جملہ کی معافی لکھ بھیجیے زیادہ حد ادب عفو جرم کا طالب غالب

ایضاً در پرستش شستم و در کامجوئی استوار ❊ بادشہ را بندۂ کم خدمت پرخوار ہست ❊

حضرت پیر و مرشد برحق - روز افزونی کاہش یاس حد کو پہنچی ہے سے تقسیم جزو لا یتجزی کی مجال ہے آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا - کل عنایت نامہ آیا آپ جو رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجکو باوصف استیلائے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں ڈاک کے اب ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں - متوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھا جاوے مجکو مجرم نہ ٹھیرویں - زیادہ حد ادب نجات کا طالب غالب - روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۵ع ❊

ایضاً ؎ تم سلامت رہو ہزار برس ❊ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار ❊ آج منگل ۱۲ جون ۱۸۶۶ع ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا - سرنامہ دیکھکر سفیدۂ صبح مراد سمجھا - ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھکر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا - اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیونکر اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا

لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اِس فرمان کو اُس لفافہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکرِ رُوح کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ بہتا یہ ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی اَب جب آپ اُس لفافہ کے پہنچنے کی خبر بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب معہ اوراقِ اشعار بھیجوں گا۔ زیادہ حدِ ادب ✤

بنام سید بدرالدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔ زمانہ اِن دنوں میں اُن سے بر سرِ امتحان ہے۔ پروردگار اُنکو سلامت رکھے اور صبر و تشکیب عطا کرے۔ علاقہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ اِن سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سر رشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے ہاں بحسب ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیئے حیران ہوں اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے۔ جب وہ بھرت پور آجائیں تو آپ اُنکی آنیکی اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجونگا۔ نواب علی نقی خانصاحب کے خط کی جواب میں جو آپنے لکھا تھا وہ مجھکو یاد رہیگا جب نوابصاحب آجائینگے میں اُنکو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزل مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چار لکھی ہیں جو مسودہ یا تمہاری دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خانصاحب پاس۔ میری پاس کہاں۔ یہاں اتنا مختصر نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اتروا کر بھیجدوں۔ سید محمد صاحب کو اور انکو دعا کہیے میری دعا پہنچے۔ اسد اللہ کا شنبہ چہار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۱ ہجری ۳ جنوری ۱۸۵۵ع ✤

ایضاً مخدوم مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپ نے مجھکو یاد نہیں کیا اور مجھکو کچھ آپکا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں انکا بھی کچھ حال مجھکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہوجاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علیگڈہ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بُعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں بہرحال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خانصاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالی خاندان ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے مولوی صاحب یعنی نواب محمد میر خاں مغفور کے بڑے دوست ہیں اب نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے انکو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوایئے تو یہ میرا خط جو آپکے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے کیا خوب ہو کہ اس سرکار میں نوکر ہوجائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راجہ سے انکی رخصت با آئین شائستہ عمل میں آوے نواب اسد خاں عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر انکا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خان کو مارڈالا تو از روئے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہوگئی اور خود فرخ سیر پر کیا گزری قصہ کوتاہ انکی تقریب جس طرح آپ صرف کرینگے اور جسقدر آپ انکی بہبود میں کوشش کرینگے احسان ہمپر ہوگا۔ زیادہ زیادہ اسد اللہ ٭

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت و اقبال توامان مجھکو اپنی یاد سے غافل اور سید احمد کی خدمتگاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت متعددہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں وہ اور انکا بھائی باہم موافق رہینگے تو کوئی صورت نکل آئیگی صاف و مطلق سیم و زر روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ کچھ نہیں ہاں جاداد سو سید کی اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم ہوگی کرایہ اسکا تقسیم ہوجائیگا میں آگیا وہ اور سمجھاؤں کیا کئی دن ہوے کہ میں مرزا صاحب کی ماں کا بہنا والا

میاں بھی بیٹھا تھا یا ہم — اُن دونوں صاحبوں میں کیسی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ
تھے قضا و قدر کو چھوڑ و نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھر تا نہیں لوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں املاک کا
کرایہ بیٹھ رہیگا گھبراتے کیوں ہو۔ دلی والوں کی تعزیت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا یعنی حیدر حسین
خاں بچ گیا۔ عوارض کی آندھی رفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت کا آنا باقی ہے صدمہ
بڑا اٹھایا۔ مہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ گے انشاء اللہ العلی العظیم صبح دوشنبہ ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۳
ایضاً۔ پیر و مرشد آج نواں دن ہے حسین مرزا صاحب الہ آباد گئے اگر ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اس پر کسنے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت
کیا سمجھے آپ حقیقت مجھ سے سنئے سنہ ۱۲۶۲ھ یعنی سال گذشتہ میں قاطع برہان چھپی پانسو جلدیں چھپ گئیں
اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں میں نے یہ کہا کہ تمہارے کس کام کی ہے تمہیں ... بانٹیں اور وہیں فروخت ہوا تو
گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا مطلب رکھتے ہو تو وہ اس صورت ... کہ اول ... دو جگہ
چھاپا گیا تیسری جگہ آگرہ میں چھپا رہا ہے فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا
پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گذشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھکر کلیات فارسی جو ضیاء الدین
خاں نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو ہیں کوئی مصرعہ میرا
اس سے خارج نہیں اب سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آ جائے تو ... بھیجکر ... جلدیں
منگواؤں جب آ جائیں گے ایک آپکو بھی بھیج دوں گا۔ نواب ضیاء الدین خاں صاحب کا حال سنکر بہت جی خوش ہوا
میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔ ایضاً حضرت آپکے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی
کہ میں منتظر رہا میاں سکے آنیکا آپ جب وہ مجھ سے مل گئے اور ان کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے
بیٹھا۔ منشی صاحب ایک منشی محمد تقی ہی تو نہیں چاند سا آ رہا ہے محمد تقی ... دو بہنیں تین منشی آنا جان
کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یا سات برس ... ایک ان میں سب کی بی بی تھی وہ ... ہیں جنکو میں

جانا تھا نہ وہ محلہ ہے جس میں میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جنکو پچاس برس میں نے برتا ہے ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ ورد زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خاں مرحوم کا بیٹا یعنی حسن خاں خدا ہی خدا ہے جو بچے آج تیرھواں دن ہے کہ تپ نے مفارقت کی ہے دست بند ہو گئے ہیں نہ تنقیہ ہو تو شفا ہوتی ہے چارپائی کاٹ دی ہے حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کلام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۷۷ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب ۔

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپکا عنایت نامہ اس وقت پہونچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف سلام علیک ہے زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھسے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار اسکا خط پھر آپکو بھیجتا ہوں حضرت سے کچھ فرمائیے گا کہ اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کرکے مجکو بھیج دیں ضرور اور جلد۔ شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہونچے۔

ایضاً۔ جناب عالی آج آپکا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم اپریل پنجشنبہ روز دوشنبہ پہونچا پہلے تو ان تابچوں کے حساب تعالیٰ میں الجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا ادھر جواب لکھا خدا کرے یہ خط جلد پہنچے ورنہ آپکو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری بتلا یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی

مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا
اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و صول ثبت بسبیل ڈاک آ گیا پھر قصیدہ بہاریہ
تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آ گئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستاں القاب
اور کاغذ افشانی ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی
مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر دہلی
مجھ کو آ گیا پنشن ابھی تک مجھکو نہیں ملی جب ملے گی حضرت کو اطلاع دی جائے گی پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل
ہوں آپکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجا لایا۔ ای حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری
غلام رسول صاحب کی خدمت میں انہیں الفاظ میں سلام و یاد آوری کہی تھی نہ عبارت آرائی نہ سجع
آرائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے آپکا ابھی تو مارچ کا خط مجھکو اب آخر
اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں آپ کو محجوب کرتے ہیں [illegible] اس سے زیادہ عرض
نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجیے دیکھ کے لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے
خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کروں گا۔ میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیجئے
اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہیے کہ حضرت خلاصہ کلام آپ سابق ہی
الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بعد ہزار مسرت آپکو مبارک ہو اور اُن کی
اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علی خان صاحب کو میرا سلام پہنچے میں بھی
آپکی ملاقات کا مشتاق اور آپکا محتاج ہوں گا خط کا لفافہ اس میں ملفوف نہ کرنے کے سبب پہنچا اور آج پہنچا
اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا۔ کاتب وہی ہے جو لفافہ مرقومہ کا ہے
ایضاً جناب چودھری صاحب آپکا ملاطفہ نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپکو پھر تکلیف دوں اور آپکی خوشنودی اور ملاطفت کا جواب

لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کارپردازان ڈاک کے
پاس وہ رسید بھجوائی انھوں نے کتاب لکھکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید موجود
ہے اب پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید
آپ کے پاس بھیجدوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجوا کر اُس سے پارسل منگوا لیں اور اب
اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والسلام ۞

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکر بجا لاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ
و مثنوی پہونچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق بیرنگ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لفافہ اس کا بھی آپکے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب
کے کہنے سے نظر بایں معنی اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو
آپکو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا
شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہو اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت
نہ تھا کبھی یہ گمان نہ کیجئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب
احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں ہو وہ ویسا ہی کرے بہرحال
سے ۵ اسی واسطے زخمہ رومی دیدار و گریچ ۞ انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت
امن و امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو یہ تھی اس صورت میں بھی پر نہ آئیگی میں یہ تاکے ہوئے
ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں
اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں
حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اُسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھکو آرام
بیٹھا رہنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں

کہا گیا لکھا پڑھے ہوں گے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہوگی۔ مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے
حق بجانب تمہیں کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے
اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں
میں نے بحسب دستور ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب سے میرا سلام کہیئے گا اور کہیئے گا کہ کیا کروں
دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے
والسلام + ایضاً شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام
یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی
حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع
کر دیجیئے گا اب سبیل بھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے کچھ مجھکو بھیجنا ہوگا بھجوا دوں گا
جناب چودھری صاحب آپ کا یہ دیا ہوا خدا کا اسم گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی
باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمی بہ دہلی اردو اخبار
بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر احیاناً آپ یا کسی آپ کے دوست کے ہاں
جمع ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر سنہ ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں
جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے اُن کے نام کے کہکر نذر کرنیکا
ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم رہے کہ
اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ سنہ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں
یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے
جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست
جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا بھیجئے۔ والسلام مع الاکرام +

اے شفیق میرے عنایت فرما تمہاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں نہایت سعی بلیغ کی آپکی
طرف سے جو دیر میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی
ہوا ہے آپ بھی فکر کیجئے اگر کہیں سے آپکے پاس آ جاوے تو مجھکو بھیج دیجئے میرے پاس آئیگا تو میں
آپکو اطلاع دیدونگا۔ عنایت آپکی کا کون شخص مشتاق نہوگا۔ اسکی پرسش ضرور ہے میں خدمتگزاری کو
حاضر ہوں ... چچا کا نام لکھا ہے میرا سلام اور یہ پیغام کہیے گا۔ صاحب تم نے ہماری بہو اور پوتے
کو ... میری دعا لکھ بھیجنا بہرحال
میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور ان سے کہئے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھئے اور یہ لکھئے کہ اگر خدا نخواستہ
وہ ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچا دیجئے گا
اور ... کو سلام شوق کہیے گا ۔

دوسرا خط میرے شفیق دلی دوست میر عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حواس کا
یہ حال ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا اسی طرح سابق کے خط میں
میرے نام سے پہنچ گیا ہوگا ۔

... کہ خواہش نامہ	کون ہیں کہ جو خون بسکہ زہر نقش

معلوم ہوا کہ آپکے خطوط کے جواب میں آ گئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپکی سعی اور اپنی
ناکامی پہنچانے سے میرے دلنشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

... ہاتھ آیا ... خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کلام ...
... میرا کلام ... نظم کیا ... فارسی ... میرے پاس فراہم نہیں ہوا
... جمع کر لیا کرتے تھے سو ان کے لاہوں

روپیہ کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپیہ کے کتب خانے بھی گئے انہیں میں وہ مجموعے آپکے بیشتر بھی
غارت ہوئے میں خود اُس مثنوی کیواسطے خون در جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی یہ پارسل میں قطعہ و شجرہ
اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ آپ وہ خط آپکے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں رکھا [illegible]

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق سلمہ شعر بعد سلام یہ وِرد زبان ہے یا الغیب خدای تو غائب
ز نظر مہر تو ایمان من است ۔ آپکے اس خط کا جواب بعد ملنے اس شعر کے منحصر التماس پر ہے کہ میری
طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط آپکا از روئے شوق
واپس بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک ورق کاغذ پر اپنے ہاتھ سے
نقل کر کے بھیج دیجئے تاکہ مجھ بد نصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودہری غلام رسول
صاحب کی خدمت میں سلام نیاز ۔ اشتیاق شیخ عطا حسین صاحب جناب میں سلام ۔

ایضاً ۔ میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہونچے کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط انشا کا مع [illegible]
اور آپکا تخلص سرور ۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ ۔ بہارستان سرور اچھا نام ہے
قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کسواسطے کہ اگر یہ وعدہ پہنچ جاتا تو تکلیف زیادہ دیگا اور اگر نہ پہونچیگا تو ملال
شکایت نہ ہوگا سن فتنہ و فساد اور بلا دہلی معلوم یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے [illegible]
[illegible]
مُردہ شعر کیا کہیگا غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دے جو غزل کی روش ضمیر میں آئے
رہا قصیدہ ممدوح کون ہے ۔ [illegible]

ایضاً ذریعہ بیست عہد دستہ سفر ادا رحیح	[illegible]

گزشتہ سے دربار میں جلسہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گذرتا ہے اشرفیاں [illegible]
ریاست [illegible] سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالا سے مروارید مجھکو ملا کرتا ہے [illegible]

گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیے دماغ چاہیے۔ ذوق چاہیے۔ امنگ چاہیے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر لکھوں۔ چونسٹھ برس کی عمر و لولہ شباب کہاں۔ رعایت فن اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہونچے۔ کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہی اس کے طلوع کا حال مجھکو معلوم نہیں۔ اختر شناسان ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہوگا۔ قبول دُعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا۔ اقتصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں۔ تحویل آفتاب بحمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طلوع وقت تحویل درست کرنا یہ کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہین میرے پاس یہ دونوں باتین نہین ؎

ندانم کہ گیتی چہ سان میرود ✤ چہ نیکو چہ بد در جہان میرود

مین تو اب روز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھیے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ✤ مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گرا ب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہکر گزرانے بادشاہ نے پسند کیے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے

اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اوس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے۔ میں نے ہر چند قلمرو ہند میں دلّی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبّا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام ونشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اُس کا گلہ کیا ؎

چون جنبشِ سپہر بہ فرمانِ داورست   بیداد نبود انچہ بما آسمان دہد۔

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیلِ شکایت۔ گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیغمبر سنت و زن نان خواہد و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے جنف و بے میل ازراہِ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونیِ عمر و دولت پہنچے

ایضاً میرے مشفق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہوں اگر اسکو منظور رکھیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور رجسٹری کا دردسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادائے قرض ہوئے بچے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر ابھی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر ۱۸۶۱ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا اس حساب سے میرے حصّہ میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ہے ۹ کے ساڑھے رہیں گے کچھ رامپور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونو آمدنیں ملکر خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھہ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور

اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں تھے صاحبان امکنہ و دکاکین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہے موت ارزان ہے میوہ کے مول اناج بکتا ہے ماش کی دال ۸ سیر باجرہ ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنے ۱۶ سیر گھی ۱۔ سیر ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھکر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جیسے جاڑے کا دوا سا کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز اور لو چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت و رحمت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشدزادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپکی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اسکے وصول کی صورت ان سطروں سے جو آنواب مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع روداد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیادار نہیں فقیر تکیسا ہوں توقع میری خورند۔ انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب ہو انشاء العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے۔ خاستہ حضرت مجمع امیر صاحب کے حضور میں سلام و نیاز گزارش ہو کہ میرے پاس حضور کا سلام و پیام [illegible] کیسی آفت اب تک [illegible] ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہجت و خوشی ہوا ہے جو خانہ کوچی و گرید پائی اور بے اطمینانی کا آپکو مجھ پر گمان ہے وہ اس کا ہیچ ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے میں ہمہ تن و فرزند بروقت اسی شہر میں قلمرو خوان کا ستانا و رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت کی اور کیا انقلاب ہو گئے خدا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تنخواہ جسکو حضرت

ہونیہ لقب دیا ہے اس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور مشتاق تصور فرماتے رہیے گا۔ مرشد زادۂ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا ڈپٹی صاحب مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجھ کو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہہ دوں گا آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا ۵ بندۂ شاہ ثنا ہیچ و ثنا خوان شاہ

ایضاً میرے شفیق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گزار اور قصیدہ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں اب ان دونوں قصیدوں کے باہم پہونچنے کا انتظار کریں ۵

نوید وصل ہم سے وہ ستارہ شناس + کہ وہ ژرف نگاہ ہے گرداب تخمین کا

تحقیق کہ اب رو سے سخن جناب فیض مآب جامع مدارج صوری و معنوی فروزندہ شمع مستغرق مشاہدۂ شاہد ذات حضرت حافظ صاحب قدس سرہ صفات کی طرف ہے اور بغیر افتتاح کلام پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گی کہی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا۔ نو برس کا تھا چچا مرا۔ اس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکائے حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال اس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال یہ غبن سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کولبرک صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی اور اسٹرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر ریزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرتر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانے کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا ان کے ولی عہد نے چار سو روپیہ سال ولی عہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ

نہ جیئے یعنی اگر چہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی۔ دلّی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجھکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربّی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں جو والی دکن کیطرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جاوے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دو نو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُسکی ضائع جائیگی اور والی شہر مجھکو کچھ نہ دیگا اور احیاناً اگر اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائینگے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کریگا سوا اے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما وار و ما ہیچ + پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپیہ رام پور کے ساٹھ روپیہ پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں مگر گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادہ رحیل ہیں۔ دیکھو منشی نبی بخش مجھہ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گذر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے کہنے کی قوّت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں۔ متوسط کب پیش کرنیکا موقع پائے پیش کیے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۝ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَلَا مَعبُودَ اِلَّا اللہُ وَلَا مَوجُودَ اِلَّا اللہُ کَانَ اللہُ وَلَم یَکُن شَیْءٌ وَاللہُ الآنَ کَمَا کَانَ +

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہونچے۔ آپنے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھہ نہ لکھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت

کی دُعا کیونکر مانگتا یکل سے وقتِ خاص میں مین دُعا مانگ رہا ہون یقین ہے کہ پہلے تم تندرست
ہو جاؤگے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحب اطراف وجوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہین
اور مین جی مین کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کرینگے
صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ مین مین نے لکھدیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے۔
اور اس کے دو مجلد ہین پہلی جلد مین ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت
کا ذکر۔ دوسرے حصے مین اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام
مہر نیمروز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جابجا بھیجا گیا
قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تیمور تک کا نام و نشان مٹ گیا۔
آن دفتر را گاؤ خورد و گاو را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ جو کتاب مین نے لکھی ہی نا ہو
وہ بھیجوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دُعا۔ خداوند مجھے مارہرہ
بلاتے ہین اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہین۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی
شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات مین مارہرہ
جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت
کہاں سے پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ مین اتنی آموں کی گنجایش نہار منہ مین
آم نہ کھاتا تھا۔ کھانے کے بعد بھی آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں
بین الطعام ہاں۔ آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا
ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ مین نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت
کھاتا ہوں مگر دس بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات۔ دریغا کہ عہد جوانی
گزشت ٭ جوانی مگو زندگانی گزشت ٭ اب اُسکے واسطے کیا سفر کرون مگر حضرت کا دیکھنا

اُسکے واسطے متحمل رنجِ سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں سنہ ۱۵ ای واکیسویں دی ویداد گرہ ہیچ +

ایضاً ۔ بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کسی کے اور نام آپکا پایا۔ دستخط دیکھکر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ ولرزہ رنجور ہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں۔ خدا وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے۔ [illegible] دیکھکر دل کو فرحت ہو خط پڑھ کر دونی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا دل [illegible] قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا۔ [illegible] بہ ہمہ حال مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام بہ صنوفِ اشتیاق والطافِ احترام۔ جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں [illegible] ان کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کروں گا تم معرفت ہونا کہ غالب بھی [illegible] اہل دلی میں [illegible] غالب نہیں ہے میں نے عرصہ قدمبوسی کیا پھر [illegible] تو اچھا ہے غرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ [illegible] ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسین تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں زیادہ لکھتے ہیں۔ کاش وہ میری رنجوری کا حال لکھتے ضعفِ قویٰ و اضمحلال لکھتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ آنکی [illegible] اور دردمند نوازی کا دم بھرتا ہے

درکشاکش ضعفم نگسلد روان از تن + این کہ من ہمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ اڑ جاؤں اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہے کہ [illegible] نے مجھکو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا۔

اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سوجھتی ہے خیال میں آتی ہے پر دل سے کسی طرح تسلی نہ پائی۔ اب دو باتیں سوچتا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں [illegible] کیا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک ایک دن مروں گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے نتیجہ اس کا تسکین ہے مہمات سے

منحصر مرنے پہ جس کی آس ہو ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے۔

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام [illegible] نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب سیاہی پھیکی۔ کاغذ پتلا۔ پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی [illegible] باقی ہے۔ تمہاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے سعادت توام شاہ عالم کے اگرچہ پڑھا گیا [illegible] ایمان نصیب ہو وہ خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں [illegible] اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے تا کہ اس کے جواب [illegible] لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہو گئے۔ الحمد للہ

ایضاً۔ بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دوں گا میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہی میرا ڈھنگ ہے۔ شور و داد [illegible] اور رنج عام یہ ایک حال۔ دوسرا حال سنو کہ چلنا پھرنا [illegible] صاحب فراش ہوں [illegible] پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محل سرائے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں صبح کو نیچے کھانا نہیں آیا ہے۔ پلنگ کے پاس [illegible] دھو کر کھانا کھایا [illegible] دھوتے [illegible] کل کی [illegible]

کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو
اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات مین ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو
تصور کرو ایک پھوڑا داہنے پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائیں پہنچے میں سہل
ہیں بائیں پانو میں کف پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت رواد عاتِ
محللات سے کچھ نہوا اب تجویز یہ ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیئے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگایئے۔ کہوف
بائیں جراحت کا عمل ہوا تو قیاس کرو کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھہ آیا ہوں مجمل جزوی ہے۔ میرا قیاس
اسکا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ میں نے
ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں۔ حضرت صاحب ان
صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لیکر بیدل اور ناصر علی تک اس
میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ
ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
موجد ہوئے۔ فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہاے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی تکمیل کی
ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی سے۔ سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اسکے
صاحبانِ طبع نے سلاست کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی
و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے
کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اسمیں نئے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں
ہیں خاقانی اسکے اقران۔ ظہوری اسکے امثال۔ صائب اسکے نظائر خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام
ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہمنے جانا کہ ان کی
طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے

دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ واد واد۔ انصاف انصاف ہ

اگرچہ شاعران نغز گفتار	زیک جام اند در بزم سخن مست
وے با بادۂ بعضے حریفاں	خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم	ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ہ

	بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
	دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم	قائم اور تجھے طلب شہ کی کیونکر مانوں	ہے تو ناداں مگر اتنا بھی بد آموز نہیں
مومن خاں	تم میرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ نیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اسوقت یاد نہیں آتا یا دکیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانوں کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودہری عبد الغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں بثور و اورام میں لد رہا ہوں برس دن میں ادجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ بائیں پانو میں کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کو مسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح

یکقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط
شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طفلے دیکر مردہ بنایا۔
جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹر کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ ہم اپنی طرف سے از راہِ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں نبالے نہ جا سکا۔ بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرطِ حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ ہلٹن صاحب الور میں آگئے۔
راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہلِ اغراض کے عرائض جو حضور میں گذرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہو گا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ ایک پھنسی ہوئی پھنسی پھوٹا ہو گئی پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا انبالے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتے سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے آج اُس نے ارادہ اس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہو گا۔ میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے پرزے اڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ نورِ چشم راحت جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو تمہاری دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہے کوئی جلا بھنا کہتا ہے ؎

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ　　یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے۔ وہ یوسف مرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا۔ میں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاونگا میں نے انکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ صاحب ابن نہیں ہے، ہو۔ غلام اشرف نہیں ہے ہو۔ اگر منظور کیجیے تو میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں مجھ سے ع سے دل بدست آور کہ حج اکبر است + تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھکو کیسا غم ہوا ہے تم اس جرگے سے جدا ہو۔ تمکو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا کہیں دیا کرو۔ میر مہدی صاحب سارا خط پڑھکر کہیں گے مجھکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہونچے میر نصیر الدین ایکدن میرے یہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہوں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی

حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے +

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ ع۔ سر فرزند آدم ہرچہ آید بگزرد + لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ بیچاری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جسطرح پر آئے ہیں اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصوّر اور قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اُسکو آسمان پر چڑھا دیا حُسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان کو اسطرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور تھا، متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجکو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جون کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہرحال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہونچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہو گے۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں۔ قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلّال نہیں، سوداگر نہیں مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امو جان مطبع شاہدرہ میں محمد حسین خاں کی شہر رائمان کے کوچہ میں مصوروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب ۲ر محصول ڈاک خریدار کے ذمّے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں جسکو منگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دہلی رائمان کے کوچہ مصوّروں کی حویلی کا پتہ لکھکر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی قیمت چاہو نقد چاہو ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو لکھے اُس کو یہ جواب دے دو۔ دیا بھی کہاں جو میں لکھوں

کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیاسٹھ ۶۶ برس کا مرد۔ ایک چونسٹھ ۶۴ برس کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وبا آئی تھی۔ تف بریں وبا پنجشنبہ ۸ ربیع ماہ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب +

الیضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہونچ گئی ہے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لوں گا شنبہ ۸ ربیع نومبر صبح کا وقت ہے جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں پرسوں تمہارا خط آیا تھا آج جی چاہا کہ ابھی تمکو خط لکھوں اسواسطے یہ چند سطریں لکھیں برخوردار میر نصیر الدین پر انکی بیٹی کا قدم مبارک ہے نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہاں عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے کہ اسمیں ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تمکو کیا ہوا ہے کہ تم ان کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے یہ بے ادبی اچھی نہیں میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا۔ اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیا جانوں کیا ہے پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوا اناج اور اپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جسپر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ فٹ گول میدان نکلے گا دوکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے برھ تک ڈھیئے گا۔ دو نو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں دیکھیے دلی آئیں یا نہیں آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو میں گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں پنشن کا نہ کہیں

ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ر نومبر ۱۸۵۹ء +

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے اُستاد حامد کے کوچے کے میرے پاس آئے اور اُنھوں نے تمہارا خط لکھا ہوا ۱۵ر جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہونچا۔ اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط مفقود کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا خط آوے اور میں پھیر دوں۔ تم خود لکھتے ہو کہ اس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمہاری والدہ کا مرنا سنکر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تمکو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا بخش اور کہاں اُس کا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ع ہے موج زن اک قلزم خوں کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائیگی تم لکھتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے میں مخفی نہیں ہوں نہ روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہاں ہے مگر نہ باز پرس کی گردار میں آیا ہوں نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے باانہمہ امین بھی نہیں ہوں دیکھیے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا لکھوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لوگے میکش چین میں ہے باتیں بناتا پھرتا ہے سلطان جی میں تھا اب شہر میں آ گیا ہے دو تین بار میرے پاس بھی آیا پانچ سات دن سے نہیں آیا کہتا تھا کہ قبالی کو اور کولہ کو جاؤنگا میر بہادر علی کے پاس جہجر گیا خود لاٹ کی کنہیں تھا پہر آیا ہے میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم

ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ تمہارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یکجا ہو۔ گو انکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔
غالب یکشنبہ ہفتم فروری ۱۸۵۹ء وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا پہنچنا مجکو معلوم ہوا۔ میاں اسمٰعیل اغلاط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمھیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر راجپوتانہ کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاو۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ۵ ستمبر پرستم پروردہ آورد و داد یکشنبہ ۲۲ اگست ۱۸۶۳ء۔ از غالب۔ **ایضاً۔** برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی۔ اردو بازار کے مولوی صاحب لو اسے ولائے مرتضوی پہ علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے الحمد للہ علی کل حال۔ دیکھئے آپ معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہمکو کب طلب کرتے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا البتہ اگر وہ بلائیں گے تو میں کیونکر نہ جاؤں گا۔ ظاہرا ہمارے تمہارے واسطے زمانہ انتہائے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے۔ آپ مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب بنیں گے اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو مجھپر مہربان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب

ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے بڑے مصاحب ہیں جس گروہ میں سے جسکو چاہیں حضور سے ملوا دیں فرقۂ شعرا میں سے جسکو جو کچھ چاہیں دلوا دیں انکو اور مجتہد العصر کو میری دُعا کہنا نجات کا طالب غالب - ایضاً - میاں تمہاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد افضل کو دی تھی وہ اُنھوں نے واپس دی اور اُسکی نقل کے باب میں کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہو جائے گی میں انکو روپیہ دیکر لے لونگا خاطر جمع رکھو پنشن سراسر سکوت شاہی ملنے کا حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سو دسے لو اور کھاؤ کشمیری کٹرہ گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در۔ اور وہ بڑی بڑی کوٹھڑیاں دو رویہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں آہنی سڑک کا آنا اور اُسکی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے چار دن سے پروا ہوا چلتی ہے۔ ابر آتے ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہیں برستا گیہوں۔ چنا۔ باجرا تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں نو سیر ساڑھے نو سیر میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں۔ یا یہاں ہیں۔ میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجھکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ قاسم علیخاں قطب الاقطاب ایکدن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہونیوالی ہے اور کہاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو۔ غالب صبح چار شنبہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء۔

ایضاً میاں تمہارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار رو۔ دوسری بات میر نصیر الدین آگئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالی اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کو جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا اُنکے عاشق تمہیں ہو میں نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔

غور کرو یہ مقدور مجھ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور روپیہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو۔ ای میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غمہائے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۴ جمادی الثانی۔ ۱۵ دسمبر

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہو گئے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں ۔ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے ۔

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا ابھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جس کا جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت پوچھی اور کہہ دیا کہ میری دعا لکھ بھیجنا بس اتنا ہی دم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط میرے نہیں پایا کیا لکھوں کیا حال ہے ہمیشہ اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائیں گے ۔ یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

اب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی انا للہ وانا الیہ راجعون

مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۰ شعبان سنہ ۱۲۸۱ ہجری۔

ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے ڈاڑھی منڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا ہمہ تن اُن کی ملاقات کی تقریب میں تھا بارے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی

استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں پیشہ پوچھا حکیم نکلے یعنی حکیم اشرف علی۔ میں ان سے مل کر خوش ہوا
خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا بھائی
وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصب نہیں کی میرے پاس مستعار ہے دیکھ چکوں گا بھیج دوں گا
تقاضا کیوں کرو۔ میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔
میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہارشنبہ ہفتم رمضان
ہشتم مارچ۔ ایضاً میاں تم کو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ پنشن جاری ہو
اور میں تم کو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب
جیپور پہونچے۔ تم شاہ پوری بتاتے ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر اور ابوالفضل
تو تھے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اکھڑ کر بدشواری جمتا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے
کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے
سُنّی الگ۔ شیعہ الگ۔ نیک جدا۔ بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی
پھر دعا۔ کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ میں چھاپی جاتی ہے۔ تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لکھے
ہوں گا تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز ورود نامہ پنجشنبہ ۷ ستمبر ۱۸۵۹ء
ایضاً۔ میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی
تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رامپور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت
منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ
چاندرات کے دن یہاں آپہونچا یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد
میں جا کر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں
کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں

واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انھوں نے میرا ناک میں دم کر دیا تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار داد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ جسکو یہ دسواں مہینا ہے سَو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپئے مہینا بنام دعوت اور وہاں یعنی رامپور رہوں تو دو سو روپئے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپئے بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اسمیں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں مجھکو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہر حال غنیمت ہے رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے کی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے اسمیں سے مجھکو ملے ساڑھے سات سو روپئے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپئے سال عزت میں دیا یہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے تھے بخشی۔ ناظر حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان یہاں بھی نقشہ ہے کوٹھری میں بیٹھا ہوں ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا جھجر دھرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہوں یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ باتیں کر لیں میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہہ دینا جمعہ ۱۲ اپریل۔

ایضاً ہو یا ہے حال دہلی و الور سلام لو مسجد جامع واگذاشت ہو گئی پتلی قبر کی طرف میر مومن نے کہا بیوں سے نے دکانیں بنا لیں۔ انہدام عمی کا ہو تر بکنے لگا۔ دس آدمی ٹہم ٹھہرے مرزا الٰہی بخش

مولوی سدرالدین تفضل حسین خاں تین پہ سات اور ۷ر نومبر ۱۴ر جمادی الاول سال حال
جمعہ کیدن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ قید جسم سے رہا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو زری انگیٹھی پر گزارا ہے۔
بوتل گلاس موقوف راجہ پٹیالہ مرگیا۔ مہندر سنگہ اسکے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال
و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے
وہ نواب گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی
ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیالہ اور الور کے
راج کا انتظام اسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل اسی صاحب ایجنٹ الور اور دلی ہوتے ہوئے
میرٹھ گئے ہیں راجہ صاحب تجارہ تک انکی مشایعت کر گئے۔ یہاں اسی صاحب سے کوئی صاحب
سنگہ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں بچوں کو
اختیار ہے ہم کچھ حکم نہ دیں گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنی مستدعی پرورش ہوا اسکو بھی
یہی جواب ملا۔ اب اور جو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگھ
بیٹھے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کے آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک
دالان میں دھوپ آتی ہے اسمیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤنگا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن
میں بھگو کر کھاؤں گا بیسن سے ہاتھ دھوؤنگا۔ باہر آؤں گا پھر اسکے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا
صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو
دعا۔ منگل کا دن جمادی الثانی ۱۲ر دسمبر۔ پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۵ ذیقعدہ و مئی باہم۔ صاحب آج تمہارا خط دوپہر کو آیا۔ اس میں میں نے
مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھکر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا کل وہ کہتے تھے

کہ انتیس روپیے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔ اب اسوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھکر کھا ر رکھ چھوڑوں گا شام کو مجتہد العصر میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو موافق معمول کے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھکر خط بند کرکے بھیجدوں گا۔ خدا کرے اردو کی نثر کا لفافہ اُنہوں نے ڈاک میں بھیجدیا ہو شام کو مجھے دے جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوادوں۔ مہاراج اگر دورہ کو گئے ہیں تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب لکھیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمہاری چچا جانی سے لکھنے کا مجھ میں دم نہیں۔ تم جانو وہ جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔ ۲۰ صفحہ چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپیے بھیجوں تو انچاس جلدیں منگاؤں دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو اور کو مجھسے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے ہیں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کو قبل یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھسے نہیں ملتے۔ میر سرفراز حسین آئے ہیں اور میرے یہاں نہیں اُترے۔ لاحول ولاقوۃ اترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ افسوس جنکو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھکو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ رجمادی الثانی کی اور [illegible]

کی صبح کیوقت منہ اندھیرے اوسی وقت میری آنکھہ کھلی تھی لحاف میں لیٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ
میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے
ہیں میں سمجھا میر سرفراز حسین ۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن نے پو سے آئے اور خدا جانے
کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں ۔ یہ ہے سبب مجھے غیر سمجھا یا مُرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور
مجھسے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے ۔ اور میکے کو چھوڑا ۔ واللہ میرا جی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا
اب اُٹھا ہوں ۔ سردی رفع ہوئے دہوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں ۔ میں کمبخت
بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں اب میر احمد علی کی بی بی پاس جلتش خاں کے
پھاٹک آدمی بھیجونگا جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی
معلوم کر آئے گا کہ امیر حسن صاحب ہیں تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا تم اس خط کا جواب
جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں
خاطر جمع رکھو ۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو ۔ نجات کا طالب غالب صبح جمعہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً ۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو اِدھر آؤ خبریں سنو ۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا
دلّی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے موافق دستور قدیم مل آئے غرضکہ پنجشنبہ
۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے ۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے
اُسیوقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر کو خبر کر
وائے جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سنکر نومیدی کی پوٹ باندھکر لے آیا ۔ ہرچند پنشن کے باب میں
ہنوز لا ونعم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانیوالے ہیں
یہاں کچھ کلام و پیام نہیں ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت درپیش آئیگی مسلمانوں کی
املاک کے واگذاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جنکو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ

یکم جنوری ۱۸۶۰ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک قبضہ پاؤ۔ جہاں ہو وہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہدینا کہ وہ جوب جو تم نے مجکو دی تھیں۔ انکا نسخہ جلد لکھکر بھیج دو۔ والدعا۔ موجود نا مسعود معدوم ہم اپنی مرگ کا طالب غالب۔ ایضاً۔ برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کرلوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اسکو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اسوقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آجتک ان کا خط نہ آیا میں سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہرچند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ ان کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لیکر بلالیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب اجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راج انکو ملجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دونوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ؎

کسے کیں مرادش میسر بود — اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزو ہیں۔

ایضاً ای جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب۔ لکھو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور کیا منع کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست

ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط
میں آپکی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب اسکے
خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپکے
فرزند ہیں آپ سے خفا کیوں ہونے لگے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں
باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ ای لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے
اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو لکھو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض
کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپکا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں
چاہتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط
شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا
آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آجتک اسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ سنو میر مہدی
صاحب میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہو گئی پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو
پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا
بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی
معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی ہیں اور ان میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے پنجشنبہ روانگی
کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہارے
کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ فارسی میں مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اسکے معنی کیا ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک
نہ بتائیں اسوقت آندھی چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھکر چھوڑ دوں گا
جب ترشح موقوف ہو جائیگا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہونچے اللہ اللہ
تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے

یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ **ایضاً** اہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے
بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے
تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے بیشبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اِس میں
ملی ہے خیر اگر یُوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔
تمہارا خط پہنچا زہد و عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت
نہ محلے کی حاجت بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
اسوقت مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے لڑکے
دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ **ایضاً** آؤ میاں سید زادۂ آزادہ
دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے
نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ ایک
آزردہ سو خاموش۔ دوسرا غالب وہ بیخود و مدہوش۔ نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی۔ ہائے دلی
وائے دلی۔ بھاڑ میں جائے دلی۔ سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خان
ولد سردار خاں ولد دلاور خاں۔ اور بتاتا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خان ولد مصاحب خاں اس شخص کا
حال از روے تحقیق مشرح مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے طریق کیا ہے۔ احمد حسین خان کی لیاقت
خانی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔ **ایضاً**۔ سید خدا کی پناہ عبارت
لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو اُٹھا یا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ
نورانی پر جہاسا نکلا ہے تمکو سرمایہ آرائش گفتار بہم پہنچا ہے میری دعا انکو پہونچاؤ۔ اور اُن کی
خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے
اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوئی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم

ہو جاتی بھی اس مہینے میں ابھی وہی صورت رہی ہے آج ۲۷ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے سبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تمکو خدا یہاں لائیگا تو اسکی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا۔ کہا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے تپ ابن ننکر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں لکھتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھکر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایکدن بلکہ ایک وقت پہونچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالی تمکو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجکو سنائے۔ منو میاں سرفراز حسین ہزار برس جئیں تمنے مجکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ع بہر در شکر آبست بدو بادارد + پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجکو کیا پیام بھیجا ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ ادھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یا رب سر نامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اسمیں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کروگے اور میرن صاحب کا نام اور اُن کے لیئے سلام تک بھی اسمیں نہوگا تو میں اسکا جواب آنکھوں سے لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا ہوگا۔ اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری کاش اسکے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لیکر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نتھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھکر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ ادھر گئے میں ادھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہونچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب رہ گئی اب اُن تک کیونکر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے دعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ؏ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔ یہ جواب ہے تمہارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط میں انکو دعا سلام لکھدینگے تو آنسے تم کاہے کو کہو گے

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہے خدا کیواسطے میری دعا اُنسے کہدینا

ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجکو بلایا پنجشنبہ ۲۴ فروری کو مَیں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے مَیں اُلٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھسے کہا کہ یہ خط ہے منکلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمدہ ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو مَیں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا دیکھو میرمہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرسش سے کیا مدعا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ مَیں اپنے گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے میں بیٹھکر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گڈھ کپتان کی چٹھی آئی سواری مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ وہ اُدھر سوار ہو گئے مَیں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط منکلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کیساتھ یہ بھی بھیجا جاوے بہت اچھا کہکر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تمکو معلوم تھا

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُسکے موافق عمل کروں گا جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو سید اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکھا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس تحکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا۔ حکّام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر وثبات کی داد ملی۔ صبر وثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اُردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے تھے رودنیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رودنیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلّی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ و خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلّی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جیپور کی زوجہ ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھیے کہ یہیں رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روئے قیاس جیسا کہ دلّی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اُڑا دی ہو سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیے دیے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۱۲ دسمبر

کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لین گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آپئے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کہئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین علیکم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں جو ہاں ہوتا تو دیکھتا کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنئے سے سیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجکو سمجھانے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لاموثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کیطرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اُس کے انڈے بیچکر بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہو گا بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس ہمنشین قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جبتک مجھے اپنے پاؤں کھیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور پیچ

آپڑا ہے اسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونیکے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا۔ بیک سیر کیوں جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں فی الدین کچھ نہیں سمجھا کہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آ گئے۔ کمال یہ ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت شورش بلکہ بفعل و راتش کر رکھا تھا ایک سلام اصلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو انہیں اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ ہفتم صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سینکڑوں آدمی جابجا دب کر مر گئے

گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا

ایضاً

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی — سرد است ہوا آتش بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر ہاے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعے پی لیے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا۔ ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہاے غضب ہاے غضب۔ میاں تم پنشن کو رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں تم کو پنشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھیے کیا جواب آتا ہے۔ بہرحال جو کچھ ہوگا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف عصر سہی۔ یوسف کشور سہی۔ اُنکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپئے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُنکا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو۔ ورنہ نالش کیجائیگی اور تمکو گواہ قرار دیا جائیگا بہرحال میرن صاحب کو عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین کو دعا

میر نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف مقت کشور کو دعا۔

ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ
مجھکو ملا میرا بچھونا مجھکو ملا۔ میرا حمام مجھکو ملا۔ میرا بیت الخلا مجھکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آیو کوئی آیو فرد
ہوگیا میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی ۔ اکنون شب من شب است روزم روز است
بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہونچا
اگر پہونچتا تو بیشک وہ تمہاری نظر سے گذرتا اور میرن صاحب اسکی اصل حقیقت تم سے پوچھتے
اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھکو وہ روداد لکھتے جو میرن
صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہونچا تو خیر جانے دو۔ اگر
خط پہونچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا
اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے حسن بھی کیا چیز ہے۔ قادر کا اتنا خوف
نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم ان سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے
خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب
ان سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔ تپ [illegible]
مستولی۔ اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا [illegible]
شب گذشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اسکو دفن کر آئے جوان صالح پرہیزگار۔ مومنین کا
پیش نماز تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤنگا اور نہ رئیس کو بلکہ [illegible]
ریاست کو لکھوں گا [illegible] میرے سوال کا جواب قلم انداز کر دیا [illegible] اور مدار المہام [illegible]
لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب [illegible]
لکھا ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا [illegible]

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی انکو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ ؎

میں بھولا نہیں تجھکو اے میری جاں　　کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں، عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا، کہیں چلمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرمت ہوئی۔ آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ آورگی کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یاس کا عالم۔ کثرت اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال۔ جو کچھ کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملیگا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں ؎ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہائے ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے۔ مجھکو پسند آیا ہے ؎

تنگدستی اگر نہ ہو سالک　　تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہاہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں حضرت

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیپور کے
مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا ان کو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تم تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط
پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈا
ڈالا ہے مجھ کو یقین ہے کہ دو تین مہینے پر عمل کیا ہو۔ میں نے کہا سر منڈوایا ہے۔ تو داڑھی رکھو۔ کہنے لگے واں کجا
آرام کہ جامہ ندارم۔ واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے۔ کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آگئے
اور برقرار و بحال رہے۔ خدا کا شکر بجا لایا۔ کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خیر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا
اور مبارکباد دینا۔ خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھکو
پانی پت بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے
خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں۔
تہیہ ہی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دے کر
ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط لکھنے
میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہارے قلم سے نہیں نکلتا
ان کی خیر و عافیت نہ ان کی بندگی۔ بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ باتیں اچھی نہیں
میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ ان کی پانی پت میں
ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلا لیں گے یا خود پھر چند روز کے بعد یہاں آ جائیں گے
یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے
بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن۔ اس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تمکو اطلاع دی جائیگی
شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ کے مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آیندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔

میر نصیر الدین دعا زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً۔ میاں کیوں ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زجر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی۔ میں نے خط نہیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آؤنگا مجکو خط بھیجنے میں تامل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپئے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اُٹھ گئے مختار کار دو ہزار لایا چونکہ میں اُس کا قرضدار ہوں روپیہ اُس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا۔ سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حساب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپئے نکلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہ گئی پت رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیونگا ایسا ہی رہونگا۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامت اسد اللہی ہے ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ اسد اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیکا مستحق نہیں

حاکم صدر مجکو پنشن دلوا دے اور پورا دلوا دے۔ میرن صاحب کو دعا لکھتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی جواب عربی بعربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعے۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے دیکھیے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا جھجر۔ بہادر گڈھ۔ بلب گڈھ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ ان میں سے دوجانہ ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں کو یہاں سے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم اسد تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم ؎

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خان کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دعا + غالب۔

الیضاً۔ جانِ غالب تمہارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے ہر ایک سے پوچھتا ہوں
وہ کہاں ہے۔ مصرع بدل دینے سے شعر کس رتبہ کا ہو گیا ای میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی
میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہلِ دہلی ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا
پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی
میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔ خس کی ٹٹی
پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور وہ سمت
بدلی ہوئی ہے بہرحال میرزا مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈگی کے
کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں
سوار ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ
ایک صحرا لق و دق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے
یاد کرو مرزا گوہر کے باغچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغچہ کے صحن کے برابر ہو گیا
یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔ فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا
کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک
میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ رامجی گنج۔ سعادت خاں کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی
حویلی۔ رامجی داس گودام والے کے مکانات۔ صاحب رام کا باغ حویلی۔ ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا
قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہرِ نایاب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا
ہو جائیگا اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسنِ اعتقاد ارے بندۂ خدا
اردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار
نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگزنڈر ہیڈرلی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہراً آگئی

مصاحبت نہیں ورنہ مجکو ضرور خط لکہتا رہتا میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کہائی اب اچھا ہو گیا تندرست ہوں ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے انکو دیکھا نہیں اب کی بار درد میں مجکو غفلت بہت تھی انکو اپنے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کی غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈہا گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اس کو آپنے ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اسکا جواب نہیں لکہا۔ یہ رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑہا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس آنے سے اطلاع پائیں۔

ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دن رہے تمہارا خط پہونچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہو ان کی زبانی سن لو گے میں کیا لکہوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے انہیں سے سنا ہے ان کا اس طرح آنا پہر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میری تقدیر کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بہروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چہیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹہائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری کا دل کو صدمہ ہے۔ وبا کو کیا پوچہتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام، لوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب ہے کہ اسی ہفتہ میں غایت اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہونچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کریگا تو میں بے شرکت غیر اسکو چھپواؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی ناداری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللہُ عَلیٰ کُلِّ شَیٔ قَدِیرٌ خدا کا بندہ ہوں علی کا غلام۔ میرا خدا کریم۔ میرا خداوند سخی، علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدہم ہوگئی ہے۔ پانسات دن بڑا زور و شور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو اسکا نو برس کا بیٹا ہیضہ کرکے مر گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ الور میں بھی وبا ہے الگزنڈر ہدرلی مشہور بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اسی مرض میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات ہیں ہوا کیا۔ ایضاً۔ ہاں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کریدا کرو مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤگے کیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی خیر و عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دعا اور دعا کہنا۔ اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے رہو کیوں پیچ کھیوا اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ بے آب ہے۔ ابر بے باران ہے۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ ہے
چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو۔ تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوائد کو
اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہو تو بھائی
ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قصائد نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی خیر تمہیں
بھی وہ عبارت مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو۔ میر
نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نثر میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا انکو
بھیجدوں نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علیخاں مر گئے۔ حامد علیخاں کی ایک لاکھ تیس ہزار
کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا
باقر علی خان کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علیخان کے گلے میں دو غدود ہو گئی ہیں۔ شہر
چپ چاپ، نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہے
نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشاں ہے۔ کاغذ بھر گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کیواسطے ابھی اور لکھتا۔

ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آنیسے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ
وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ فی بالی سو دیے کے
ان دونوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تمہید کے
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے
جائیں شاید سنگھ بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھکو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو لکھوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں
بتاتا بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے بھی معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانیکا استحقاق رکھتا ہوں بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں، جاڑے آتے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست ان کو میرے گھر لے آیا انھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اسکو میں نے لکھا اس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔ ۸ ؍ فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں بطریق ہنڈوی بھیجوا دئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیئے ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اس پچاس جلدیں شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ مجکو دینگے۔ میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ ان کو جاگیر اگست میں ملی، بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کے مسودہ ان کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمہارا ہے کیوں ایسی شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عُرف سُننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہونچایا ۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کونوال سے
کیفیت طلب ہوئی اُس نے بھی لکھی ۔ کل ہفتہ کا دن ساتوین اگست کی مجکو ایجنٹ صاحب بہادر
نے بلایا کچھ سہل سوال مجھ سے کئے گئے ۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے
تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہین یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے ۔ غلام
فخر الدین خان کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے ۔ خدا چاہے تو
بحالی ہو جاوے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا ۔ دفتر بند کیا اور یہ لکھدیا کہ یکم اگست
۱۸۵۹ء تک میں نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تمکو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم
اپنے اوراق کا فقرہ آخیر لکھ بھیجو ۔ اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ مین اُسکے آگے کی عبارت
تم کو لکھکر بھیجدوں ۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سید
سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجاوین تو مجکو اطلاع کرنا ۔

ایضاً ۔ ہار ڈالا یا تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو ہمنے اس کا کیا بگاڑا تھا
ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہین رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس بے نوا
ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے ؂

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے ۔ کل سے مجکو یہ کتنی بہت یاد آتا ہے ۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ
کہ مین تمکو کیا لکھوں وہ صحبتین اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہین آتی مجھ سے خط پر لکھواتے ہو
آنسوؤں سے پیاس نہین بجھتی ۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی ۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو
لکھتا ہوں ۔ سنو پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہین معلوم ۔ دیر آید درست آید ۔ بھئی
مین تم سے بہت آزردہ ہوں ۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تمکو ناگوار ہوا ہے لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اُسکے یہ معنی کہ ہئے ہئے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہوگئے یہ باتیں تمہاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہوگا بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں ؎ کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں ۔ دلّی والوں میں اک بچا ہے یہ ۔ میر تقی کا مقطع یوں ہے ؎ میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ۔ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ ۔ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آر سے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد اُن کا دائم الحبس ہو گیا ۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی ۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو ۔ لو بھئی اب تم چاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخاں بھی ۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علیخاں یہ ہم روزہ خور ہیں ۔ وہی حسین علیخاں جس کا روز مرہ ہے کھلونے منگا دو ۔ میں بھی بجار جاؤں گا ۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا ۔ برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہونچے ۔

ایضًا ۔ میر مہدی جیتے رہو ۔ آفرین صد آفرین ۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا ۔ سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا ۔ مگر میں نے اسکو بحل کیا ۔ اللہ برکت دے ۔ میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال لکھا ہو حقیقۃً سمجھ لو ۔ للہ الرحمن اَلطافٌ خفیۃٌ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی ۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

روپیہ کے پاک منت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگواکر اپنی منظوری لکھکر
ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیجدیں سو یہاں اسکی تعمیل بطرز مناسب
ہوگی یکم دپنش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو
ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوا لو۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہو کہ اور ون کو برس
دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز مین سب روپیہ اور اجرا کا
حکم ملجائیگا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان
اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگالوں۔ پر پار ولایت کے
انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم کے ساتھ اسکی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہو مگر یہ بھی حکم ہے
کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیئے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم
پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہو کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھکر ہمکو لکھو کہ وہ کیسی ہو اور آئین کیا لکھا
ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہکر مجھ سے مانگی اور مین نے دی۔ اب دیکھون حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے
اسوقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھکو باتین کرنیکا مزا ملا تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانہ
کیا۔ اب مین روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دعا +

ایضاً۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور میں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگزشت
میری زبانی سنو۔ نواب مصطفٰے خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو انکی تقصیر معاف ہوئی۔
اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کی
بابت ابھی ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے مین میں
بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھکر میرٹھ گیا ان کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا
تاریخ آنے جانیکی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجھکو آئے ہوئے

نوان دن ہی۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب بھجا جائے آج صبحکو تمہارا خط آیا دوپہر کو
میں جواب لکھتا ہوں سنو روز اس شہر میں ایک حکم نیا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہی کہ کیا ہوتا ہی
میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہی اور یہ حالت ہی کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے
لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گوری کی آنکھ بچا کر آتا ہی اسکو پکڑ کر
حوالات میں بھیجدیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جُرمانہ لیا جاتا ہی آٹھ دن قید
رہتا ہی اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہی اور کون ٹکٹ رکھتا ہے
تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے
میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے
والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں کے زمانہ میں
نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُسکی اقامت کا مدار ہی اب تک کسی حاکم نے
وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار رہی۔ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلہ کے نقشے کیساتھ
کوتوالی میں بھیجدی ہے کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان و کان کیوں بناتے ہیں
جو مکان بن چکے ہیں اُنہیں ڈھادو۔ اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سنادو۔ اور یہ بھی مشہور
ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور
نذرانہ دے۔ اسکا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد
ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آجتک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی کون صورت
ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
شہر میں آتے ہیں اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نورچشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا
ور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دُعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا۔ ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اسکو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے سے چیل بسولا لے گئی لوکا ہے سے پھٹکوں راب ۔ علی بخش خان پچاس روپیے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں ان کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ مہینے کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو روپئے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اسکو اٹھارہ سو ملے۔ منا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکھ لیبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجکو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو آخر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجاویں میں نے وہ سو روپئے نہ لیئے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پاتا ہوں الاہوں سال بھر کے ساڑھے سات سو روپئے ہوتے ہیں۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے ابھی اسکا کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ

چلے گئے۔ دلّی کے عمّا جو باہر پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہو گی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہونچیں۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کیواسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے سنا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھکر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھکر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہو گا بے اصل باتیں ہیں پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے بکس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری بچھی ہوئی۔ میں نے کہا اہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہی فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سر بمہر گلاس سمجھا یا وہ انگور سے بھرا ہوا اگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینے میں گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے سیاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔

تاان کی برائی اور دون ہین سرایت نکرے تو کرسے ہین سے پھینک دے۔ مین نے کہا بھائی یہ کیا کم ہی مگر مین تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہین ہوا۔ تمھارے پاس روپیہ کہان جو تمنے آم خریدے۔ خانہ آباد و دولت زیادہ۔ لیکورایک انگریزی شراب ہوتی ہی قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ مین ضرور ہین ہونگے تو مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی کنجی ہین اور ٹکے ٹکے کی کتابین چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہین۔ میری دعا کہدینا۔

ایضاً کیون یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہین یا نہین تمھارا خط پڑھکر دو بار یہ شعر پڑھا ہے

وعدۂ وصل چون شود نزدیک ❊ آتش شوق تیز تر گردد

تمکو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپ کہین جائیے گا نہین مین آتا ہون۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے باپ کے نوکر تھے کہ مین ان کو بلاتا۔ انھون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کرین مین حاضر ہوتا ہون۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ ادھر ادھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اجی کیون حضرت آپ میرن صاحب کو نہین بلاتے۔ صاحب مین تو انکو لکھ چکا ہون کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا انکو پتا لکھا ہی کہ وہان ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو مین شہر مین بلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئینگے۔ آخر کار ان سے اجازت لیکر اب تمکو لکھتا ہون کہ ان سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہی کہ روٹی وہان کھاؤ تو پانی یہان پیو۔ یہ کہتا ہون کہ عید کر تو باسی عید یہان کرو۔ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہی۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزاق ہی کچھ اور کھانیکو نملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب ایک چیز کھانیکو ہوئی اگر غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا - میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا - میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا - یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو - کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہرین اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں - شکرم مین - کرانچی مین جو چاہئیے مین - یعنی ڈاک مین آئین - بلیماران کے محلے مین میرے مکان پر اُترین - میر قربان علی بیگ کے مکان مین مولوی مظہر علی رہتے ہین میرے اُنکے مسکن مین ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے - ڈاک کو زنہار کوئی نہین روکتا - یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دین تو عید بھی یہین کرین ---

ایضاً میان کیون متعجب ہوتے ہو - یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے وہ وہان اچھی طرح سے ہے - حاکمون کے ہان آنا جانا نوکری کی تلاش مین حسین مرزا صاحب بھی وہین ہین - وہان کے حکام سے ملتے ہین وہان پنشن کی درخواست کر رہے ہین - ان دونون صاحبون کے ہر ہفتہ مین ایک دو خط مجھکو آتے ہین جواب بھیجتا ہون - بھائی لکھنو مین وہ امن و امان ہے نہ ہندوستانی عملداری مین ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری مین یہ چین ہوگا - اُمرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتین بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر - پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگون کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہین اور ایک نقل سُنو وہان کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ مین ہنود بھرے ہوئے ہین اہل اسلام نہین ہین ہنود کو اور علاقون پر بھیجدیا اور اُنکی جگہ سب مسلمانون کو بھرتی کیا - یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے - لکھنو کے سوا اور شہر وہین عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی - اب یہان ٹکٹ چھاپے گئے ہین - مین نے بھی دیکھے - فارسی عبارت یہ ہے - ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے - آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھپ چکا ہی کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسون دوشنبہ سے دیکھئے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہون یہ تو کیفیت شہر کی ہے۔ خصوصًا میرا حال سُنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسون کوتوال کو حکم آیا ہی کہ اسد اللہ خان پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بیقدور اور محتاج ہے یا نہین۔ کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہین سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائین گے اور میری بیقدوری ظاہر کر آئین گے۔ تم کہین یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائیگا اور آئندہ کو پنشن جاری ہوجائیگا۔ نہ صاحب تو یہ ممکن ہی نہین بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرون گا۔ چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پائیگا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہین اس طلب کے جواب مین بھی کیون نہین لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیجدو تو مین آؤن۔ دیکھو اب دس پانچ دن مین سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب ؂

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادۂ والاتبار حضرت شاہ عالم صاحب سلام و دعائے درویشانہ قبول فرمائین آپکا مع الخیر وطن پہونچنا اور بزرگون کے قدمبوس اور بھائیون کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ؎

یوسف از مصر بکنعان آمد

تفرقۂ اوقات و سفر رامپور و شدّت تموز مقتضی اسکی ہوئی کہ ہنوز تمہارے مسودات دیکھے نہین گئے تا نزول بارانِ رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیازِ معتقدانہ اور اپنے بھائیون کو سلامِ مخصوصانہ کہیئے گا۔ اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوے دیدار میں عمر سے گزر گئی ہیہات جبتک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ مین اور

انوار الدولہ کو کالپی مین دیکھون اور اُن سے ہمکلام نہ ہو کون میری رُوح کو قبض کا حکم نہ ہو لیکن
سنہ ۱۲۷۷ھ مین دو مہینے باقی ہین اب کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے
مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہیئے گا اور یہ پیام پہنچایئے گا کہ حضرت
صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اِس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے
خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہین ﴿ اُنکے اِس خط کا جواب جو پرسون مجکو پہنچا ہے موم جامہ مین
لپیٹ کر بھیجون گا انشاء اللہ العزیز۔ ہان جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپکی طرف ہے
جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہان تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے
فاصلہ پر چاندنی چوک مین قطب الدین سوداگر کی حویلی مین اُترے ہین۔ مرفی صاحب کا کام
اُنکے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہین۔ اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت
دیوانی کا بھی کرتے ہین لیکن ہنوز قائم مقام ہین۔ وہ صاحب جنکا نام لکھ آیا ہون بطریق رخصت
سیاحت کو گیا ہے۔ ایکدن فقیر بھی اُنکے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں
اُن مین جمع ہین آنکھین اُنکے حسن صورت سے روشن ہو گیئن اور دل اُن کی حسن سیرت سے خوش
ہو گیا واہ خاک پاک بلگرام مین نے وہان کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ﴿

ایضاً مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم ابن اُمان عز و شان علی
علم و ہنر سے برخوردار رہین۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہان سچ ہے اُنکا لطف چودھری
عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عرض کہان۔ بہر حال جناب
حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائین
چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہیئے گا اور یہ پوچھیئے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا
میرا گناہ ہے یا اسکے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیئے۔ اگر کوئی اور جرم بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجیئے۔ اِن دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپکی طرف ہے آپکا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت سے ملے ہی نہین۔ مین نے اُسکے جواب سے قطع نظر کرکے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُسنے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب مین یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک مین بھیجتا ہون۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتے ہین۔ باقی اُن کے حالات اُنکے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت مین سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمتمین فقیر کی دعا پہنچائیے گا۔ والسلام ٭

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اِس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھون اور اُسکا شکر کیونکر بجا لاؤن۔ خدا کی بندہ نوازیان ہین کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصانِ درگاہ سے بھلا کہواتا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر مین یہ سعادتِ عظمیٰ بھی کہ مین اِس وبائی عام مین جیتا بچ رہا۔ اللہ اللہ ایسے کُشتنی سوختنی کو یون بچایا اور پھر اِس رتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہون اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہون واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعوی خدائی کرنے مین محابا نہ کرے گا کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف۔ اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودھری صاحب اور حضرت سید امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم مین متردد ہون کہ آیا میرا قیاس

مطابق واقع ہے یا نہین۔ ہان چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونامون مین تردد باقی نہین معہذا نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبتی بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدینخان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعۂ نثر اور کلیاتِ نظم فارسی اور کلیاتِ نظم اردو سب نسخے اُسکے کتبخانہ مین تھے وہ کتبخانہ لٹ گیا ایک ورق نہین رہا۔ ہان چھاپے کی پنج آہنگین اب بھی بکتی ہین اور معیوب دو عیب ہین ایک تو یہ کہ جو بعد الطبع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اُس مین نہین۔ دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہون کوئی سطر غلطی سے خالی نہین تو اغراق ہے۔ بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہین۔ بہرحال اگر فرمایئے تو لیکر بھیجدون۔ مخدوم زادہ ہاے والا تبار پہلا نام سمجھ مین نہیں آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت مین اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت مین سلام مسنون اور اشتیاقِ روز افزون عرض کرتا ہون۔ ✤

ایضاً بعد حمد خداوند و نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و روان جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کرون کہ میرا کیا حال ہے اجمال تو یہی کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون۔ جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون آج دوپہر کو میر عبد العزیز صاحب آئے مین بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُنکو دیکھکر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہون نے جناب شاہ عالم کا خط مع سوداتِ اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسون جاؤن گا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائین خط کا جواب اصلاحی مسودہ لیجائین وہ تشریف لیگئے مین لیٹ رہا دن کو سونیکی عادت نہین ہے۔ جی مین کہا آؤ بیکار کیون رہو۔ خط کا جواب

آج لکھ رکھو اُٹھی کون۔ بکس کھولے کون۔ اُٹرکون کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس کھ لی۔ ادب مقتضی اسکا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائینگے بعد اُسکے انطباع کی فکر ہوگی جب وہ عزیمت مضا پذیر ہو جائیگی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید کو سلام۔ چودھری صاحب کو سلام نہ نیاز صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرحِ رُوح سمجھتے تھے باتون کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ رُوحانی منقطع کیون ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ مرسل و رسائل کا طور بنا رہے۔ ✽۔

بنام مولوی عبد الغفور خان بہادر نسّاخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے۔ دفترِ بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبتِ عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اِس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہُون کہ حضرت نے اِس ہیچمیرز ہیچمدان کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا مین دروغگو نہین۔ خوشامدی خُو نہین۔ دیوان فیض عنوان اسم با مسمیٰ ہے دفترِ بیمثال اِس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ۔ بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق مین بیباک و گستاخ ہین شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سی بڑھ کر بصیغہ مبالغہ بے مبالغہ نسّاخ ہین۔ تم دانائے رموز اُردو زبان ہو۔ سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو خاکسار نے ابتدائے سنِ تمیز مین اُردو زبان مین سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر مین بادشاہ

دلی کا نوکر ہو کر چندروز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے - نظم و نثر کا عاشق و مائل ہوں ہندوستان
میں رہتا ہوں مگر تیغ صفاہانی کا گھائل ہوں جہانتک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت بکا -
اپنی فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر دنیا میں توقع عقبی کی امید نہیں ہوں - اور اندوہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ؎

چشم کشودہ اندبکردار ہاے من — زائیندہ تا امیدم واز رفتہ شرمسار

اکہتر برس دنیا میں رہا اب اور کہاں تک رہونگا - ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا
ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا - تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہوگئے اور کیا
کہونگا - مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی - ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمہ

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی — دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا - طبیعت میں وہ مزہ نہیں
وہ شور نہ رہا - پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام میں
گفتگو کر لیتا ہوں - حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار میں موافق سوال جواب دیتا
ہوں - روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر
بخشا جاتا ہے - حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اہدا کی یاد دی اور مجھکو ارسال نامہ کی سبیل کے
بادی ہوئے ہیں جبتک میں جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد - اور بعد میرے مرنیکے
دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیئے گا - والسلام بالوف الاحترام ٭

بنام مرزا یوسف علیخان صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو - واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا
کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا - بھائی ضیاء الدین خانصاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ہاں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی گیارہویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلایق آگرہ میں منشی شیونراین صاحب حقیر و مرزا حاتم علی بیگ و منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اسکے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی میر علیخان صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلایق سے منگا لیں اور ملاحظہ فرمائیں

بنام قاضی عبد الجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبد الجمیل صاحب کیخدمت میں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے آپکی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپکے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی سطر حکی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے ہی نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہمہ اُسکے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اسکے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپکی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ جانیں کہ آپکا خط پھاڑ کر پھینکدیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپکو بھی معلوم ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ اسمیں اصلاح کہاں ہو بجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُسمیں بین الافراد و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیئے آپکے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہوں اور اُن دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کرکے معلوم کر لیجیئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی

اردو کی مشق بیشتر موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرعہ طرحی کو کوئی کیوں کہیگا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیگا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اسکو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے کہ اب ہو اور اب تک ہے تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً قبلہ آپکو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں کچھ ڈاک انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے۔ مجھکو جو دوست خط بھیجتا ہو وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے۔ محلہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ آل کیونکر نہ پہنچتے اور مجھکو بیمار رہنے میں خط بھیجا کرنا تھا۔ خلاصہ یہ کہ شاید آپکو کوئی خط نہیں ہو جو آپنے بھیجا ہو وہ مجھکو نہ پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوق خط کا جواب کا انتظار نہ لکھا مگر تمہاری چھوڑ کر بھی پیار رکھتا ہے جب بہ طلب ضروری التحریر ہو تو کیا لکھوں۔ ابتک آپکے خط میں تین مطلب دیکھے کہ قابل لکھنے ایک تو وہ رباعی جو آپنے اس منکر فرنیش کی مدح میں لکھی ہے اسکا جواب کیا لکھوں اور کورنش و آداب عاشق بیٹھے کا سو اسکا جواب لکھتا ہوں میرا جناب مولوی امتیاز علی خاں صاحب کا یہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا فقط اتفاق ہوا۔ مگر آپ جانیں تو میرا سلام کہئیے اور میرا ملال ان سے بیان کیجئے۔ مجھکو ہر روز قلعہ جانا ہوتا ہے ظاہر ہوا ہو تمہارا اول روز آئے ہونگے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر رہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے چاہئے تھا۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے جاتا ہوں پہر دن رہے آتا ہوں

ایضاً پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس درگاہ کا فقیر تکیہ دار ہوں مسند نشینی کی تہنیت کیونکر کی آیا۔ میں کہاں اور دلی کہاں۔ اور لکھوں کہ یہاں پہنچا بشرط حیات آؤنگا میں کہاں دلی جاؤنگا تماشا گاہ کی سیر کہاں۔ خود اس تماشا گاہ کی سیر دیکھنا دل بھر گیا اب

عالم یکرنگی کا مشتاق ہوں لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ ۔

ایضاً قبلہ ایک تسلیم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلم اور چھپا ایک خبر سپاہی کہار کے حوالہ کر دی ہے خدا کرے بحفاظت آپکے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان گویا نیم جان رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں اب میں جانیوالا ہوں یعنی عالم عدم۔ مدعا یہ گم ہو گئی۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اگرچہ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں کچھ طاقت باقی نہیں رہی اور حواس [illegible] زائل ہو گئے اب ایک جسم بے جان متحرک ہوں [illegible] [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible]

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ لفافہ نامہ مرقومہ [illegible] پایا۔ حضرت کے سلامت [illegible] خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی حکم تخفیف میں آ کر کل آ گیا تو شاید قسط جاری ہو [illegible] آپکو مبارک آپکا دو لخت سلامت۔ ہاں وہ جو لکھا ہے [illegible] تکمیل ہونیکا [illegible] البتہ بجا ہے۔ جیسا آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپکو اسکا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ دو وکیل ہیں محکمہ صدر [illegible] رہ گئے۔ صدر امین اور منشی اور جج میں کام کرینگے۔ میں تندرست ہوں مگر رنجور ہوں زندہ بدستور ہوں۔ دیکھئے کب تک آتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام مع الوف الاکرام۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ [illegible] مولوی [illegible] [illegible] اچھا [illegible] قول سچ ہے اب میں تندرست ہوں۔ [illegible] کہیں [illegible] مگر ضعف کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] برس [illegible] ہوں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کہاں جواب [illegible] [illegible] [illegible] بہرحال زندہ ہوں [illegible]

اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا ممنونِ احسان - والسلام مع الاکرام +

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونوں خط پہنچے - میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ - آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں - اصل صاحبِ فراش میں ہوں - بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہے - کفِ پا و پشتِ پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے - جوتی میں پانو سماتا نہیں - بول و براز کیواسطے اُٹھنا دشوار ہے سب باتیں ایکطرف درد و محللِ روح ہے - سنہ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگِ نو کا مزا چکھتا رہا ہوں - حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں روح میرے اب جسم میں اسطرح گھبراتی ہے جسطرح طائر قفس میں - کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں - کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت - یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیانِ واقع ہے عمرم آخر شد و نزدیک گزین منزل ویران بردم - ایسے تخمصہ میں اگر تحریرِ جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا - میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بُروں کو اچھا کہنا - اس طرح گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں +

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے - عنایت نامہ کے ورود نے شادماں کیا مگر مبہم جو نگارش پذیر ہوئی تھی اُنہوں نے حیران کیا - ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا ہے کیوں لکھا - ایدا کو دوام کیا ضرور ہے - خصوصاً جبکہ بذاتِ خود حادث ہو حضرت ابکی سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بیمزہ ہے - آم کہاں سے ہوں نہ پھاوٹ نہ برسات - دریا پایاب ہو گئے - کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو - جناب اسکا خیال نفرماویں - اپنے کشف کو غلط کر دونگا برشکالِ آئندہ تک جیوں گا آپ کے موسمی آم کھاؤں گا -

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھکو یاد کیا - سالِ گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا مارچ سنہ ۱۸۶۶ء یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں - میں نے آپ کا خط پایا ہے

آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والیٔ رامپور کو صدہا سال سلامت رکھے اُنکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ہے کرم گستری اور اُستاد پروری کر رہے ہیں میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانیکی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھسے ملے ہونگے مگر واللہ مجکو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظہ گویا نہ رہا شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہوگئی ہے ؎ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ٭ بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو اُنکی زبان کے محول تھے بدستور اُنکی تحویل میں ہیں اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ اُنکے کتاب فروشوں سے کہدونگا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیجدیا جائیگا ؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ٭ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب و الغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیجدوں گا ۔٭۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپکی خدمتگاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپکا ہوتا ہے اُسکو بجا لاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اُس زمین میں کہ جسکا آپنے قافیہ و ردیف لکھا ہے میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لیکر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چند میں نے خیال کیا اُس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں سے اپنے حافظہ پر اعتماد نکرکے اُسکو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی۔ سُنیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اَوروں کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیجدیجیے ؎ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں ٭ میں نے کہا لا حول و لا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھپر لعنت اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎ اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ٭ مرے شیر شاباش رحمت خدا کی ٭ میں نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اُسپر بقول اُسکے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھپر لعنت۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتگو نہیں ہے

بھلا ان دونوں شعروں میں تمہارا مقصد لفظ بھی ہے وہ شعر میرا لکھو نکہ سمجھا گیا۔ ماشاءاللہ وہ شعر خدنگ ناوک کے قافیہ کا میرا نہیں ہے

ایضاً آداب بجا لاتا ہوں آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ غزلیں پہنچ گئیں۔ فقیر کا قاعدہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و استقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ آغاز فصل بہار میں ایسے ثمر ہائے بیش بہا کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت و شادمانی ہے۔ شعر سلیس و شیریں اشعار ہے اسکی تعریف کیا کروں۔ کلام میں اپنے کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ان کا اپنا خیال آیا۔ پروردگار آپکو باعث شمول پروری و کرم گستری سلامت رکھے۔ جیبکی وہ دن دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لکھا۔ آم کے دو ٹوکرے خالی دیکر روانہ کیا۔ یہاں سے اسکو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔

بنام مردان علیخاں رعنا

خانصاحب عالیشان مردان علیخاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھکر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تمکو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنو کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہیگا کہ جفا کیا۔ ہاں جفائیں اٹھائیں۔ یہاں یوں بولتے ہیں کہ جفا ہی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ نثر و نظم میں سیاہ و مذکر۔ او جفا مؤنث بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج [illegible] کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار بغور دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ درد الم شعر رعنا سے کثرت بھی میرا نالۂ دل چرخ کہن سے + نکلا رخ کا ہم بھی جاکے وطن سے + نالۂ دل نکلا ہے۔ [illegible] اردو کا تذکرہ گلشن بیخار میں فارسی غزل نہ تھی سے تاریخ لکھی [illegible] صاحب [illegible] مسکن کا پتا لکھنا سو وطن کے دوسرے دن تمہارا خط [illegible] منشی [illegible] صاحب یہاں آ گئے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند و مستعد الصاحب آدمی ہیں [illegible] وہ سراج [illegible] تم انکا ثنا خواں ہوں۔

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام التماس ہے کہ مولوی صاحب عالیشان مولوی مفتی اسد اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچا دیجئے میں آپ سے متوقع ہوں کہ آپ مفتی صاحب کو [illegible] یاد و فراموش [illegible] آپ کا تشریف لانا یاد دلا دیجئے چاہیے کہ ابتدا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے اکثر یہی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاک رہگذر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللّٰہیاں منم	آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ انجام [illegible] میرزا قاسم علی خاں کو سلام پہنچے۔ سال گزشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آ کر مجھ سے پہلے تم چلے جاؤ گے کچھ حضرت [illegible] اشعار بعد حک و صلاح کے پہنچتے ہیں یہ تغیر [illegible] ارزش کی فرق ہو گئی آپ کے کلام میں [illegible] بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری اور ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن صاحبوں کی خدمت میں آگے فارسی زبان میں خطوط لکھے ہوئے تھے ان سے بھی [illegible] الی الآن مجھ [illegible] ہاں اتنے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں سلسلہ مراسلت کا اتفاق ہو آ گیا ہے۔ یاری [illegible] اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کی مجموع اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عالم میں پھیل گئے حال کی شرح کو کون فراہم کرے جو نسخہ کہ مجموعہ دیکھا ہو کہ جہاں جہاں منتشر ہو گئیں ہیں اور آئندہ ہوں ان کو جمع کیا جائے احد [illegible] جلت عظمتہ مقبول قلوب [illegible] سخنہا مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور [illegible]

پہونچ سکا۔ آماجگاہ بلیات ہوں اور مجموعۂ امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ در گور ہوں کچھ پا در رکاب ابھی جائیے
نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُٹھ جاتا تو قیامت تک
میرا نام و نشان باقی و قائم رہیگا۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انہیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردوئے
سادہ و مہری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے ہیں اور درویش دلریش و فرو ماندہ کشاکش
معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دُعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوا ہوس ۔

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر پا در رکاب ہے آج سہ شنبہ چہار شنبہ۔ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم
رامپور ہونگا۔ تقریب یہاں سے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے
وہاں رہنا ہوگا اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی
یہ مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھاتا ہوں۔
حسن اتفاق سے صلاح مخمس کے وقت دوست غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین
مولوی مفتی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاؤہ حضور
کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپکی شیرینی گفتار کے
وصف میں نادیہ عذب البیان اور طرب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کیے آپکے
صفات حمیدہ سے واقف ہو کر بہت شاد و خورسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاق
تمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔

بنام مولوی عزیزالدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو وہ ایسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی
قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں
اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں

ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکان میں ایک انگریز صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔
ضیاء الدین خاں اور انکے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے
آدمی کا نام نہیں۔ تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے کیمی کی دوکانیں
سنتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین خاں لاہور ہیں۔ ایزد بخش تراب علی ان لوگوں سے میرا ملاقات
نہیں ہے آپ کی پھوپھی حکیم احسن اللہ خاں صاحب غلام نجف صاحب داروغہ بیگم الٰہی بخش خاں ساکن کوچہ
انکی خیر یت کچھ نہیں معلوم پس مگر آپ کو بھیجا ہے خط دوسرا بھیجا ہے مگر بھیجا ہے پوسٹ پیڈ اگر تلف
ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب کا خط جس کا آپنے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر
دیکھا ہو آپ ان آپ میر سلام کہیے اور خط کے پہنچنے کی اطلاع ضرور دیجیے

بنام میر سید عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا یہی آپ کو خبر پا لاتا ہے آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ فخر و امتیاز ہے
امیدوار ہوں کہ یہ تحریر غور سے دیکھا جائے پیش نظر رہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو جو
سمجھا جائے گویا کسی کے سر پر تاج رکھا ہے ہر چند میں نہ سمجھا پائی بات کی ہو دیباچہ خاتمہ
میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کو واضح کیا چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی داد
چاہا چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے
عاری ہوں لیکن پچپن برس سے جو سخن گزاری ہوں مبدأ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ
میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہوں مطابق
اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ مناسبت خداداد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح ترکیب
پہچاننے فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا
لکھنا کیا ہے گویا اسی کڑھی میں ابال کیا۔ لکھنا کیا تھا کہ ہدف ملامت کا ہوا ہوں کہ تماشا

ساحتِ سخن کا پُر لطف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطعِ برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہانِ قاطع اور قاطعِ برہان کی ایک نمط ہے۔ برہانِ قاطع نے کیا لفظ نیتو نہیں سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اسکو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیونکر برہانِ قاطع نام پائیگی۔ برہانِ قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطعِ برہان کی صحت ہونے کے کام آئیگی۔ قطعۂ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اسکا گہنا ہے۔ پتا انکے صاحب کا نیا منشا اور بندہ آغا خبر دار ہوں بعد عرض سلام کے شعر پسندی کا شکر گزار ہوں۔ آپکے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کیجئے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہٗ۔ تمہارا رقعہ پہنچا۔ جو تم نے لکھی ہے حقیقت ہے۔ ہشت کس مع عیال و اطفال جیتا ہوں بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لئے بہت جی لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لینگے ورنہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ نوہی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اسکی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حرمت والی تھی۔ تمہاری ہستانی تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء

ایضاً میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں بھاگ نہیں گیا۔ نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں۔ کسی محکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں نہیں آیا۔ آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیر زمان خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا تھا انہیں ایک قصیدہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے آیا ہے مجھکو ضرور اسکا ایک تم تمہارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا تا چاہا بطریق ڈاک کے بھیجا جاوے۔ اگر پہنچ جاوے تو آگرہ کا جواب لکھ کر تمہیں بھیجدینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا

ایضاً صبح شنبہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچے
تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے تشویش ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں خوش و تندرست
ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پھر دن چڑھے تک پھر آدمی بھی وہی کھا چکتے ہیں شام کا کھانا بھی
سویرے آتا ہے کئی طرح کا سالن۔ پلاؤ۔ متنجن۔ پسندے۔ دونوں وقت روٹیاں خمیری چپاتیاں۔ مربے
اچار۔ میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا مشعلچی۔ خاکروب سرکار سے متعین ہے
حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آج تک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں تعظیم تواضع اخلاق کسی بات میں کمی نہیں
ظہیر الدین خاں بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب کے پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ
اور انسے کہیو کہ وہ بات جو ہم سنتے تھے کہیں اسکا ذکر بھی نہیں ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت

ایضاً میاں تمہارا خط پہنچا۔ آج میں نے اسکو اپنے خط میں ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ
تم نے کبھی مجھکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو آپ بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو کہ جب تو کیا
لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو حال لکھا [illegible] لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تم کو [illegible]
ہوں یہ بھلا تناہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ اس سے تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا ظہیر الدین کو دعا
کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو ہماری دعا
دعا کہنی پہنچا دو دعائیں بی بی [illegible] حیدر حسن خاں [illegible] نام [illegible] [illegible]

ایضاً میاں تمکو مبارک ہو کہ حکیم جی پر وہ بلا ہی جو لگی ہوئی تھی اٹھ گیا اور انکو حکم ہو گیا کہ اپنی
وضع پر رہو۔ مگر شہر میں نہ رہو باہر جا رہنا اگر فقط یہ کہیں تو پوچھ دیا جاوے [illegible] ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو
چنانچہ وہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] انکی [illegible]
جی انکے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر اندازہ جیسا دیا نہیں سکتا [illegible]
سنا ہے کہ وہ [illegible] کے پاس [illegible] ملاقات [illegible] [illegible]

قدم شریف میں ہو تو ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل و عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں بمقتضائے وقت اپنی سکونت کا مکان چھوڑ کر یہاں آرہا ہوں اس طرح کہ محلسرا میں زنانہ اور دیوانخانہ میں مردانہ۔ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکتہ سے کیفیت طلب ہوئی ہے۔ دیکھئے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب۔ پنجشنبہ ۱۷ شعبان ۱۲۷۵ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی ہوش میں آؤ۔ میں نے تم کو خط کب لکھا تھا اور میں کب کہتا ہوں کہ شیر زماں کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں میں نے ایک لفافہ بھیجا تھا کہ شیر [illegible] پانچ [illegible] لکھی [illegible] تم کو بھیجا ہے بس [illegible] تھی۔ [illegible] لکھی ہوئی [illegible] ہوتی تھی [illegible]

ایضاً میاں چاول بہت بھیجے ہیں کم نہیں ہیں۔ قلیل نہیں کثیر ہیں۔ کیا پوچھتے ہو کہ پہنچے اور اچھے چاول ہیں۔ ایک روپیہ کے بھیجے تھے یا سو روپیہ کے۔ چاول کا [illegible] ہیں لیکن اچھے چاول ابھی نہیں کھائے پھر تم بھیجو۔ شام کو میر فخر الدین کو بھیجا کہ حکیم غلام نجف خاں پاس ایک کتاب ہے بھائی ضیاء الدین خاں کی ایک کتاب نثر کی [illegible] معلوم کرو کہ وہ صاحب کے [illegible] لکھیں گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ کتاب لکھوا دو پھر وہ [illegible] بعد ان کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں ان کو کاغذ اور [illegible] روانہ کر دوں۔ ظہیر الدین کو دعا کہو اور اس کا حال لکھو۔ غالب

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سنو اگر تم نے مجھے بنایا ہے استاد اور باپ کہتے ہو ہر امر ازروی محبت تو چاہیے کہ اگر اعتقاد ہے تو میری عرض مانو اور [illegible] کی تقصیر معاف کرو۔ بھائی انصاف کرو اگر حکیم احسن اللہ خاں سے [illegible] کی اور وہ تمہارے بھائی بھی ہیں [illegible] بھی ہے اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو [illegible] کی [illegible] پڑھتے ہو [illegible] غریب [illegible] آگیا تو تمہاری [illegible] علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر [illegible] سے تنگ آکر اب حاضر ہوا [illegible] نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ [illegible] غالب

ایضاً میاں ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو کہیں اور جائینگے یا یہاں آئینگے اگر یہاں آئینگے تو کبتک آئینگے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور انسے لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میر خط کا جواب نہ لکھیں خدا جانے مجھ سے کیا تقصیر ہوئی ہے نجات کا خواہاں اور انسے ہر رقعہ کے جواب کا طالب غالب ۔

ایضاً بھائی میں تمکو کیا بتاؤں کہ میں کیسا ہوں ۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے پھوڑا بدستور ہے بستا ہے خیر تحمل اندیشہ ہزار ہے پرسوں میں کے ماہ قبل جا پڑیگا اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہوں قبض کی وہ شدت جاتی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچگیا ہے بہرحال سے مرگ ہست بنام زندگانی چمن عوض کی جگہ ہے ایک مکان ہے دلکشا ۔ کوچہ کی سیر ۔ بازار کا تماشہ ۔ دو کمرے ۔ دو کوٹھریاں آنگنائی صحن وسیع ۔ اسکو چھوڑکر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیوڑھی پر حلالخوروں کا مجمع ۔ گوہ کے ڈھیر ۔ کہیں حلالخور کا بچہ ہگ رہا ہے کہیں بیل بندھا ہوا ہے کہیں گوہ اٹھ رہا ہے عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں تمنے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا میں خدمتگاری کو آمادہ ہوں ۔ نجات کا طالب غالب ۔

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو ۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری و مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر اسوقت مجھکو لینا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھکو کچھ نہ آئیگا بہر صورت حال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ سو وہ بھی مجھکو بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے انکا قرض ادا کیا جائیگا ۔ اچھا تا اگر جدا بعد ترک پانسو کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈہائی سو میاں فضل کو دیکر مجھکو لکھنا باقی کیواسطے میں جسطرح لکھوں اسیطرح کرنا ۔ لو صاحب شیخ جی نے نیا خیالی پلاؤ پکا لیا ۔ اب داد دو ۔ نواب صاحب کا اخلاص اتفاقاً رہنا ضرور ہے آج منگل کا دن ۴ جمادی الثانی کی اور ۲۲ اکتوبر کی ہے کھانے کی اور گھوڑوں اور بیلوں کے اسطرح لانے کی تقدیم ہوگئی لیکن ابھی میرا فائدہ ہے نقصان نہیں ۔ دسمبر کی پہلی ہے جشن شروع ہو

ہفتہ عشرہ کی بات اسکی ہی بعد جشن کے رخصت ہونگا خدا چاہی تو آخر دسمبر تک تمکو دیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دعا ۞

ایضاً صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا پھر بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کی پاس بھجوایا یقین ہی کہ انہوں نے پڑھ لیا ہوگا مکتوب فیہ کیا ہوگا۔ تمہاری یہاں سے ہونیسی ہمارا جی گھبراتا ہی کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہی کہو اب خیر سی کب آؤ گے کئی برس کے مہینے کے دن دو دکھاؤ گے یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے ؏ زمین سخت ہی آسمان دور ہے ۞ جاڑا خوب پڑ رہا ہے تونگر و مفلس سب سردی سی اکڑ رہا ہے آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھنچنے کی قید شدید فیمابین اہل دہلی و حضر السداد دروازہ آبکاری ہی۔ ادھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولوی فضل رسول صاحب حیدرآباد گئی ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگئے سو وہاں ہیں محی الدولہ محمد یار خاں شوقی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہی پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو کیا پیش آیا ہی اگر تم معلوم کر سکو یا تمکو معلوم ہو گیا تو مجکو ضرور لکھو۔ زیادہ کیا لکھوں کیوں ظہیر الدین کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجکو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا۔ حکیم غلام نجف خاں خط لکھتے تھے تجھے بندگی لکھی ہی۔ تیری فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کو آگے اسکی مجھی کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ

ایضاً بھائی میر اوگر مشتو۔ ہر شخص کے تم موافق اوسکی طبیعت کی ہوتا ہی۔ ایک تنہائی سی نفور ہی ایک تنہائی کا متمنی ہے۔ تاکل میری صورت ہے۔ میں بھی اس گرفتاری سی خوش نہیں رہا پٹیالہ جانیمیں ایک مصلحت تھی اگرچہ بیگم دولت تنہائی میسر آجاتی لیکن اس تنہائی چندروزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی۔ خدا نے لاولد رکھا تھا شکر بجا لاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول نہ کیا یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے یعنی [illegible] ہنگامہ ہی خیر اسکا گلہ کیا رونا ہی قید حیات و بند غم [illegible] یہاں [illegible] کیا لکھوں کہ [illegible] دل کیا [illegible] ہزار دل و دست

اس باسٹھ برس میں مر گئی۔ خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی جانبر ہونے والا نہ بچیگا۔ اس رنج کو
جو دوست اب باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احباب میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے
کیا معنے کہ جب میں مروں تو میری یاد کرنیوالا اور مجھ پر رونیوالا بھی تو دنیا میں ہو۔ مصطفیٰ خاں کا
حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جاوے ورنہ حبس ہفت سالہ کی تاب اس نازپروردہ میں
کہاں۔ احمد حسین میکش کا حال کچھ تمکو معلوم ہے یا نہیں مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی دنیا میں
تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست رکھتی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں خوب ہیں
ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بیگناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ موافق قول عوام کے
مجھکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوشحال رہتا۔ یہ
خبط ہے جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا نہ ہوگا۔ احتمال تفتیش و تقسیم بشرط نتیجہ صورت
اجرای پنشن میں سوچتا ہوں اور وہ موہوم ہے بیدل کا شعر مجھکو مژدہ دیتا ہے۔ شعر
ما با سحر نوید دم صبح از اوہام سپیدی چہ حاصل است ناامیدی غبار دنیا اثر قیامتی
جی تمسے باتیں کرنیکو چاہتا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

ایضاً جان جانان و از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خاں سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ تمہیں تو
معلوم ہوا کہ بعد قتل ہو جانے ذکی کے کہ وہ اس میں عزیز بھی تھے یہ سب بال بچے
صورت نہیں معلوم کہ کیونکر نکلے۔ پیادہ یا سوار تھے تنگدست یا مالدار مستورات کو تو کہیں
ذکیہ کا حال کیا ہوا اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں پہنچے۔ سرکار انگریزی
کیطرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں
خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی
خلیل اللہ خاں مرحوم کا خویش ہے اسکی بی بی جو اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں اونکا حال

یہ مرکہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا - اگر آپکو معلوم ہو تو اسکا حال بالتفصیل لکھیے - خواجہ جان اور خواجہ امان
کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری تحریر فرماؤ - وہ ماں جسکا آپ جانتے ہونگے علی محمد خاں کھوکھا
جو میر منشی عبداللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ پتہ اسکا بھی ذکر کرتا ہو تو ہو سکا خیر طلب ہوں - غالب جواب طلب

ایضاً بھائی تمھارے رقعہ کا جواب پہلے تمکو شیرزماں خاں نے دیا ہوگا - ظہیر الدین خاں نے تمسے کہا
ہوگا - کہو کوئی طرح شہر میں تمھارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں - تیس کوس اور اٹھارہ کوس کا فاصلہ ہے
میری جان تم جیتے رہو - جانتے ہیں ہمکو تم بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا یا جانا بغیر سرکار کی اجازت کے
اور باہر نکلنا - بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر کیا کروں کیونکر وہاں آؤں شہر میں تم ہوتے تو جرأت کرکے تمھارے
پاس چلا آتا - شیرزماں خاں تھا ایکبار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤنگا مگر نہیں آئے - خدا یار بیگ
والدکی رہائی ہوئی یا نہیں - اگر تمسے ملیں تو میرا سلام کہنا اور انکو میرے پاس بھیجنا اور تمکو انکے والد کی
جو حال انکی رہائی معلوم ہوا ہو وہ مجھکو لکھ بھیجو - ظہیر الدین کو دعا - از غالب

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی بھائی زندگی دوبارہ ہے خدا انکو مبارک کرے سنتا ہوں لڑکا رہا ہے
بھی ان دنوں میں انکو ملا تھا - یہی الٰہی بخش - خدا سلامت رکھے تمکو وہ تم کہتے ہو نے بلا بھیجا تھا
صرف اتنا ہی پوچھا کہ غلام بیگ کہاں گئے تم جو ہتا سنتا ہو وہ کہہ گیا وہ ایک خط آیا ولایت میں پڑھا ہے
تفصیل لکھ نہیں سکتا - اقبال آدمی فیشن کا حال برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر بیمار ہیں دیکھئے کب ملتی
نظر نہیں آتے - میاں بہادر کیا فساد ہوا ہے - خدا خیر کرے - وہ ملے خدا کرے تمکو معلوم ہوا ہو
اور جو معلوم ہو جائے اس سے مجھکو بھی اطلاع دینا - غالب

ایضاً مخدوم سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں کو میری دعا پہنچے - تمہاری تحریر پہنچی تم
نے جو لکھا تھا کیوں نہ لکھا کرو - خط لکھا اور بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا بھیجا آدمی کے ہاتھ ایک کاغذ
بھیجا مکان کا پتہ ضرور نہیں - ڈاک گھر کے پاس ڈاک منشی میرا آشنا ہے تم ایک کام کرو آج یا کل

ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لو۔ مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور سربمہر کر کے کلیان کے ہاتھ ڈاک
گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہے وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین
خاں کو دعا کہنا۔ اب میرا حال سنو۔ تعظیم و توقیر ملاقاتیں تین ہوئی ہیں۔ ایک مکان کہ وہ تین مکانوں پر
مشتمل ہیں رہنے کو ملا ہے۔ یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں۔ خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں
کھپریل سارے شہر کی آبادی۔ اسی طرح جیسے مجھ کو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ گفتگو
درمیاں نہیں آئی۔ میں خود نہ لیتا ابتدا انکو ہوگا وہ بھی مجھ سے بالمشافہہ نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان
سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی
صورت قرار پائیگی لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھواں دن میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا
دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر
کس منہ سے ادا کروں۔ ایک دریا ہے کوسی۔ سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا
شربت ہے۔ صاف۔ سبک۔ گوارا۔ سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمے سے محفوظ
ہوں۔ صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت تو دو دن سے
کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ع۔ غ۔

ایضاً میاں تمہیں کیا ہوگیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح کے وقت
یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں۔ یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر
چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اسکا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرتر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے کہ عرضی بھیجنے والے
کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے۔ از کیمپ لدھیانہ
۲۸ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مراد آباد آیا چاہتے ہیں
مرادآباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن میں پھر آئینگے اگر انکی ملاقات کو مرادآباد

جائینگے - میں بھی ساتھ جاؤنگا - اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمہیں لکھونگا - یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو - تمکو جو خط لکھتا ہوں گویا تمہاری استانی کو لکھتا ہوں - کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ اب تم انکو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے - تم یہ خط میرا ہاتھ میں لیئے جاؤ اور حرف بحرف پڑھ سناؤ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں - کبھی میرا دل بہلاتے ہیں کبھی مجھکو ستاتے ہیں - بکریاں کبوتر بٹیریں تکل کنکوا - سب سامان درست ہے - فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اُٹھا ڈالے پھر پرسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہمکو قرض حسنہ دو - ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا - آج ۱۴ ہے مہینا ڈیڑھ ہے دیکھئے کتنے بار قرض لینگے یہاں تک کہ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائیگا وہ مفصل تمکو لکھونگا اور تم اپنے والد کو سنا دینا اور ہاں بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی میں نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیجدی ہے - غالب - سہ شنبہ - ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے - ظہیر الدین خاں کا آگرہ جانا میرا خط اسکا موسوم تمہارے پاس پہنچا اور اسکا آگرہ کو روانہ ہونا - ظہیر الدین کی دادی کا بعارضۂ سرفہ و سعال رنجور ہونا - کدارناتھ کا مجھسے خفا ہونا - مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا - فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ طرح و مطالب معلوم ہوئے - ظہیر الدین کا خط تمنے کیوں کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُسکی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے - ایک نسخہ اُسکے پاس ماء اللحم کا ہے وہ کھچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو - کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائیگا خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک دیا اور چھٹا پیسے کا نہ بانٹا - مکان کے روکنے کو اور کسطرح لکھوں - شہاب الدین خاں کو لکھا - شمشاد علی بیگ کو لکھا - ابکو لکھتا ہوں

ستمبر کے بھر دی آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر کے بعد ادا کر دونگا۔ بلکہ اگر موقع ملے گا تو یہ سہ ماہی بھی
بطریق ہنڈوی بھیجدونگا۔ اسمعیل خاں صاحب کو میری دعا کہو اور کہو کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے
پائخانہ کی صورت درست کرا دیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی اور محسن
نہیں اور پھر وائے محرومی کہ مطلب برآری نہ ہو خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان زہر قاتل ہے فضل اللہ خاں
میرا بھائی ہو اُسکا احسان مجھکو گوارا نہ سو بار اس سے کہا اور ہزار بار کہونگا۔ خیر جو ہوا سو ہوا آپ اس سے
زنہار نہ کہیئے گا اور نہ لکھیئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والدعا۔ نواب صاحب دوشنبہ آج شام کو یا کل آجائینگے
جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا طالب غالب یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء۔ صبح کا وقت۔ + +

ایضاً شنبہ ۴ ذیقعدہ۔ یکم اپریل۔ میاں تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر لیکن میرا حال سن لو اور اپنے وہم و قیاس
پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر الدین کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اسکا جواب لکھ رکھا دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا مضمون
بتغیر الفاظ یہ کہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اسکا سبب یہ کہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہے اور میں
احتراق خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمہارا خط آیا۔ تیسرے دن اسکا جواب بھجوا دیا مضمون یہ کہ تم
تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھکو خط لکھا
یہ ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پڑے تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ
میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخوپور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور
البتہ سر نامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا
ایسے وقت تمہارا خط آیا۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں
اور پچھوا منگواتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پرزہ لایا
یہ سر نامہ کا لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیجدونگا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا
بیٹا اس وقت مجھ میں دم نہیں دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہوں

چھوٹے پر لعنت۔ تو بھی کہیں شیں یاد۔ نواب مصطفیٰ خاں کل شہر میں آگئے مع قبائل آئے ہیں فتح میں چھوٹے لڑکوں کے ختنے اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی شادی کرینگے۔ آج پانچواں دن ہے شہر میں چرچا ہے کہ لفٹنٹ بہادر آتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ ہے کہ آ بھی گئے۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جلد آئینگے دربار کا امیر [illegible] پھر شایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آ گئے تو مفصل سن لوگے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے پنشن کے قصے میں الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں تم کو میری جان کی قسم دل سے توجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر صورت سعی خدا کے ہاں سے کچھ تو اچھا ہی ملیگا اور میں تمہارا ممنون ہونگا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں میں تم سے خوش ہوں کہ اس دن مراد نگر میں تھا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ ۱۲ جنوری یہاں مقام ہے [illegible] گئے ہیں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤنگا۔ کل شاہجہان پور [illegible] سو [illegible] ہونگا۔ مراد آباد سے پھر تم کو خط لکھونگا۔ لڑکوں کا ہاتھ کے دو خط لکھے [illegible] آگے [illegible] بھیجو۔ [illegible] تم [illegible] کو [illegible] ڈیوڑھی پر جانا اور [illegible] کو [illegible] سنا دینا اور خیر و عافیت کہہ دینا [illegible] صاحب کو میرا سلام [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] کہ راہ میں [illegible] [illegible]

[illegible]

ایضاً [illegible] غالب [illegible]

[illegible]

دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور تھوڑا آدمی سب پیچھے ہیں آ گئی جاتے ہیں رات بخیر گزرے بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگے گھبرایا ہوا ہوں تیرا دن ہے پا ننھا نہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی استانی سے کہنا۔ مرزا شہاب الدینخاں کو نواب ضیاء الدینخاں کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین کو دعا سے خفا ہوگا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب ✣

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا پہنچے۔ کہو میاں تمہارا مزاج کیسا ہے اور تمہارے بھائی مرزا تفضل حسین خاں کیسے ہیں اگر [illegible] تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا۔ اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا [illegible] میرے خط کے جواب میں تھا اسمیں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ [illegible] کے پاس ابھی چلے جاؤ اور اُن سے میری [illegible] کی خیر و عافیت [illegible] اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ [illegible] وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں [illegible] دیر نہ کیجیو۔ خط کے جواب کا طالب۔ غالب ✣

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں [illegible]

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ [illegible] چچا [illegible] ہزار زبان سے ہیں تو آپ کے مرحمت فرمانے کا شکر [illegible] دم بند اور بجلی کی تڑپ سی بجلی گریج [illegible] اسکا [illegible] کیا [illegible] کرتا ہوں جیسے [illegible] وہ تو بیچ [illegible] عنایت کے صرف [illegible]

آگ دکھائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھوا گرچہ انہیں چھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اسکی آواز پیدا ہے
نئی ترکیب شیشہ مینا کاروبار ہی۔ ایک آواز اور اسمیں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائی دے۔ دشمن
سنے تو ہیبت سے اسکا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے مگر ہیں یہی کہتے ہیں آیا
سہج لہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی قدرت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ
روبرو آئے وہ ڈھہ جائے۔ دانا آدمی سے زنجیری گولہ کہتے ہیں کہ توپ میں سے نکل کر پھر مل جاتا ہے
اچھے میر مہدی جان یہ توپ کسنے بنائی اور بنانے والے کے ہاتھ کہاں سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے
اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے۔
اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عزت و کرامت رکھے ؏

بنام نواب میر ابراہیم علیخاں صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی پہنچے۔ بسبب ضعف پیری کے خدمتگذاری میں اگر تاخیر واقع ہو جائے تو معاف رہوں
خاص کبھی نہ ہوگا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں
پہنچ جائیگی ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ
میر عالم علیخاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی نہیں پہنچیں دیکھیے اس سہو کو کہ کسکی
غزلیں کسکو بھیجیں خدا ایسی ہو گیا یہ کبھی یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے
شاید مجھ بندۂ خدا کو حضرت کی غزلیں پہنچی ہونگی خدا کرے وہ ہوں گویا میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کیطرح
تیرے پاس بھیجی ہوں تو میر صاحب کو نہیں بھیجیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ان غزلوں کو جواب آئے ہیں لکھونگا
یہ لکھنے سے کسی عمر کی خوبی ہے اب میر صاحب قبلہ کو خط پہنچا ہوا ہے۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علیخاں بہادر غالب علیشاہ کا سلام وہ غزل جسکا مطلع ہے
بس شوق قتل سے ہے [illegible] بھیجی اور قصور معاف کیجیے یہ غزل جو اس غزل کے بعد بھیجی

فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں میر صاحب قبلہ سید عالم علیخاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیرے پاس آؤنگا آج بحساب جنتری ۲۷ اور از روی رویت ۲۶ رجب کی ہے غزلیں انکی موجود مگر بھیج نہیں سکتا آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا ہو حواس بجا نہیں اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے ہتھروان کا من شروع ہو گیا ہے - غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض صبحکو پان سات بادام کا شیرہ ۱۲ بجے آب گوشت - شام کو چار کباب تلی ہوئی بس آگے خدا کا نام ہاں حضرت جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان با جناب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث تورع ضمیر ہے متوقع ہوں کہ اس فساد کے رفع ہونیسے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشیے اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا - اسد بے دستگاہ - پنجم دسمبر سنہ ۶۶ع +

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں - + -

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علیخاں صاحب کو بندگی غزل پہنچی ہے خط از روی حقیقت بیرنگ بھیجا ہے قبلہ آپکی بہا جناب صاحب میر عالم علیخاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے یہ امر انکے خاطر نشان ہو جاوے کہ غالب آپکے دادا کا غلام اور خدمت بجا لانیکو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب - نہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ہجری +

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم - و بجناب میر ابراہیم علیخاں بہادر کورنش مقبول باد تصویر مہر نیمروز تمہاری پہنچی اور میں نے رسید لکھ بھیجی - عجب ہے کہ آپکو اسکے پہنچنے میں تردد ہے امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کی تصویر میاں داد خاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں اپنی غزل آپ لے لیں اور سید صاحب کی غزل انکو حوالہ کر دیں بجا لانیکا طالب غالب

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب و قبلہ الاماجد عالیشان نواب سید ابراہیم علیخاں بہادر مدظلہ العالی بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپکے گھر مولود مسعود پیدا ہوا اور ایک رباعی اپنی اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہوں نے یہاں

بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا اور تین قطعے تاریخی بہاری لال مشتاق مہتمم اور میر فخرالدین مہتمم مطبع کے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیں چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں

رباعی

حق داد بہ سید ز پے آرائش | فرخ پسری کہ واجب ست آرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش | ارشاد حسین خاں کہ باشد نامش

قطعہ

غالب بجاں سنین ہجری | معلوم کن از خجستہ فرزند
چوں یکصد و بیست[۱۲۴] و چار ماند | این ست شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ سنہ ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوا جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے سنہ ۱۲۸۵ھ لے لئے تو ایک سو چوبیس[۱۲۴] بچتے ہیں انکو میں نے عمر دعائی عمر مولود قرار دیا حقیقتاً اس مولود کو تمہارے مسیلے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب +

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یاربا یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب اپنے کو احمد حسن قنوجی بتاتا ہے اُدھر سے اظہار آشنائی ہے پیر نظر سے پہچانی ہے کہ مجھکو انکی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی خانۂ لینیا خراب عشرہ ثمانیہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں شاید اگر جیونگا تو سال بھی مجھکو علم نہ ہیگا کہ میں کتنے برس کا ہوں اور کیا ہوں اور کیا ہو رہا ہوں، عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی میں سے حافظہ زائل۔ بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپکو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھدونگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور تقصیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے مولوی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ انکا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر انکے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھکو یاد دلاتے رہتے ہیں نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ نبامہ یاد فرمایا اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہرحال تمہارا دعاگو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط

جواب میں کچھ ایسا لکھو کہ تمکو پہچان جاؤں کب ملے تھے کہ ملاقاتیں ہوئی تھیں سنہ تاریخ جان جاؤں شعر کے شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہو شاہی بھی ہو تخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال تفصیل اجمال یہ ہے کہ سیاحت سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ سا ہوں بیوفائی کا داغ نہیں لگا ہے نشستِ قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں۔ دیکھیے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں یہ مکرم مخدوم آپکے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالیمقام ظاہراً بہت درویش نواز ہیں کہ اس گمنام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام باشتیاق تمام پہنچایئے۔ والسلام راقم جواب کا طالب۔ اسد اللہ المتخلص بہ غالب

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب یاد کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعاگو ہے تمہاری شعر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگزاری منظور ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۷۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ۔ ضعفِ دماغ۔ فکرِ مرگ۔ غمِ عقبیٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اب وہ نہیں ہوں نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی درخشندگی کہاں۔ بوڑھا پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں کر سکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیئے اور کہیئے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیجا کریں بیاض لینے کے بعد حسب اصلاح صفحتیں پہنچ جایا کریگا۔ غالب۔ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تمام امت مرحومہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبلہ و کعبہ جب آپ مجھکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر آپکو کیا لکھوں۔ خدا کیواسطے غور کیجیئے کہ قبلۂ قبلہ اور کعبۂ کعبہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپنے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیئے زنہار قبلہ کبھی نہ لکھیئے شعر اور جسمیں یہ نسبت قبلہ و کعبہ یاد آیا لیسر۔ آپکا عطوفت نامہ پہنچا میرے پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور آپکی

دیر ہی کا سبب مجکو معلوم ہوا۔ اب اسکا خیال رکھوں یہ آپکو معلوم ہی کہ آپکے کسی خط کا جواب میری
ذمہ باقی نہیں ہی دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا اُسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوگیا اور میرے
پاس نہیں پہنچا ٭ بہارِ گلستانِ احمد حسن ٭ یہ سچ کیا بُرا ہی ٭ دلِ حیدر و جانِ احمد حسن ٭
یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے ایک سجع مُہر پر کھُدوا لیجیے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہی

ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل جو ہو سی لکھ گیا ہوں دونوں غزلیں
پہنچتی ہیں جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف اسمی ہے انکو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ حضرت جناب
مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا اور لکاریاں ہوئیں
آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے
فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے ازراہِ ترحم نصف جائداد واگذاشت کی اب نصف جائداد پر قابض ہیں
اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ عائداد انکی گذارے کو کافی ہے کسواسطے کہ
ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپیہ کی آمد لیکن چونکہ امام بخش چپراسی کی اولاد انکی عترت
ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغبالی سے نہیں گذرتی۔ ضعفِ پیری نے بہت گھیر لیا ہی
عشرہ ثامنہ کے اواخر میں ہیں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں غالب یکشنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۱ع

ایضاً سید صاحب قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا۔ پس و پیش ایک لفافہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیخاں صاحب
بہادر کا ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیخاں بہادر کا پہنچا میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد
لیکن بوڑھا و ناتواں و مسلوب الحواس اور بے سر و سامان خدمت بجا لانے میں عذر کروں تو گنہگار نہ
و توقف کا مضائقہ نہیں لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور
سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین
علیہ الرحمہ کا حال پوچھتے ہو۔ این قدر آگاہ و خورد کہ در اقصاب بُرد و قصاب در راہ مُرد۔

بادشاہ کے دم تک یہ باتیں تھیں خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر یوں تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا سوئی کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ رحمہ گیا ایک چھپر بندوں کی آبادی تھی آپکی اولاد کے لوگ تمام اس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر اسکے سوا کچھ نہیں وہاں کے رہنے والے اگر گولی سے بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں انکے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے۔ اب جب یہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکیگا۔ سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی تو اتحاف و اہدا تکلف محض ہے۔ فقیر بے سوال ہوں اگر کچھ بھیجدیں گے رد نہ کرونگا کم و بیش پر نظر نکریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیجدیں والسلام۔ ازاسد اللہ۔ روز شنبہ یکم ستمبر ۱۸۶۶ع

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جاں کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان ناگشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفے خاں کا آنا مجکو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ انہوں نے از روے مشاہدہ میری خستگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اسکا جواب لکھونگا۔ جب غزل آئیگی اسکو دیکھکر پھیر بھیجونگا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفے خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپ کو بھجوا دینگے۔ آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴ر جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت پیر و مرشد اِن دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے موافق جواب ادا نہ ہوئے ہوں تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب | اینچہ از پائے نیامد ز عصا مے آمد

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں۔ نئے جانشین نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گو بھی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہاں پہنچا بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد میں صاحب فراش رہا۔ اب بھی فرسودہ و ناتواں بچھونا لیا ہوں۔ جواب خطوط مجتمعہ لکھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علیخاں مبرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب ست | ایں خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام باباخاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں۔ راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم گر جاری ہے آپکا حکم بے تکلف مانونگا۔ جناب میر ابراہیم علیخاں صاحب اور حضرت میر علیخاں صاحب کی خدمتگزاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا۔ اسوقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے۔ جب اسکا جواب آئیگا تب فقیر حکم بجا لائیگا۔ اسد اللہ۔ چہارشنبہ ۱۷ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد۔ آپکو میری حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی میں فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہانتک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف علی بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار معاف کریں۔ خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا۔ زیادہ حد ادب۔ راقم اسد اللہ خان

ایضاً پیر و مرشد۔ یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا۔ آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں۔ آپ پر اور میر ابراہیم علیخاں اور میر عالم علیخاں پر میری جان نثار ہے۔ مضائقہ نہیں اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیج دیا کیجیے دو ہفتے میں فرداً فرداً اصلاح دیکر بھیج دیا کرونگا مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے نثر و نظم ارسال نہ فرمائیگا

اسکی اصلاح میری طاقت سے باہر ہے میرا شیوہ نہیں ہے خط بیرنگ بھیج دینا۔ یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پیڈ
کے تلف ہونیکا احتمال ہے اور بیرنگ کا نہیں اسد اللہ شنبہ دوم جون ۱۸۶۶ع

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارے نے کل دو خط ایکبار پہنچائے ایک آپکا خط مع غزل دوسرا ایک نواب میر ابراہیم علیخاں کا
خط مع غزل آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں ایکبات یہ کہ غزل کا کاغذ مسودہ
بھیجتا ہوں نہ اسکو پھاڑ سکوں نہ پانی میں ڈبو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بغیر ردیف ایسی ہے کہ آپ
ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے آپ اگر غزل لکھیے اسکو ہرگز دیوان میں نہ رکھیے یہ بھی اسی ضمن میں شامل ہے
کہ میر ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط میں لکھ بھیجی آپ اپنے خط میں کس راہ سے
لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سُلا کر سوگئے اور
سنا کر سوگئے اور تاریخہائے بنائے مسجد دیکھکر اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور
دوسری بات یہ ہے کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیے۔ ایسا کے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے
جاری محسن کو ملا ہے کہ ان سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے آگے اس راج میں حسام الدین حیدر بڑے معزز
اور مکرّم متوسل تھے اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے۔ سید ابراہیم علیخاں صاحب اسی خاندان میں سے ہیں اور
ہاں یہ بھی لکھیے کہ میر عالم علیخاں کون تھے اور آپکو دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ
جب بنڈل بھیجیے تو اہل کلکتہ کیطرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجیے گا۔ میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے
اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچکر کیا امکان ہے کہ تلف ہو اسد اللہ

ایضاً حضرت یہ آپکی جبہ مجدد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو روپیہ کے نوٹ
کی رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب کی غزل جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

علی علی جو کہا ساحر تو توں نے مجھے	کہ ذوالفقار سے کشتی ہے آپ ہمارے بات

بہ اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اسکا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپکی برستی ہیں کہاں تک لکھے جائیں

آپکی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہوجاتی ہیں۔ بہتر برس کا آدمی پھر رنجور دائمی۔ غذا یکقلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایک بار آبِ گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کاغذ رہا وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھکر بھول گیا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیۂ سید صاحب کا آپکے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا سا خرچ ہوا۔ اُنکی ایک غزل ساری رات ہماری رات۔ جسکا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں۔ اور کوئی غزل انکی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر مل جائینگی تو بعد اصلاح بھیجونگا۔ آپکی غزلیں شمار سے باہر ہیں کس کس کو دیکھونگا کہاں تک ڈھونڈھونگا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحب اِسکا التزام کریں کہ ایک غزل ایک خط میں بھیجیں جب وہ اور اُسکا جواب پہنچ جاے تب دوسری غزل اُس خط میں ملفوف ہوکر بھیجی جاے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں از روے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔ اسد بیکرنگ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۲ء ٭

ایضاً سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کو سلام پہنچے۔ وہ جو آپنے سُنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیمجاں ہوں۔ خط لکھ نہیں سکتا ایک لڑکے سے یہ چند سطریں لکھوادی ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے آپ سید ہیں اور بزرگ ہیں میرے حق میں دعا کریں کہ اب بہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالاتا رہوں۔ غالب۔ ۳ جولائی ۱۸۶۶ء ٭

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخاں بہادر کیخدمت میں میری بندگی عرض

ہاری بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہونگا عنایت کی نظر رہے میری جان یہ جو آپنے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونیوالا ہے مجھکو تاریخ تولد کا خیال رہیگا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لونگا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گی سو گی وہ بھیجدونگا اور یہ جو آپنے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کیواسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل منظور ہے۔ جس مہینے تک میں زندہ ہوں اس مہینے تک خدمت بجالاؤنگا۔ ۱۷ جولائی [illegible] +

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب برباد ہو گیا۔ اگر کوئی ہزار پا مثنوی کی ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھا جاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ روپیہ کی سو وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجھکو دے ڈالو تمکو مبارک رہے مجھکو مستعار دو۔ میں اسکو دیکھ لوں جو میرے پاس نہیں ہے اوسکی نقل کر لوں پھر تمکو واپس بھیجدوں اسطرح طلب پر نہ دینا دلیل اسکی ہے کہ مجھکو جھوٹا جانتا ہے میرا اعتبار نہیں یا کہ مجھکو آزار دینا اور ستانا دل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دیدو باللہ واللہ اُن میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تمکو بھیجدوں۔ اگر تمکو واپس نہ دوں تو مجھپر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تمکو آفرین۔ غالب +

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت ہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے

سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اُس میں دم کیا ہے

علاقہ محبت ازلی کو برحق مان کر اور نوید غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سبکو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی اگر

اخبار میں آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جبتک دید وادید نہ ہولے اپنے کو بیگانہ سمجھیں البتہ ہم
تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جسمیں میں نے
آپکو سلام لکھا تھا آپکی نظر سے گزر گیا ہو اچھا تھا اگر نہ دیکھا ہو تو آپ مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجئے گا
اور خط کی لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھنے سے دوبالا کیجئیگا ہائے میر جان جانکو بے کیا جوان مارا گیا ہے سچ اور
پیشتر یہ کہا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا یہ بھی نہیں ہیں ہے کہ جبتک میں
ماتمی ہوں۔ ہزار ہا دوست مر گئے کسکو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی غمخوار نہیں
مروں تو کوئی عزادار نہیں۔ غزلیں آپکی دیکھیں سبحان اللہ چشم بد دور۔ اُردو کی راہ کی تو سالک ہو
گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں۔ مشق شرط ہے اگر کہے جاؤگے
لطف پاؤگے۔ میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ‖ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد

جب آپنے بغیر خط کی بھیجے مجکو لکھا ہو تو کیونکر مجکو اپنے خط کی جواب کی نہ تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال
لکھئے کہ میں نے سنا تھا کہ آپ کہیں صدر امین ہیں پھر اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی
صحبت حکام سے کیسی رہی ہیرا جیہ بلوان سنگہ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار روپیہ
جو انکو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنؤ کچھ نہیں کھلتا کہ اس بہارستان پر
کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا۔
قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگذشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تمکو کچھ زیادہ آگہی
ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپکو معلوم ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ تہاسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ
معلوم تھا میرا اسقدر کافی ہوگا وہ آپ زیادہ لکھیئے۔ مرزا تفتہ کو دعا کہیئے گا اور انکو اس خط کے پہنچنے
کی اطلاع دیجئے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام ؏

ایضاً بھائی صاحب از روی تحریر مرزا تفتہ ایک ایچھ کتابونکی تزئین کیطرف متوجہ ہونا معلوم
ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے
لکھا ہوگا یا ربیاں کچھ دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو انکا خط کیوں نہ آتا اپنے حسن عقیدت سے
یوں سمجھنا کہ لکھنا مقتضای یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیئے تو مجھکو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اسکو
کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء
حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا اخبار ایکبار بھجوا دینا اور آیندہ ہر ہفتہ اسکے
ارسال کا طور ٹھیرا دینا کیوں صاحب یہ امر کیا دشوار تھا کہ آپنے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دہی
کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ
کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا انہوں نے بھی وہ خط تمکو نہیں پڑھایا ہر چند عقل و رائی
کوئی درنگ کیوجہ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھیں
چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں
میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا
میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔ ۱۲

ایضاً صاحب میرے۔ عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجیئے۔ پریوں
کو تسخیر کیا کیجیئے۔ مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے انداز
اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے
اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں
پہنچے گا مگر ہاں اس راہ سے ع کہ مستحق کرامت گناہگاراں اند بخشش کا متوقع
ہوں۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اگر مضمون ہے تو کیا ہے

مرزا یوسف علیخاں صاحب آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اُسمیں رہتے ہیں۔ اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھدینا اور یہ بھی آپکو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلّہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصّہ تمام۔ ہاں یارِ عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے شعاعِ مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اُٹھکر گئے ہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں اور شعاعِ مہر کی شرح اور بیانِ بخشایش کے مشتاق ہیں +

ایضاً جناب مرزا صاحب آپکا غم فزا نامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخاں عزیز کو پڑھوا دیا۔ اُنہوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ کا اور آپکا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُسکی اطاعت اور تمہاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنون یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکّر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہمطرحی نصیب ہو۔ لیلی اُسکے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مرے بلکہ تم اُس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری۔ بھئی مُغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جسپر مرتے ہیں اُسکو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخمِ مرگِ دوست کھائے ہوئے ہیں مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا اس فن میں بیگانۂ محض ہو گیا ہوں لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اُسکا مرنا زندگی بھر نہ بھولونگا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامۂ عشقِ مجازی چھوڑ دو

؎ سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی ٭ عشق محمد بس است و آل محمد ٭ اللہ بس ماسوا ہوس۔

ایضاً شرطِ اسلام بود ورزشِ ایماں بالغیب ٭ ای تو غائب ز نظر مہر تو ایمانِ من است ٭

حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ تمسے کہا اسکا منشا کیا ہے کبھی میں نے بزمِ احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سنتا ہوں کہ وہ طرح ان کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کی نوکر تھی اور اسمیں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُسنے تمہارے شعر اپنی تعریف کے مجھے دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھکو رشک نہ آیا ہو کسواسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کسواسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اسکی ستایش کیا کرتے تھے اب جو کبھی مجھکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجھکو رشک آیا اور میں نے خونِ جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی گھٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں ؎

تا دسترسم بود زدم چاکِ گریباں	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی مونچھ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا۔ منہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جسدن ڈاڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی سو انکا فارسی خط محررہ ۴ مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا پھر میں نے

تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُسکی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی
پر مشتمل خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح و تہنیت میں جناب رابرٹ
منٹگمری صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کہ جسکے متضمن بوساطۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل اُسکا
شکریہ خط بذریعۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب قرق کے
بہم پہنچے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ آج کھاتا بھی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور
پاؤ بھر شراب رات کو مل جاتی ہے ۵

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۔ تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سمجھے ہیں اور غزل کے طالب ذوق لکھا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیگے

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی
ابتدای شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں
پیو، کھاؤ، مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر
عمل رہا ہے کسی کے مرنیکا غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی اشک افشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی
کا شکر بجا لاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منّا جان سہی
میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور
ملی۔ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا
اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی۔ وہی زمردیں کاخ
اور وہی طوبی کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور۔ بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل لگاؤ ۵

زن نو کن ای دوست در ہر بہار ۔ کہ تقویم پارینہ ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فقط سراپا پسند۔ ذکر ہمہ جہت ناپسند

اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علیخاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مکرمی نواب محمد علیخاں صاحب
کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُنکو سلامت رکھے۔ مولوی عبداللہ صاحب کو میرا سلام
دم دیکے مجھسے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قبلہ و
کعبہ کو دکھائینگے اُنکی مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھکو رقم فرمائینگے۔ میں کیا جانوں کہ حضرت کیسے وطن
میں جلوہ افروز ہیں ؎ یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم ٭ اب مجھکو اُن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط
خاص سے مجھکو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ
سب اس خط میں درج کریں۔ ٭

ایضاً ؎ مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید ٭ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم ٭

کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی صبحکو میں نے آپکو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا
دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں
آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی دوپہر
ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنے کا بکس ہے وہ تمہارے نام کا خط لکھکر بھول گیا
ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو
بعد چاہنے عفو جرم کے آپکے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا
اچھی فکر کی ہے۔ میرے دلمیں بھی ایسی ہی باتیں تھیں یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائینگے۔ اہار مہرہ
اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اسکا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔ بارہ روپیہ کی ہنڈوی
پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجھکو اطلاع دیجئے گا ورنہ میں مشوش رہونگا حضرت یہاں دو خبریں مشہور
ہیں انکے باب میں آپسے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری
ہوگیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہوگیا

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبرآباد کے لفٹنٹ گورنر ہوگئے۔ خبریں دو تو اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا انکا آپکے لکھنے پر منحصر ہے ہاں جناب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مذہب پر لکھکر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیونراین صاحب سے کہکر اسکا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپکے پاس بھیجدوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جاوے دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ بعد چھپنے کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جسطرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسطرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیئے ✤

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا۔ کہاں دھیاں لڑ لیے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کیواسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ع نامہ خود سال خویش داد نشاں ✤ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا انکے لڑکے بالے اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آدے کے آئے ہیں۔ اگر تمھیں بدوں انکے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمھارے چین کہاں۔ صاحب بندۂ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پہ بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پہ ہو ✤

ہم تم ایک آغا کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غمگساری میں محبت کرو گے کیا تمکو غیر جانو
جو تمہارا احسان مانوں۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم بامسمیٰ ہو ١٢ مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اسواسطے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جاے تو پھر وہ عبارت
بڑی خرافات ہے۔ باری بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کی صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے
متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی نراین صاحب نے میری کاپی کھنچوا کر
بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی۔ چنانچہ انکو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی
اچھی ہو ١٢ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دونگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجونگا۔ اللہ اللہ
کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر۔ بہر حال ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدوں کی بہم
تزئین و آرائش کیجاوے آپ اور بھائی صاحب اور انکا فرزند رشید منشی عبد اللطیف و منشی شیو نراین
یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جاوے مہذا دو روپیہ کتاب سے زیادہ
کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپیہ میں اور دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں
پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرایش کی گنجایش کہاں۔ ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور
دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جاے یا کہدیا جائے کہ تیری راے کونسل
مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیجیے ١٢ مطالب مفتا
تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم باہدگر ہمکلام ہوئے۔

ایضاً مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار
کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنیکی قسم کھائی ہے
اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمھارے جی میں آئی ہے برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا نہ اپنی خیر و عافیت
لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق انکو

کتابوں کے آغاز کے نکو دیکھ آیا ہوں اور اُنھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے تو بہت دن لگے ہو جو تمنے مجکو خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اب کتابوں کی جلدیں بنجانیکی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کی تیاری ہونے میں تک کسقدر دیر ہے مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدونکی اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائینگی آپ حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی ہر چند کاریگروں کے دیر لگانیسے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپکی عنایت بھی آئیں تا خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں - میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا - نواب ضیاء الدینخاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا اُنھوں نے لکھ لیا - اُن دونوں کے گھر لُٹ گئے - ہزاروں روپیہ کے کتابخانے برباد ہو گئے - اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں - کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُسنے وہ کاغذ جو مجکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجکو رونا آیا - غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں

غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل دلستاں روانہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیئے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزلسرا نہ ہوا

ایضاً بھائی صاحب آپکے خامۂ مشکبار کے صریر نے کتابونکی لوح طلائی کا آوازہ یہانتک پہنچایا بلکہ مجھکو اونکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہی اور کیا کہنا ہی مجھکو تو موجب اس مصرع کے ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ✦ دل میں خوش ہو کر چپ ہو رہنا ہی حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے مجھکو آپکے حکم کا بجا لانا منظور ہے - اس نثر کے بعد جب کبھی آنکا عنایت نامہ آئیگا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اوس نظم میں آپکا ذکر خیر بھی آجائیگا اتنے تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائیگی اور کتابونکی روانگی کی خبر مجھکو کب آئیگی آپکے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے سیاہ قلم کی پانچوں الحصین بھی اگر بنگئی ہوں تو عجب نہیں ہی جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے معلوم ہوتا ہی کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نراین صاحب کی ہمت اسکے انجام ہونے میں مصروف ہے یارب ابھی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جاوے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لاؤں ہوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب اب تصحیح کرو کام میں تعجیل کرو ع اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا نثر سے پہلو لگانا از راہ کرم و اعزاز ہے ورنہ نثر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے یہ اسکا دیباچہ کیوں ہو - بلکہ صورت ان دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سر رشتۂ آمیزش توڑ دیا جاوے اور قصیدہ کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جاوے - راجہ امید سنگھ کا خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھکو بھی آگہی دو - چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط انکو لکھو اور اسکا پرداز اسباب پر کہو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے لگی ہیں آپکی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے - خط جواب طلب ہو جائیگا اور انکو جواب لکھنا پڑیگا ✦

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس و پیش سات جلدیں آپکی بنوائی ہوئی ہیں لیکن ایک امر مستعد سر رشتۂ خیال میں پڑا ہی یعنی اردو اخبار مفید خلائق میں لکھا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئینگے اور ساتویں لفٹنٹ گورنری پر اجلاس

فرمائینگے سو تمہیں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر انکی جگہ چیف سکرٹر ہو جائینگے پھر دیکھئے کہ بجگہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کسکو بنائینگے میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہینگے ہمارے منشی مولوی قمرالدین خاں کہاں رہ گئے۔ بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جبتک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے تو یہ خیال ہی تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے انکے پاس بھیجونگا اب حیران ہوں کہ کیا کروں آیا انکی جگہ سکرٹر کون ہوا اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکرٹر کسکو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون ہے اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپکو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھئے قمرالدین خان کا حال ضرور منشی غلام غوث خان کا حال بہر ضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اسکو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔ غالب

ایضاً بھائی صاحب خدا تمکو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ مل کر رہیں خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آگئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگوا لو اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کی بنوا لو۔ اب آپکے ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف کریں۔ قصیدے کے مسودے کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا آپنے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدے کو دیکھا ہوگا قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے۔ پر دیکھا چاہئے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کرینگے تو ہم پانچ سات روپیہ اور بھی انکا بھر دینگے جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے انکو دیکھا نہیں خطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی نوبت اسکی سبب ہوئی کہ نواب گورنر جنرل بہادر آئے آگرہ میں تو میں نے ایک قصیدہ بطریق نذر چاہا کہ بذریعہ جناب صاحب چیف بہادر دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھیجوں انہوں نے صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں

بسبیل ڈاک بھیجتا ہوں جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے
قصیدہ ڈاک میں بھجوایا اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجھکو خط آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقۂ معرفت
میرا القاب بڑھایا قبل ازیں خانصاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا اس قدر شناس نے از راہ قدر افزائی
خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصاں لکھا آپ فرمایئے انکو میں کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں
جو احسان نہ مانوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اسکا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب
مجھکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کے ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادۂ تاریخ میں کیا برائی
ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب
پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا۔ یہ دونوں قطعے ہیں اور اگر وہاں کوئی اور صاحب
شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ
خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور انکا نام بھی اس
کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھکر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نراین صاحب کا
خط لایا۔ بابت قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی
رفع ہو گئی اب آپ ان سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا ـــــہ شکر کرتا ہوں تو چندان کہ انتہا نہ ہو ٭
اور یہ انکو اطلاع دیجیئے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اسکی رسید نہ لکھتا ٭

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است ٭ آید بزبان ہرانچہ از دل برود ٭ بندہ پرور تقصیر
شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوا میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے
منہ نہ موڑے اور معہذا دو پہلو رکھے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھکو آپکا
فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اسواسطے آپکو خط نہیں لکھا تھا کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے
اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھر

نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپکا مہربانی نامہ آیا آج میں نے اُسکا جواب بھجوایا کہیئے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں بس دوستوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط اُنکے خط نہ لکھنے کے سبب گران ہیں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندرآباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں +

ایضاً بھائی صاحب تمھارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمھارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُنکو مفصل معلوم ہو جائے بعد اس پرچے کے تمکو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تمکو مبارک کرے اور منصب ہای خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردمی مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں اب یہ چاہیے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مُغل نے تمھارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمھارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ وہ دن بھی آ جائیگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے۔ زبان برسرِ گفتار آئے۔ ان شاءاللہ خان کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا اسلوب باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں +

ایضاً خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپکو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپنے نقل کر کے بھیجدیا ہے یہ اُنکے منشی شیو نرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُسمیں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو۔ خط مقت میں تمام ہو جایا کریگا اور تمھارے خط کے آنیکا نام ہو جایا کریگا اگر کبھی کوئی

قصیدہ کہا اُسکا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا ؎ براتِ عاشقان بر شاخِ آہو ۔ وہی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجھکو بتاؤ کہ یہاں جو بابو لوگوں کی دوکانیں فرنگ اور شام بنی کے درجن دھرے ہوئی ہیں یا ساہوکاروں درجہ ... کے روپیہ دو چار سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤنگا اور وہاں کیونکر اُٹھاؤنگا بس اپنا زیادہ نہ بنائیے اور قصیدہ مجھکو بھجوائیے میں نے کتابیں جابجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے مگر قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ؎ رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ۔ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا ۔ دیکھنا بھائی اِس غزل کا مطلع کیا ہے ؎

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجکو مُنہ دکھلائیں کیا

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

لاگ ہو تو اُسکو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ کچھ بھی ہو تو دھوکہ کھائیں کیا

پُوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

لوگوں کو ہے خورشیدِ جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

ابرو سے ہے کیا اوس نگہِ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اُس کی ہے کماں اور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجکو زباں اور

ہر چند سُبکدست ہوئے بُت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے	کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی ہوئی۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے تمکو لکھ بھیجے۔ والسّلام ✣

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن رہا تھا کہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقتِ شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا۔ واہ کیا خوب محل پہنچا۔ آدمی کو موافق اسکی تمنّا کے آرزو برآنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ وہ برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصوّر میں بھی نہیں گزرتا تھا مجھ صرف اسقدر خیال گزرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی۔ دو کی لوحیں زرّیں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصوّر میں بھی گزرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہونگی جبتک جہان ہے تم جہان میں رہو۔ ائمۂ اطہار علیہم السّلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے منجا دیئے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سا رنگ دکھلائیے اب میں حیران ہوں کہ آیا تمہارا ہاتھ لگنے سے ان بارہ روپوں میں برکت ہوئی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلوں کا محصول۔ دو دفتریوں کا معمول تین کتابوں کی لوحیں طلائی۔ یہ ساری بات اُس روپیہ میں کیونکر بن آئی اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلّف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو۔ خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلّف نہیں آتا۔ زیادہ ہی ہے کہ شکرگزار ہوں اور شرمسار ہوں کیا لکھوں

ایضاً بندہ پرور آپکا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تمکو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے پس اگر کسی ورد پر ل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان و جوہر آفرینش ہے بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو | نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

یہ ہے حسنِ مطلع ــــ

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے | ہوا تو دوست جسکا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۔ اگر خدا نخواستہ باشد غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو ہم ہیں جو اسکو مردانہ اٹھائے ہوئے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم ــــ

دلا یہ درد و الم ہے تو مغتنم ہے کہ آخر | نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

سحر ہوگی - خبر ہوگی - اس زمین میں وہ شعر یعنی ــ

تمہارے واسطے دل سا مکاں کوئی نہیں بہتر | جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے ۔ قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپا پا جاوے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آ جائے کیا کہیے بلا یہ زمین ایکبار جہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی ــ

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے | تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجیے | کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب | خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے ۔ اسمیں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر انکو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی ان سے لی ۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا ہوں ــ

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی | زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے | ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے | خالِ مشکینِ رُخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض | نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز | میکدہ میں اسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
مسّی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھیے | سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب یاد نہیں آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے ؎

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض | اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا دردِ دل سنو برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم انکو میری دعا کہو اور کہو کہ میاں تمہارا کلام بند ہے۔ اس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اسکے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔

ایضاً جناب مرزا صاحب۔ دلّی کا حال تو یہ ہے ؎ گھر میں تھا کیا جو ترا غم اسے غارت کرتا ٭ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے ٭ یہاں فہر کیا ہے جو کوئی لوٹیگا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو یہ ہے بعض چند روز گوروں نے اہلِ بازار کو ستایا تھا۔ اہلِ قلم اور اہلِ فوج نے باتفاق یکدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوستِ صادق الوداد تھے مگر ایک فن میں صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے انکو کچھ علاقہ نہ تھا۔ سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو تم نے لکھے ہیں وہ دیکھے کیا کہوں کیا حظ اٹھایا ؎ خدا سخن میں بھی چاہا ہوا زرہ مہر ٭ فروغِ میرزا حاتم علی مہر ٭ اگر یہی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامۂ اردو کہلائیگی۔ خدا تمکو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا عذر مقبول ہو گیا حق تعالیٰ انکو زندہ اور تندرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا انھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرایش کی حسب تفریق سے ٹھیرائی ہے وہ مجھکو پسند آئی ہے کل میں نے انکو اجازت اسیطرح کی تزئین کی لکھہ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بتصریح آپکو لکھہ چکا ہوں اُسی پر عمل ہے میں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے ساٹھہ شعر ہیں چھہ صفحے یعنی تین ورق پر چھپکر دستنبو سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھہ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہینگے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کرینگے اور جب باتفاق تم چاروں صاحب یہ کر دو گے تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امیدوار ہوں کہ اجرائے قانون سے پہلے مجھکو منظوری کی اطلاع ہو جائے مسودہ اس قصیدہ کا بھیجدوں۔ مہتمم مطبع اگرچہ تامل ہو تو ہو ورنہ یہ بات آسان ہے منشی عبد اللطیف کو دعا کہنا اور انکے عذر مقبول ہونیکی انکو اطلاع دینا۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی انکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک مختصر کیسی جدا گانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دعا کہکر انکو کہیئے گا کہ جواب گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کرینگے۔ آپ چھاپہ مطبوع سہانے سے کہدیجیے گا اور تاکید کر دیجیئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں بھائی مجھکو اس منشیت سے کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اللہ اللہ

یہ دن بھی یاد رہینگے خط سے خط لکھی گئی ہیں مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھونگا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہی ورنہ باتیں کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔

چارشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء – جو باتیں جواب طلب ہیں انکا جواب طلب ہے – + –

ایضاً بھائی میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنو کے ایک پارسل کی رسید آگئی – دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو – جناب آر نلڈ صاحب بہادر آج تشریف لیگئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے میم اور بچوں کو ولایت بھیجکر پھر آئینگے – مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھپر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہونگا – مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو اُن کو میرا سلام کہنا مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا از غالب۔ یوم دوشنبہ ہفتدہم جنوری ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبد اللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب آج تمھارا ایک خط مع بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اسکے کل ایک خط اور آیا – ریڈ صاحب کے وہاں آنیکا حال معلوم ہوا – آج ۶ دسمبر کی ہے – ۱۰ کو بموجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئینگے – دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو – وہ حساب جو چھپا لکھیں مجکو اطلاع دینا – رہی تمھاری مہر اسکا کچھ خیال نکرو جسطرح تمنے لکھا ہی بنجائیگی – مگر بھائی ۱۸۵۸ء میں دن کتنے باقی رہے ہیں آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۴ – ۲۵ دن باقی رہے ہیں ۱۸۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائیگی – تم میری بجائے فرزند ہو – میرے بھتیجے ہو – جو تمھارا کام ہو اُسمیں تکلف کیا اور شرم کیا اور تکلف کیوں – یہ مہر کھدنا کونسا کام ہی – مرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھسے خفا ہو گئے ہیں کہ خط نہیں لکھتے غالب ۶ دسمبر ۱۸۵۸ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ منشی امید سنگھ صاحب نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ

اُس سے خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل مع خط معاً اِس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط میں حاکمِ اعظم کے نام عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ڈاک ایک ایک۔ دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہونگے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا جبتک کہ حضرت اُس رشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھینگے اب آپ پہچانیئے اور پیلِ سوار زدہ کمل آپکی سفارش کرنیوالا اور اسکے مدعا کا گزارش کرنیوالا آگو ولایت ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ کبھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میری جگر کاوی کی قدردانی ہوئی یا نہیں پیشگاہِ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسنِ طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں۔۔ اس خط کا جواب بشتاب عجل عنایت کیجیئے گا مجھکو جیتا لیجیئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجدیا گیا۔۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا اور کیونکر جیتا ہے پنشنِ قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور میں ساد دل فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار ہے سو انکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب نہ مہربانی نہ عتاب۔ خیر اس سے قطع نظر کی۔ اب سنیئے اودھ کی سنہ ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا اُمیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماتا ہوں اگر گنہگار ٹھیرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا۔ اسبات کا کہ میں بیگناہ ہوں مقیّد اور مقتول نہ ہونے سے آپ ہی گواہ ہوں۔ پیشگاہِ گورنمنٹ کلکتہ میں حسبِ قانون کاغذ بھجوایا ہے بقلم چیف سکرٹر بہادر اُسکا جواب پایا ہے ایکی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذرِ شاہی ہے نہ اسکے قبول کی اطلاع نہ اسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نفرمائی اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف ان دنوں خبریں ہیں مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ انکی جگہ کون ہے تعجب عالیشان چیف سکرٹر کا

مشہور ہی ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لیگئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو ملا ہے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ہاں از روی قیاس جانتا ہوں کہ آپ اپنے منصب پر اُسی دفتر میں شاید وہاں ہیں جو اب لفٹنٹی کے سکرٹری ہو گئے ہوں گے آپنے علاقہ رکھتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہی کو ملنا ہوتا ہوگا لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آگئے یا آئینگے بہرحال آپ کیوں آگرہ جائینگے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہی۔ کوئی کہتا ہی کہ ۲ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہی فروری میں کوچ فرمائینگے میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت اُسکی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیئگا تو مجھکو مول لے لیجیئگا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہی پہر دن چڑھا ہوگا ابر گھر رہا ہی ترشح ہو رہا ہی۔ ہوا سرد چل رہی ہی پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے ؎

	افق ہا پُر از ابر بہمن ہمی	سفالینہ جام من از مے تہی	

[illegible] بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہرکارہ تمہارا خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھکر یہ سمجھا کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہی بہت خوش ہوا خط کو پڑھکر اس مضمون سے کہ حصول اللہ عالی و کرم پیاوی تھا اُسکی تحصیل ہو گئی ؎

	ماخانہ رسیدگان اقلیم	پیغام خوشش از دیار مانیست	

اسی فکر میں تھا کہ حضرت سے باتیں کروں بارے آپکا خط جواب طلب تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنیئے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچا مگر وہ دو بار مجھکو لکھ چکا ہی کہ میں نے جواب اُسکا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق لکھ بھیجا ہی میں بھیج چکا ہوں۔ جواب ابھی ایکا منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی تسلی کا ہی بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ ناامید ہر گز جیتا ہوں اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہی سو کسی طرح گذر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ نہ ادھر سے آئیگی کیا پاتا ہی مرنیکا زمانہ کون بتا سکتا ہی چاہیئے الہام سمجھیئے

چاہیے اوہام سمجھیے یہیں سے ہے قطعہ لکھ رکھا ہے قطعہ

من کہ باشم کہ جاوداں باشم	چوں نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند در کدامی سال	مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو چھیاسٹھ ہیں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچنی ہو پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ۔

ایضاً پیر و مرشد یہ خط بھی با کرامت ہے صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان سکن ہنگیر۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان اللہ جس دن یہاں مجھکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپنے وہاں لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے آپکو عارف کامل کیونکر نہ لکھوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین [illegible] بسبیل ڈاک روانہ کرچکا ہوں خطوں کا چھٹے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب عرائض آخری و فرمان نہ آسکا پتا تک نہیں ایک [illegible] برداران ڈاک ڈاکو نہ پہنچائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش ہو تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائینگے ابھی تو آپ سے مجھکو اُنکے نہ پہنچنے کا سوال ہے [illegible] جتنا آپ مجھکو اطلاع دینگے اُنکے نہ پہنچنے کی بابت خبر مجھ تک پہنچی ہے حال ہے بہرحال نیاز نامہ جس دن پہنچے اُسکے دوسرے دن جواب

جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیئے۔ آپکے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جسکا جواب لکھا جاوے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روزنگی کا خط آئیگا۔ لوہارو کو بھیجدیا جائیگا۔ جناب منشی نوابجان صاحب اور جناب منشی الٰہی حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہووے۔ تم سلامت رہو قیامت تک ✽

ایضاً مولانا بندگی آج صبح کے وقت شوقِ دیدار نے بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک۔ توسنِ ہمت پر سوار چلا دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر نہیں جانتا کہاں پہنچونگا اور کب پہنچونگا اتنا سمجھو ہوں کہ جبتک تم جواب دوگے میں پہنچ جاؤنگا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپکا پہلا خط رامپور سے دلّی آیا میں رامپور میں تھا پھر دلّی سے رامپور پہنچا میں وہاں بھی تھا خط دلّی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں ڈاک سے آیا۔ اس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ معہذا جاڑے کی شدت ہواوٹ کا مینہ۔ دھوپ کا پتہ نہیں۔ پردے چھٹے ہوئے نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہیں مگر انکے اور تمہارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوئے میرے دل نشین تھے ایسی صحبت کا فراق اور بقید دوام کیونکر جانگزا نہو۔ حقتعالی انکو بخشے اور تمکو صبر دے۔ حضرت میں بھی ایک چراغ سحری ہوں رجب ۱۲۷۷ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتروان سال شروع ہوگیا طاقت سلب حواس مفقود۔ الغرض بقول نظامی

یکے مردۂ نیم مردہ روان ✽ آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر خاص تراش آگیا مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ اور خط بنواتا ہوں ✽

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب۔ ساتویں دہائی کے مہینے گن رہا ہوں۔ قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہوگیا ہے۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمع دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا ہے کہ غذا کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ ہوگئی تو بمنزلہ مفقود ہے۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں

جسکی شدت سے پھنکا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں میرے ایک شاگرد کے بھتیجے نے بوستانِ خیال کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اُسکا دیباچہ لکھا ہے ایک دو ورق اُسکا بصورتِ پارسل بلکہ بہیئتِ خط بھیجتا ہوں آپکا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجیے۔ مدعاے عرضِ دوم کے ایسال ہو یہ ہے کہ اگر آپکو پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو جو روپیہ قیمت و محصول فی نسخہ قرار پایا ہے ✤

ایضاً بندۂ گنہگار عرض کرتا ہے کہ بیسویں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ کو اپنے گھر پر مثلِ بلاے ناگہانی نازل ہوا ہوں

بارہا گفتم ہزار آفریں بر خویش	آلا بہ زبانِ جادۂ راہِ وطن

خواجہ صاحب کی حالت کا اندوہ بقدرِ قربِ قرابت آپکو اور باندازۂ مہر و محبت مجھکو۔ وہ مغفور میرا قدردان اور مہربان تھا حقتعالیٰ اُسکو اعلیٰ علیین میں سبیلِ دوام قیام دے۔ ہاں یہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اسکو کہتے ہیں۔ جدتِ طرز اسکا نام ہے۔ وہ ڈھنگ تازہ نوایانِ ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم نے بروے کار لاے خدا تمکو سلامت رکھے اور میرے اور کبھی زبان قاطع جھگڑے میں تیرا اقرار و فارسی والوں کی توفیق الٰہی عطا کرے والا خطا کا جواب جلد بھیجو یا طریقہ مسلسل ہو جائے ✤

ایضاً قبلہ آپکا خط پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا کل دوسرا خط آیا مگر شام کو آیا صبح کو پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا آج صبحدم مجھکو دیا میں جواب لکھتا ہوں لفافہ ختم [illegible] کے ڈاک گھر میں بھجوا دونگا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے [illegible] روپیہ آتا ہے [illegible] آیا جون کا آئیندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجاوے آج جمعہ ۲۰ جولائی ہے [illegible] پچیسویں یا چھبیسویں کو [illegible] آیا کرتا ہے جس نے قصیدۂ تہنیتِ جلوس بھیجا اُسکا جواب آگیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا۔ ول اس [illegible] میرے دو ایک دوستوں کے پاس اسکی نقل ہے انکو ہر وقت کہا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھیجدونگا۔ بھائی [illegible] صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاؤالدین خان نے اسکی نقل آپکو بھیجدی میں دیوان پر نہیں چڑھاتا مسودہ پھینکدیتا ہوں۔ تسلیم [illegible]

ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے جو میں بچا ہوں مع ہذا امراضِ جسمانی و آلامِ روحانی۔ ❊

ایضاً در ناامیدی بسے امید است ❊ پایانِ شبِ سیہ سپید است ❊

قبلہ آج آپکی خوشی اور خوشنودی کیواسطے اپنی روداد لکھتا ہوں گو طیہ سنہ ۱۸۶۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لیگئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ سے دلی میں آیا بموافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا انکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گدا مبرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا۔ مع اس حکم کی واپس آیا کہ آئندہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہ گزشتہ یعنی فروری سنہ ۱۸۶۲ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کا ہنگامہ رہا۔ شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ بلا لیا گیا مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہیں چونکہ معتمد منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف تھا وہ بطریق حسنِ طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام مجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کرسکتا ہوں کہ میر منشی کی حسنِ طلب پایہ حکام ہو گی والحمد للہ الطاف خفیہ الٰہی روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی ظہیر حسین خاں بہادر کے پاس گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر

حضرت نے کہا کہ حاکم حال نئے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس
کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور خلعت بدستور بحال برقرار رہے میں نے پوچھا کہ
حضرت یہ امر کس سال پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں یہ حکم دیکر
لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ ع

کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا
اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو
دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا
حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا اب انبالہ کہاں جاؤں جیتا رہا تو دربار میں کامیاب ہو رہوں گا ع

کار دنیا کسے تمام نکرد	ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم
نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب
بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تیس بقیۃ السیف تھے انکو حکم دیا اور دربار عام ہے
سوائے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ نہیں
ہو سکتا جب سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی
اظہار حسین خانصاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ
اسوقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے
اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اسدن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط
انکے نام لکھکر انکو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مطلق محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیق

تاکہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اب ماہِ گذشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات کر چکے پس مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولا مؤثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علیخاں بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم انکو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اردو کی بھیجتے۔ میں اصلاح دیکر بھیجدیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ انکے عطایا فتوح گنے جاتے تھے جب دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار انکے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررہ ۲ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ ❊

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کونسی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اترے ہوئے تھے شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی ایک راہ ہے کہ مولوی صاحب آپکے ہمنشین ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں اگر خدانخواستہ مجھ سے اُنہیں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے اب سنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے انکو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا اس میں دو غزلیں خط کا مضمون کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپکا تلمذ چاہتا

کرتا ہوں۔ ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے۔ اس امر کی مقدرت باقی نہیں۔ دہلی اور لکھنؤ اور بمبئی اور اکبرآباد
اور کلکتہ سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب
میرے حک و اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر
میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں۔ آمدم برسر مطلب
منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا۔ بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل
آ گئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرآبادی کی غزل پر یہ غزل لکھکر بھیجتا ہوں۔
میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں
اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی۔ اس میں توہین کے معنے مستنبط ہوں تو میں گنہگار ہوں
اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپکو کیا لکھا *۔

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے۔ سد خود بہ پیش خود کفیل گرفتاری من است * ہر دم بہ پرسش دل مایوس می رسد *
یہ معاملہ میرا اور آپکا ہے۔ خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع کے نکالکر ایک نسخہ موسوم بہ
قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اسکا آپکو بھی بھیجا ہے آپ اسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں
اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں
انکا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میری کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے
مسمی بہ محرق قاطع برہان انہوں نے اسکی توہین اور مسودہ کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے
اور ایک طالب علم مسمی بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر
بفتوائے علمائے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بضرورت زر اسکو چھپوایا ہے ایک نسخہ اسکا آج
اسی خط کے ساتھ بیل پارسل ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے پھول والوں کا میلا کہلاتا ہے
بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے امرائے شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں۔ دو تین ہفتے تک

وہاں رہتے ہیں مسلمانوں و ہندو دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوانخانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار۔ بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مکرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے +

ایضاً قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندلی اور دوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ جنوری کو کئے انکے جواب تم نے ۲۰ جنوری کو لکھکر بھیجدیئے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصۂ تقریر یہ ۲۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۲۳ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر جنگی چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ تمغا کے باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی یہ درست اور سچا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں توسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کیئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے۔ دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئی انمیں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر بہ وسیلہ رد و قبول۔ نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں کیا سا جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ ستمبر ۱۸۵۲ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجکو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کیواسطے کہ جو توسط لارڈ النبرا سائل نے بھیجا ہے خطاب اور

اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو تو بتوسط گورنمنٹ اسکی اطلاع
دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۶ دسمبر ۱۸۶۵ء آخر جنوری ۱۸۶۶ء میں نے پایا۔ فروری
مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے مئی ۱۸۶۶ء میں خدا نے یہ فتنہ اٹھایا۔ آیا اس کتاب
اور دوسرے قصیدہ کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل حکم ولایت کو یاد دہی کرتا ہے
اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال
کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر۔ سائل بعد
جہاں یہ تفرقہ ہے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل
بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عرضی جدا جدا لکھوں پھر یہ
سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور وہ صادر تو ہیں کیا لکھوں۔ کل بھیجا ہوا خط
اور پرسوں کا خط یقین ہے کہ وہ پہنچا ہوگا آپ کی تسلی ہے جب پہنچیں تو جواب نہیں ملا جواب لکھیو اور بہت شتاب لکھیے

ایضاً میاں سیاح دل آزردگی یار سے خوش ہوں۔ یعنی بےشوق کا ترجمہ ہوا تھا۔ پیر و مرشد خفا نہیں
ہوا کرتے یوں سنا تجھے یاد ہے آیا۔ یہاں تک لکھ چکا ہوں وہ نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب ہے محل استعجاب وہ ہے کہ
آپکا دوست کہتا ہے کہ میں منشی نواب لفٹنٹ گورنر کا اور میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب
لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے۔ واسطے یہ حال ہم اشقیا کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں غیا ہوں اہل
کے لباس میں فقیری کرتا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ سیاح نہ دنیادار ستر برس کی عمر ہے باللہ کہتا
ہوں ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے زمرۂ خواص میں سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو شخص لائق انکا
دیکھے ایک مولوی سراج الدین علیہ الرحمہ دوسرے منشی غلام غوث خان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم
سخن ور نہیں ہو سکتا تھا اور علم و فضل اس کا فاضل ہی کا حصہ تھا۔ انشاءاللہ۔ دوسرا دوست خیرخواہ
خلق حسن و جمال حشم و خدم کمال بہرہ وفا صدق و صفا لوگوں کی نظر میں آتی نہیں۔ آدم شناس

نگہم نقب ہمی زد بنہاں خانۂ دل	مژدہ باد اہل نظر را کہ زمیداں رفتم

عاشقیت مہر و محبت جسکے ملکہ کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اسقدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے وہ آدمی مجھکو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو تو میں رو لیا - اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا - دعا مانگتا ہوں کہ خدایا اسکا داغ نہ مجھے دکھائیو - اسکے سامنے مروں - میں بھلا عاشق صادق ہوں بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے - دافع ہذیان کے دو مجلد انکو بھیجدونگا +

بنام نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپکو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے؟ روز آپکے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر آپکے دیکھے آپکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے - ایک جلد ہزار جلد بنجائے میرا کلام شہرت پا جائے - میرا دل خوش ہو - تمہاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمہارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے - اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں - رہا کتاب کے تلف ہونیکا اندیشہ یہ خفقان ہے کتاب کیوں تلف ہوگی - احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسبیل ڈاک رامپور جاؤنگا اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان منگوا دونگا اگر کہو کہ اب وہاں ہی سے لیکر بھیجدو - وہ نہ کہینگے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے - ہاں لکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو میں اپنی دوست کیوں دوں اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیجدو وہ اگر نہیں دیتے تو کیا کروں - اگر دیں تو میرے کس کام کا پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اسمیں سے اور کے نام کر دیئے گئے ہیں دراصل اسمیں اسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لیگیا ہے اسمیں یہ دو قباحتیں موجود - تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمہاری مدد کے بغیر انجام پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان فقط از روی وسوسہ و وہم متصور ہے تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں - بہرحال راضی ہو جاؤ اور مجھکو تو میں طالب کو اطلاع دوں

اور طلب اُسکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیجدوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی تمھارا خط حکیم محمود خانصاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی انصاف کرو کتاب کوئی کسی ہوا اُسکا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری کہتے کہتے کھتریوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو

بیدل نفسِ اندوہ گیتی بسر آید	گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائیگا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں اور وہ بھی کونسی خوشی کی بات ہے جو لکھوں اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کیطرف سے دعا کہدینا اور ہمکو بھی تمھاری استانی دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دوشنبہ ۸ فروری ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تمنے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کردیا ہے یہ اشعار جو تمنے بھیجے ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کردیئے ہیں دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں بلکہ اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھدیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پشت پر ولد الحرام اسکے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف تھے دوسرے تم میرے کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمھارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا قضا و قدر کے امور میں دم مارنیکی گنجایش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانیکی اجازت ہو جاسے تاکہ سب یکجا بہم آرام سے رہو اپنے کاتب کو کہنا

کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھتے۔ اگر لکھ دیے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور ورق اسکے بدلے لکھوا کر لگا دینا۔ مناسب یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ساتھ وہ دیوان جو تمھارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اس کو ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیجدوں زیادہ زیادہ آج جمعہ ...

ایضاً بھائی تمھارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اسکا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمھیں لکھوں اسکے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمھارے آقا مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے ہی جو خط تمکو لکھونگا اسکا مضمون یہی ہوگا خاطر جمع رکھنا اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجکو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہاں جب تم جو خط لکھتے ہو تو اس میں محمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے لازم ہے کہ اسکی خیر و عافیت اور اسکے بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمھاری پھوپھی اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں۔ والدعا از غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۶۳ عیسوی

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال تم شاد علی سے سنوگے ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے جناب سے رخصت کر کے راہی ہوا قصد یہ تھا کہ پلکھوے رہوں وہاں کی گنجایش نہ پائی۔ ہاپڑ کو روانہ ہوا۔ دونوں بچے دو گھوڑوں پر سوار آگے آگے چل دیے چار گھڑی دن رہے میں ہاپڑ کی سرا میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اسمیں ڈالدیے رات ہو گئی تھی شراب پی لی۔ کباب کھا لیے۔ لڑکوں نے ادھر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کو سے سادہ سالن پکوایا ترکاری نہ ڈلوائی۔ یارے آجتک دونوں بھائی تمھیں سوختہ ہیں آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہیں۔ ....

....

اتنی بات زائد ہی کہ حسین علی منزل پر اُتر کر بازار سے مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہی دونوں بھائی ملکر
کھا لیتے ہیں آج میں نے تمہارے والد کی نصیحت پر عمل کیا - چار بجے پانچ کے عمل میں تا پورے
چلدیا - سورج نکلے بابوگڈھ کی سرائے پر آپہنچا - چارپائی بچھائی - اُسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا
ہوں اور یہ خط لکھ رہا ہوں - دونوں گھوڑے کوتل آگئے - دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے
ہیں - اب وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے - تم اپنی استانی کے پاس جا کر یہ رقعہ
سراسر پڑھکر سُنا دینا شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا - ✿ -

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے - اُسکا خط دیکھ لیا خیر ہاں علاؤالدین خاں کا خط
گھنٹہ بھر بھانڈ کے طائفہ کا تماشہ ہی اب تم کہو استاد میرجان کو کیونکر بھیجو گے اُن کو کہاں پاؤگے
اور علاؤالدین خاں نے حسب الحکم تمہارے چچا کے لکھا ہی - لوہارو کی ہوائیاں آئی ہوئی شاید کل پرسوں
جائیں اسکی فکر آج کرو - امین الدین خاں بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا - چکیدن دمہیم - رسیدن دمہیم
یہ غزل علاؤالدین کو بھیج چکا ہوں - تم علاؤالدینخاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ؎
ہردم زردگی غیر سبب را چہ علاج ✿ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو - واہ واہ غیر سبب
کہاں کی بولی ہے ؎ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ ✿ عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو
کر بسکون رائے قرشت و الف ممدودہ ہے - قرآن بروزن پران لکھینگے - یہ دونوں غزلیں
دو گدھوں کی ہیں - شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھدیا ہو - غالب

ایضاً نور چشم شہاب الدین خاں کو دعا کے بعد معلوم ہو یہ رقعہ لیکر پہنچتے ہیں انکا نام
حسین علی ہی اور یہ سید ہیں - نوا سازی میں یگانہ - رکابداری میں یکتا - جان محمد انکا باپ
ملازم سرکار شاہی تھا - اب انکا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا اور یہ نوکر ہی - یہ حال
ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملیگا - اور لوہارو جانا ہوگا - انکار کیا کہ پانچ روپیہ پر نہیں کیا

کھاؤ نگا۔ یہاں سن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا جواب پایا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا پسند آئیگا تو اضافہ ہو جاویگا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جا سکتا۔ سُنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہے روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے یہ قصہ فیصل ہوا اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھکو پیشگی دو تا کہ کچھ کپڑا لتا بناؤں اور کچھ گھر میں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو۔ غالب

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کلیات اردو جو نسخے خریدے ہیں ایک اسکو بھیجنا چاہیے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اسوقت انکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسالِ خط مولوی سدید الدین خانصاحب میرے ہاں آگئے اثنائے حرف و حکایت میں نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب پایا کہ ہاں عجب نہیں بایا جی کا نام شاہین ہے۔ صورت اسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کر دو۔ غالب

رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تمنے — ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تمنے
حاجی کلّو کو دیکے بیوجہ جواب — غالب کا لکا دیا کلیجا تمنے

ایضاً اے روشنیٔ دیدہ شہاب الدین خاں — کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک — سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خانصاحب شفق

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۱۷ رمضان کی اور ۱۸ فروری کی ہے اسوقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں

عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا، اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں
کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ حالِ گذشتہ مجھ پر بہت سخت گذرا۔ ۱۲۔۱۳ مہینے
صاحبِ فراش رہا۔ اُٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ، نہ کھانسی، نہ اسہال، نہ فالج
نہ لقوہ۔ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض۔ مختصر یہ سر سے پاؤں تک
بارہ پھوڑے، ہر پھوڑے پر ایک زخم، ایک غار۔ ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے۔ اور پاؤ بھر مرہم درکار۔
نو دس مہینے سے خور و خواب سے ہوں اور شب و روز بیتاب۔ راتیں یوں گذری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ
گئی دو گھڑی غافل رہا ہونگا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا۔ پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار رہا۔
سال بھر میں تین حصے دن یوں گذری۔ پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا۔
نئے سر سے روح قالب میں آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اگرچہ تندرست ہوں لیکن
ناتوان سست ہوں۔ سو ہی کمر بیٹھا۔ حافظہ رو بیٹھا۔ اگر اُٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہوں کہ جتنی
دیر میں ایک قدِ آدم دیوار اُٹھے۔ آپکی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جبتک میرا مرنا نہ سنا مجھے خبر نہ لی۔
میرے مرگ کی خبر کی تقدیر ہوا، ورنہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ۔ در صورت مرگ نیم مردہ اور
در حالت حیات نیم زندہ ہوں ؎ در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن ✽ اینکہ من نمی میرم هم
ز ناتوانی ماست ✽ اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ
گورنری غربی و شمال کے پاس بھیج دیجئے گا تو اُن کو خوش اور مجھکو ممنون کیجئے گا۔ ✽ غالب

ایضاً پیر و مرشد حضور کا توقیعِ خاص اور آپکا نوازشنامہ یہ دونوں حرزِ بازو ایکدن ایک وقت
پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھونگا۔ ناسازیٔ مزاجِ مبارک موجبِ تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ
حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے لیکن تسکینِ خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ
بعد اس تحریر کے لحاظ فرمائیے کہ اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں۔ … کی ہنڈوی پہنچی۔ اسکا بھی جواب

سابق کی ہنڈوی کا ساہی یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہمکو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہانکے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے ۔ صہبائی کی تذکرہ کی ایک جلد بے کار میرے پاس تھی وہ مَیں اپنی طرف سے بسبیل ارمغان آپکو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب مَیں حضرت سے باتیں کر چکا ۔ خط کو سرنامہ کر کے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے پارہ پردو تین کتابیں کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرونگا ۔ پیشگاہِ وزارت میں میری بندگی پہنچے ۔ عرضداشت بعد اسکے پہنچے گی ۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین صاحب کو سلام ؛

ایضاً پیر و مرشد ۔ اگر میں نے امیدگاہ بکاف عربی از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ع درین خستگی پورش از من مجوے ؛ بود بندۂ خستہ گستاخ گوے ؛ اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں ۔ مَیں جو اپنا کلام آپکے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ع وای بر جانِ سخن گر بہ سخندان نرسد افسوس ہے کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپکی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل و اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور ۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے نہ تامل و نہ تفکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ بقول مرزا عبدالقادر بیدل ع

جہدہا در خور توانائی ہست | ضعف یکسر سراغ میخواہد

مُہر کا حال معلوم ہوا ۔ پہلا آپ لکھ بھیجیے کہ کیا کھودا جائے گا ۔ مہدی حسن خاں ۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں ۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا ۔ یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب ہیں مگر خواہاں

ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجیئے گا - یا یہاں خرید اجائے گا اور نقش و نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم رہے اب جب آپ مجکو لکھیں گے تب میں اسکا جواب لکھوں گا - حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی - اور جناب نادر حسین خانصاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں - زیادہ حد ادب ❊

ایضاً قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا - چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُسکو ایک اور ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہوگئے - احترام الدولہ بہادر میرے ہمزبان اور آپکے ثناخوان رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں - ہم بطریق کسرۂ اضافی وہم بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدردان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہیں - غیاث اللغات ایکنام مؤقر و معزز جیسے الفریہ خواہ مخواہ مرد آدمی - آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے - ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا - فارسی سے ناآشنائے محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانیوالا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھورام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے - یہ لوگ راہ سخن کے غول بیابانی ہیں آدمی کے گمراہ کرنیوالے یہ فارسی کو کیا جانیں - ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے

ہرزہ مشتابے پئے جادہ شناساں بردار	ایکہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا میں کسقدر آرزومند ہوں - میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسندنشین حال کا چچا تھا - اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی ممانی اور اُسنے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا

با تدابیر بلکھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامانِ سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا قصد یہ
تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے
جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا السبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ
حضورِ والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا
اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۞ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی
کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اس سفر کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف
کیجئے گا۔ میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا اس لئے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ۞
ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاجِ اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے۔ حضرت دعا کرتا ہوں۔ پرسوں آپ کا
خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبدأ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ تہنیتاً تہنیتاً
ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلیماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک بنیا
پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ ڈھمک داس ہے۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں حویلی میں
آکر اس نے داروغہ کو خط دیا اور مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو
آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا۔
حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔
اس مردِ ساقی نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں
صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہِ آیندہ یعنی اگست میں یہاں
آجائیں آپ کو بہ تخفیف تصدیع دیتا ہوں آپ تو الصاحب سی کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں
اٹھائیں جسقدر کہ علم آپ کو اس خاندان معدلت نشان کی حال پر حاصل ہو گیا ہے کافی ہو گیا مولانا
قلق کے نام کی عرضی ان کو پہنچا دیجئے گا اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔ ۞

ایضاً پیر و مرشد۔ شب رفتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرط برودت سے گزند پیدا ہوگیا اب
صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں
آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپکو مسند عزت و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپکا
جلیس مشاہدہ کرکے آپکی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافر
نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت
اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال خط
میری سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرارتیں
دیکھتے ہیں ہم سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اہل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا۔ فقیر کو چھیڑ
پسند آئی۔ مطلب اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھنا تھا کہ آپکا عنایت نامہ اور اسکے ساتھ
نسب نامہ خاندان مجدد علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون
و شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا آپنے اسکو مصاحب بنا رکھا ہے اس سے
اسکا دماغ چل رہا ہے۔ تماشا دیکھیے جناب جلالت مآب تعلق ہیں حضرت شفیق سے لے جو غالب کی شکایت کی
تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہمزبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپکی بات ہی ان سے
کبھی نہ مانونگا جبتک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوا دیجئے گا۔ اس سارٹیفکیٹ کے حصول کی
رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام ؎

ایضاً پیر و مرشد میں آپکا مبیضہ فرمانبردار اور آپکا حکم بطیب خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں
کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں آپکے پاس بھیجوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں اور منشی
ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ کیا کرکے لکھوں وہ حاکم کی سرکار کے شمول کا قیدی اور انمیں کے علاوہ
میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے گھر آ گئے بایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ

وہ چھوڑ دے۔ یہ آپکی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ اب سعی منحصر اسمیں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور
یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جائے اور یہاں کے قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش
کیا ہے اور کارپردازی کس طرح کی اعانت چاہتے ہوں۔ پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ لکھوں
اسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور ندیم
اس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں۔
انکے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجکو لکھتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر
تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے۔ بہر حال اس خط کیساتھ ایک اور لفافہ آپکے
نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اسمیں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا۔ اُسکو پڑھ کر میاں
امیر الدین کے پاس بھیج دیجیگا مگر گوند لگا کر۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام خط کا
مسودہ لکھکر میرے پاس بھیج دیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کرکے کہاں بھیجوں۔

ایضاً خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُنکی خدمت میں بھیجدیا گیا
جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھیجوا دینگے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا
قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی۔ مسطور ہے اسمیں گنجایش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف
بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بیمحل و بیموقع ہے۔ کوئی ترکیب فارسی
ٹکسال سے باہر نہیں مگر ہاں طرزِ گفتار اپنا اپنا اُسکے موافق چاہیئے دوسرا قصیدہ اس زمین میں ایک اور
لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی نہ ہو۔ بس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط
خجلت سے سر در پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ کی گرانی
آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و اقسام کے اوہام و شورش شائع۔ چارہ
ناسودمند و سعی ضائع۔ میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے

دلّی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے در پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلّی ممتاز ہے ورنہ
سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر امجد علی
صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام ۔۔

ایضاً پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر
خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا
حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سرسے سنیئے آپکا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اسکی رسید آئی۔
کٹے کٹے ہوئے شعر لئے آئے انکی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کیجگہ عیب سے
الفاظ لکھدیئے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب
آجتک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا خط آکو دیا جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی
فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ؎

پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

سونچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ کیئے تھے تلاش ہونا کسطرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت
دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بجا لاتا ہوں۔ پانچ لشکر
کا حملہ پے در پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اسمیں اہل شہر کا اعتبار لٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا
اسمیں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے تیسرا لشکر
کال کا اسمیں ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اسمیں بہت سے پیٹ بھرے مرے
پانچواں لشکر تپ کا اسمیں تاب و طاقت نہ باقی ابتک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ میرے گھر میں
دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔
برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش ہیں

کھیتیاں تیار ہیں - خریف کا بیڑا پار ہے - ربیع کیواسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا - اہا ہا ہا خیاب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی - مغل علیخاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہوکر مر گئے - ہے ہے کیونکر لکھوں حکیم رضی الدینخاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خاں اُنکے چھوٹے بھائی اسی دن مارے گئے - طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے غدر کے سبب جا نسکے یہیں رہے - بعد فتح دہلی دونوں بیگناہ پھانسی ملی - طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مردہ سے بدتر ہو گئے ہونگے - میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی - حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے - وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے - بڑودہ میں رہے - اورنگ آباد میں رہے حیدرآباد میں رہے - سال گذشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے - سرکار سے اُنکی صفائی ہو گئی لیکن صرف جاں بخشی - روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علیخاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہوکر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا - ہاں قاسم جان کی حویلی جسکے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں وہ اُنکو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی - فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بہاولپور بھی جائیں گے ۔

ایضاً پیرو مرشد آداب - غلط نامۂ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن - اور آپکی خیروعافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنتے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپکا نوازشنامہ پہنچا - قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں - ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب

خلافِ قاعدہ یہی کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ تو صاحب برہانِ قاطع صحیح اور قاطع برہان
غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتے قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ
ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رد کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا
ایراد یہ ہے ؎ با انگلشیاں ستیزہ بیجا ۔ انگلش کا نون تقطیع میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے
انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر یہ بھی ضرورت شعر کے واسطے اخفا ہے عربی میں سکون و
حرکت بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس
بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شامل کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجئے گا۔ حضرت کیوں آپنے مراسلہ اور مکتوب کا حال
پوچھا ہے ؎ انہم کہ چہ اینے نویسد جواب ہست ۔ سمجھ تو او چپ ہو رہے۔ میں نے مانا جسکو تم نے لکھا ہے وہ لکھیگا کہ
میں نے تمھارے پوچھا اسنے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اچھا بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت
ہی باور کرینگے فقیر کبھی نہ مانیگا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علیشاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میر
ہم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں اردو اکبر آباد ہو گئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے ہاں وہ اکثر آتے تھے
پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہو گئے ہونگے امجد علیشاہ کے عہد میں انکا خط ناگاہ
مجکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط
میں مجکو پہلے یہ مصرع لکھا تھا ؎ از بخت شکر دارم و از روزگار ہم ۔ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا
جے پور نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے
ملا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے
بادشاہ نے خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے۔ مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی
قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی

مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیج دیجئے تو بیشک
بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصہ میں
ایک قصیدہ لکھا تھا جسکی بیت اسم یہ ہے

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعاے او	صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار	الخ

خط متردد تھا کہ کسکی معرفت بھیجوں توکلت علی اللہ بھیجدیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک
آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھکر بہت خوش ہوا آئین شائستہ پیش کرنیکا وعدہ کیا۔ میں
متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہرکن سے میری مہر خطابی کھدوا کر بھیجدیجئے چاندی کا نگینہ مربع
اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کرکے بھیجدیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔
بس پھر دو مہینے تک ادھر سے کوئی خط آیا۔ میں نے جو خط بھیجا الٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب
الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔
بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہار ریکی مہر محنت سے بغیر حاصل کرکے مرشدآباد کو چلا گیا
چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے مالی دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دلّی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت
مقتضی اسکے ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان۔ مراق اسکی
خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا
جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایکدن بجلی گری۔ وہ ایک آدمی اور کچھ جانور تلف ہوئے
مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مر گئے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مر گئے۔ مراقیوں نے
غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان سفر رفتہ کو لکھا۔ جا بجا اخبار نویسوں نے انسے سُن کر
درج اخبار کیا۔ لو اب سنو بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تیز ہے
وہی دہقانی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ یغمائی لوگ کڑی۔ تختہ۔ کیواڑ۔ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمّت کا مقدور کہاں۔ فرمایئے مکانات کیوں نہ گریں۔ **

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُسکا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا گویا ساغر التفات کا دوسرا دَور پہنچا اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارۂ دُم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم * یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ ز خالِ گوشۂ ابروئے یار مے ترسم * کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی میں صاحبِ کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے۔ پیش ملّا طبیب و پیش طبیب ملا ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ۔ آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اَور کیا رکھا ہے بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ و دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب وہ دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف پھر

بہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم ؛

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا ؎ این کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ؛ منہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جاں کاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُسکو عمر کی قیمت جانئے اور ثباتِ ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کی روداد نثر میں بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اسکا نام رکھا ہے اور اسمیں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدے کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانوں گا۔ جناب میر مجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھئے تو اُنکی خیر و عافیت بہر نوع لکھیئے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہنچے ۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجیے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سنی۔ سنئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات۔ تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ تگرک باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل تو استعجاب کیوں ہو اور یہ بات کہ دلّی میں تغیر نہ ہو۔ اور پورب میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہہ رہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم ملگئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہدو گے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانونگا یہ دن مجھ پر بُرے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم وہم کا ہجوم ہے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں		سوز غم ہائے نہانی اور ہے	

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپنے کچھ نہیں لکھا تو زیادہ مشوش ہوں منتظر رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے۔ جناب منشی ناور حسین خانصاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ اُن کی خیر و عافیت لکھیں۔ کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔ اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ١٢٧٨ ہوتے تھے۔ تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔ قطعہ

حسین ابن علی آبروے علم و عمل — کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر — غم حسین علی سال خاتمش بودے

زیادہ حدِ ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس مُہر اور کون کھود سکیگا ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرمائیں پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام بہزار اشتیاق پہنچے۔

ایضاً للہ شکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بروزن غمیے گنجایش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبدالقادر بیدل ؎

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و بگریز — کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب ؎

رفت آنکہ با ز حسن ہوا را طلب کنیم — سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان - کیا میں سخن ناشناس اور ناانصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؎ چہ حاجت ست بمشاطہ روے زیبا را + ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن + دو میم آپڑے ہیں - ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن + اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں - اتنی عنایت فرمائیے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا - زیادہ حد ادب - +

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں - ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے - کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم - سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن - اے ایاز حدِ خود بشناس - مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر - پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ آنے کا شکر بجا لا - اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا - اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے ؎

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا	محمل مہر جہانتاب بمیزاں آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کروائیے مجکو بھی آج دسواں منضج ہے - پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا - +

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اُس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں منضج چار مسہل

کہانتک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہوگیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعفِ قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور مجھکو زائل کرسکیں غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو اُن غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہو وہ مجھ سے سُن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجئے۔ مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفیق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجکو ایمان نصیب نہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حدّ ادب۔

ایضًا قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہو نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکر ہوسکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور میں تمکو ہم طالع پاتا ہوں۔ عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہمقوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یا دشت خفچاق میں سو دو سو ہونگے مگر ہاں اقربائے سببی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اٹھہتر برس ستم اُٹھائی ہیں ؎

گرو ہم شرح ستمہائے عزیزاں غالب
رسم اُمید ہمانا زجہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
مرگئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا

کہ اب بھیجتا ہوں - دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے - جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا - اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا - ناچار اُنکے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ؎

از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ		انی رایت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہئیے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا - جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام پہنچے - اگرچہ آپ مبتلائے رنج والم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع - ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں - آپ اُن کا حال لکھیئے - خواجہ اسمعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح - سُنئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط کے حاصل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں +

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے - اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے - تمھارا خط پہنچا - آنکھوں سے لگایا - آنکھوں میں نور آیا - دل پر رکھا مزا پایا - کل تک اُس نام کو سُن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو کاشکے تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ - میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہیں دو ایکبار مَیں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا - تم سچ کہتے ہو یہ لوگ ادرہی آب و گل کے ہیں - تمھاری اُن کی کبھی نبھنے گی اور گھڑی نہ چھنے گی - وہیں

بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزر تا ہے میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ ۹ رنومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دعا کے واضح رہے سعادت انتمائے ہو آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ وکعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمہارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا کل میں نے خبر منگائی تھی سو لڑکی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چارشنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔ غالب۔

ایضاً میری جان تمہارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا۔ تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ رجولائی ۱۸۶۴ء۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک

والرحمٰن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے جان ہے تو جہان ہے۔

کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھئی دنیا نہ دین مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرًا کو اپنے نصب العین رکھو ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

گھر میں تمہارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام و باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا ہی مرگ کا طالب غالب صبح دوشنبہ ۶ صفر و ۱۷ جولائی سال حال۔

ایضاً میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو بیٹھ چکا اب چچا کو بھی رو بیٹھو۔ خدا جیتا رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں لے اب تو قرضداروں کو جواب دے سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا بڑا کافر مرا۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیتے ہیں چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے آئیے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اجی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے اور خان صاحب آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو اکسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے غیرت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا۔ میوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہاں سے دونگا۔

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضوان

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جاکر طبع اقدس ناساز ہوگئی ہے ۵ از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی ۰ قربان علی بیگ خاں کو دعا کہنا مرزا تفضل حسین خاں کو دعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤنگا۔ آکر چار روز یہاں رہیں گے پھر نمائشگاہ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ پنجم دسمبر تک آجائیں گے۔ تین دن جشن رہیگا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جاوے۔ پیرجی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا پھر سالک کو پڑھانا پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس بھیجانا۔ اِس قصیدہ کیساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اُس کی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بھیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھو بھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جاوے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیجدینا یا روپیہ فوراً بھیجدونگا یا آکر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو کون کون حاضر ہوا۔ کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا صاحب آئے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ ہاں بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا علی نقی خاں وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دوشنبہ ۴ نومبر کی ہے آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یعنی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ جو سولہویں تک تمھارا خط نہ آیا تو میں تمھارا رافضی بن جاؤنگا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا یہ تم نحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب

اسباب لٹ گیا۔ اگر تمھارے خط کا جواب لکھوں تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہو جبتک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ ناتوان و نیمجاں ہوں۔ جب مر جاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگے پس جبتک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہے خستہ و نزار رنجور و دردمند۔ یہ چند سطریں لکھکر اسوقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر درپیش ہے بغرض احتیاط گھر میں ہی بھیج عنایت نامہ انکو دینا محمد مرزا کو میرے تئیں [illegible] ربیع الثانی جمعہ دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خان صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیمجاں کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط آیا۔ تمھارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمھارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل بہت خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمھاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی اب میری [illegible] نہیں لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پرسوں کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا [illegible] یوسف علی خاں آگئے میں نے ان سے یہ خط لکھوایا۔ [illegible] سے [illegible] خیر و عافیت تمھاری لڑکی کی اچھی طرح [illegible]

ایضاً نور چشم و راحت جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط جو [illegible] کے جواب میں تھا وہ مجھکو پہنچا اسمیں کوئی بات جواب طلب نہ تھی [illegible] خط میں [illegible] یہ [illegible] لگے [illegible] میں [illegible] کی ایک جلد [illegible] حسین علی خاں [illegible] نے الور کو بھجوائی تھی سو ایک ہفتے میں [illegible] حضور پر نور مہاراؤ راجہ بہادر کا خط [illegible] حضور نے از راہ بندہ پروری [illegible] قدر افزائی [illegible] لکھا [illegible]

بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو تمکو اس کی اطلاع ہوگئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہوگئی تھی تو تم نے مجھکو کیوں نہیں لکھا۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ر دسمبر ۱۸۶۷ء ۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتہ تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا بارے شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تمکو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیجدی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ر نومبر ۱۸۶۶ء ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب بہت متصرف ہیں۔ دوالی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نوندرائے کی بی بی مر گئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کریگا۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں۔ پھر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے۔ مطلب پنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجھکو تمہاری ہے اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا دل جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو۔ انشاء اللہ اوائل ماہ آئندہ یعنی دسمبر میں نصیر الدولہ بقدر دسترس ہو جائیگے ان سطروں کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چھنی لال تمہارا تنخواہ لایا تھا۔ تمہارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ لکھکر اسکو اس امید پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تمکو بھیجدے۔ بنیوں کی طرح تقریر اسکو سمجھائی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اسکو

پانی دیتے ہیں۔ حسین مرزا تمھارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو اناج پیدا ہو۔ بھائی کچھ از نرم ہوا ہے۔
تمھارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رامجی داس سے صلاح کر کے
جو بات ٹھہر یگی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیجدے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور
تم اسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسداللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنیوالا ہے
بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے میں نے خط اُن کو نہیں
دکھایا مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا
کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ
اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمھارا رقعہ انکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر

ایضاً نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں اُنمیں باہم گفتگو ہوئی
نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ میں خیام
ہونگا دربار وہیں ہوگا۔ رہا دلی کا آنا شبہ فیہ ہے کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے کوئی کہتا ہے [illegible]
ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۲ دن یہاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہوگا
وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئیگی خاطر عاطر جمع
رہے۔ تمھارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائیگا اور اُدھر سے امین الدین
خاں بھی وہاں آئیگا میرا دربار و خلعت دربار برد ہو گیا۔ نہ پنشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ مرزا
[illegible] معمولی قدیم یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ [illegible] گیا
[illegible] الٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولنددہ [illegible]
کو نو بجے اُسکے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تم کو پہنچ جاے اور اپنا آسے۔ قصیدہ کے باب
میں میں مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی باد مخالف کی تمھاری تحریر سے معلوم ہوگئی

خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلخانہ تک ہیرالال ڈکی کو محاذی کے مکانات سب گرائے گئے۔ بلاقی بیگم کا کوچہ التوا میں ہے۔ اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں، اہل قلم بچاتے ہیں۔ پایان کار دیکھئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً - جناب عالی۔ کل آپ کا خط لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل ہی سہ شنبہ کا دن ۸ نومبر کی تھی۔ آج بدھ ۹ نومبر کی صبح کے وقت میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خاں کا خط لکھا ہوا ۳ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں۔ میرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہیں۔ اُن کو تپ آ گئی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آتے تھے۔ کاشی ناتھ سر بسر پہلو تہی کرتا ہے نوندرائے کو تاکید کرتے ہیں۔ آجکل یہاں پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ چون ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۷ نومبر سے جاری ہو گئی۔ سالگرام خزانچی۔ چھنامل۔ مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا ہے۔ غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا اژدحام ہے۔ آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں۔ پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں۔ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم یا میں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو ہمشیرہ کی درخواست کیونکر گزرے۔ جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان ویران میں ایک حویلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہوگا۔ کیونکر اس ویرانہ میں تنہا رہیں گی۔ ہم کو دم بدم کا کھٹکا رہا تا کہ جبر اختیار کر رہیں۔ کھائیں گی کہاں سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور منصوبے ناتمام ہیں۔ اب نقل لینی اور مرافعہ کرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ سو باتیں نہیں کہ جلد متصل ہو جائیں۔ آخر تمام سے پیدا ہوا مختار کار عدیم الفرصت ہیں۔ بالکل متصل نواب کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت بر موقوف ہے۔ گھبراتے نہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں کے مکانات شہر ان کو مل گئے اور حکم ہو گیا کہ شہر سے باہر نہ جائیں۔ وہ روز سے باہر نکل کے اپنے گھر میں [illegible]

رہو۔ نواب جان علیخاں کے مکانات سب ضبط ہوگئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوسلین کے رہتے ہیں
باہر جانیکا حکم اُنکو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کرانچی بندر جانے کا ہے۔ اُنھوں نے زمین پکڑی ہے سلطان جی
میں رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔ +

ایضاً نواب صاحب پرسوں مجکو تمھارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ
کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا
ہے پنجشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۹ء اب غالب کی مصیبت کی داستان سُنئے۔ پرسوں تمھارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا
میر منشی سے ملا۔ انکے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا
جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا خبر کروائی۔
حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو عالم نظر میں
تیرہ و تار ہوگیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
بقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرت پور برات لیکر پٹیالہ گیا تھا اور اس سبب آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا
ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے۔ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ
بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں توپیں چل رہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسیوقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے
پرسوں دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے۔ کل صبح کو محمد علی خاں
آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے مجکو پھیر دی ہے اور کہا ہے
کہ اسکے گذراننے کا موقع نہیں ملا میں اسوقت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمھاری یاس سُنکر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا
اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخاں الور میں مستعفی ہوکر مر گئے خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے
کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اُسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا مسموع
سنا ہے کہ ایک محکمہ لاہور معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کالوں نے

ہوتا ہے البتہ اسکا معاوضہ بحساب فی صدی ایک سرکار سے ہوگا یعنی ہزار روپیہ کے مانگنے والے کو سَو روپیہ ملینگے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہے وہ بدر اور بحل ہے اُسکا معاوضہ نہ ہوگا شاید یہ ہی کمشنر ہوں مکانات کو حامد علی خاں کا لکھ کر کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہوگیا - باغ کی صورت بدل گئی تھی محلسرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب پھاٹک اور سرتاسر کانیں گرادی گئیں سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر یہ سمجھو کہ حامد علیخاں کے مکان کا معاملہ بگاڑا ہے - سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کون پوچھتا ہے تم ابتک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور کبھی سمجھو گے کیا لونڈے لے کیسی نقل حکم کیسا مرافعہ - جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں وہ احکام قضا و قدر ہیں اُنکا مرافعہ کہیں نہیں - اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے - رامپور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہوگیا جب تم لکھتے ہو کہ لللہ تم وہاں جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب یا رجب ۱۲۷۶ھ میں دیکھوں جو تدبیر شفیقہ کے باب میں تم نے کی ہے وہ بہت مناسب ہے بشرط پیش ہونیکے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں اُسپر قابض ہو جائینگے - انشاء اللہ العلی العظیم - یوسف مرزا خان کو دُعا پہنچے - حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا - قبلہ و کعبہ کرتے ہیں جو آبا و اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہے اُن کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جُدا پاؤں اور ثنا کا صلہ جُدا پاؤں ؎ کارساز ما بفکر کار ما + لیکن میری جان انصاف تو کر - ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ ہے زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئندہ کے - اسی مہینے میں اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہوں - وہاں نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت نہ گرمی کی حدت - نہ حاکم کا خوف نہ مخبر کا خطرہ - نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤں عالم نور اور سراسر سُرور ؎ یارب ایں آرزوے من چہ خوش ست + تو بدیں آرزو مرا برساں +

بندۂ علی ابن ابی طالب - آرزومند مرگ - غالب - روز سہ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء +

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے؟ ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط تمکو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک بات کا جواب رہ گیا ہے اب سنو تفضل حسین خان اپنے ماموں معین الدین خاں پاس میرٹھ ہیں شاید دلّی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد انکے غلام علیخاں اکبرآباد میں ہیں مکتب داری کرتے ہیں لڑکے پڑھاتے ہیں۔ یہ لکھا تو ہے تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علیشاہ کے کلکتہ گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلیخاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس گئے۔ اس خبر کو اس خبر کیساتھ منافات نہیں ہے ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں ادھر سے بیگمات کو وہاں بلایا ہو مگر میری جان ہمکو کیا۔ عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب

ایضاً آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور انیسویں اپریل کی صبحکو بھائی فضلو جنکو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں مرزا تقی انتظام الدولہ خطاب پایا ہے وہ تین پاؤ کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور روانہ ہوئے۔ پہر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میری نام کا اور ایک حکمنامہ لاہور سے میر کاظم علی کا لایا یہاں تک لکھا تھا کہ تمہارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط انکو دیدیا وہ اسکو پڑھ رہے ہیں اور میں یہ خط تمکو لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر جانے کی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعے نہیں ایک قطعہ ہے۔ ماہرو خوش خرام کیجگہ مہ رخ خوش خرام بنا دیا ہے قطعہ اچھا ہے بشرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کیواسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان جو بولتا ہے کہ الٰہی رہیو کو ابن نشین کے جرائیں کچھ دخل نہیں ہے یہ کام خدا ساز ہے۔ یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں سو وہ عرضی کا بیرے پاس آگیا جس نے کہ دکھائی انکا جو تحفہ جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا اس لائق اور کام سے بچائے۔ انکو ندر ٹیڈر لی صاحب سے دوستی کرنے لگا ہیں اور نیکبخت اور سعادتمند ہیں۔ میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سفارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے

دریافت کرلو۔ ہاں وہ مقدمہ مونمیں میں نے انکو دو خط لکھے مگر انہوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور ان مقدمونمیں
کوشش بھی نہیں کی اب اسکو سمجھکر جو کچھ لکھو اسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے
وہ تمکو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے اپنے آنے میں جلدی نکرو۔ ماں کی رضا جوئی کو سب امور پر مقدم جانو
میں ابھی میرٹھ نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤنگا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہے۔
یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچے۔ اُنکے نام کا حکمنامہ بہت
احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نرہے جب وہ پہنچیں تب اُنکو حوالہ کرنا۔ صاحب نہ خمس نہ نذر۔
یہ باتیں غیرت کی ہیں جسطرح اپنے اور بچوں کو دونگا مظفر مرزا اور تمکو بھی اُسیطرح بھجواؤنگا ہمشیرہ عزیزہ
یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز۔ ہفتم رمضان و ۲۹ اپریل۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۷ شوال و ۹ مئی کی
ہے اُسکا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم تامس ٹرلی صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے ہاں الکہ صاحب سے ہے
سو انکے نام کا خط لکھا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھکر بند کر کے اُنکو دو اور اُنسے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجکو لکھو۔
احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگر کسی ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ
کونسی درخت کا پھل ہے میر اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لیگئے مصطفیٰ خاں کو دے آئے
ڈاک میں اُسکی رسید آگئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت تمہارا خط آیا اُسوقت منشی میر
احمد حسین میری پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی
فضلو کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین اب باغ کی
درخواست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مُضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس
موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوادیں گے۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجکو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ

کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنای روزگار کا ہی۔ تعزیت یون ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہای ایک کا کلیجا کٹ گیا ہی اور لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپیگا صلاح اسمیں نہیں بتائی جاتی۔ دُعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کسکو کہتے ہیں تو مین کہونگا یوسف مرزا۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایکبار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتی ہیں کہ پنشن کا روپیہ مِلگیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہی کہ مجرم ہوکر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اسکا پنشن کیونکر ملیگا۔ اور کسکی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجائیگی۔ مصطفے خاں کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہی تمہارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھکو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدل مذہب عیاذاً باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہونگے کہ اس صورت میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ عقیدہ کب بدلتا ہی اگر یہ بھی تھا تو اُنکا گمان غلط تھا اسطرح رہائی ممکن نہیں قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجھکو بھیجا تھا وہ مین نے تمہارے ماموں کے پاس بھیجدیا سنا جائداد کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہی اگر اُنکے بڑے بھائی کے یار اُنکو چھوڑیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہی مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب تھا تمہاری چچا کا آغاز اچھا ہی خدا کرے انجام بھی آغاز کے مطابق ہو۔ انکا مقدمہ دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہی ہوگا کیا اگر جائداد ملی بھی تو قرضدار رواو دام لیلینگے۔ رزاق حقیقی پنشن دلوادے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دُعا۔ غالب۔ مرقومۂ شنبہ ۲۷ شوال و ۹ مئی سال حال

ایضاً ای میری جان ای میری آنکھیں زہی راحت فزای سرگذشت چہ نالی کہ ایک آمد و پاک نشست

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو۔ اور ایسی ہی
اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنیکا ذکر کیوں
کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اب بھی جیتے
عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ وقعات کربلا ہے معلّی ہے یہ داغ تا تم جیتے رہو
نہ مٹیگا۔ والدین کی خدمت بجا لانیکا ہرگز افسوس نہ چاہیے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہو
کچھ ہو ہی نہ سکے تو کیا کرو۔ اب یہ فکر پڑی ہوئی ہے کہ بیٹے کہاں اور کہاں گئے کیا مولانا کا حال کچھ تم کو بھی
معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوام حبس بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد
دریائے شور کیطرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائیگا انکا بیٹا ولایت میں اپیل چاہتا ہے کیا ہو
ہے جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال نیا تمکو مفصل
لکھ چکا ہوں وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر ملجائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے
حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کرینگے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانیکو کہا یہ گناہ
نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اسکو نہ مٹا سکے سبحان اللہ
گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو
مصرعے معاف نہ ہوں۔ ہاں صاحب گولہ کا بہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالہ بھی جانب دار نہیں۔ لو حضرت
میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر مرتضی حسین کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہیں کہ اسکا
جواب کل لاؤنگا۔ میں تو صبحکو خط روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاوینگے اسکو جداگانہ لفافہ میں روانہ
کر دونگا۔ مظفر مرزا دیکھیے کب تک آتے ہیں اور حبس سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سنو۔ حافظ ممّو
بیگناہ ثابت ہو چکے رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں قبض و تصرف
انکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر ہے۔ پرسوں وہ حاضر ہیں مثل پیش ہوئی حاکم نے پوچھا کہ حافظ محمد

کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممّوں کون عرض کیا کہ میں۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے۔ ممّوں ممّوں مشہور ہوں۔ فرمایا کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممّوں بھی تم۔ سارا جہان بھی تم جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخل دفتر ہوئی۔ میاں ممّوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا میں نے جانا کہ آیا بھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں اترے ہوئے ہیں دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیخاں میری ملاقات کو آئے تھے علی جی میں رہتے ہیں۔ رضا شاہ پٹودی گئے ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی خان مرحوم نے رہائی پائی ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنے زوجہ میر احمد علیخان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤنگا۔ خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گذری۔ اسوقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ؎

ایضاً

میری جان خدا تمہارا نگہبان۔ میں نے گردھنک کے دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے یہ قصہ لکھوایا۔ میرزا تفتہ کو تحسین کو فقط انکی نام کی جو عبارت ہے وہ بڑھا دینا تاکہ انکی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جب تک تمام ہو۔ مثنوی جب تک نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح پائے۔ اپنی پھوپھی اماں صاحبہ کو میرا سلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے اور دعا باعتبار رشتگی کے اور استادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حاکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے جسکی نقل ہو۔ ہاں زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے بازپرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے اگرچہ کوئی دن ہو کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھ میں ہتکڑیاں حوالات میں ہے۔ ہمیشہ کہ حاکم اخیر کیا ہو۔ صرف نذرانے کی مختارکاری پر قناعت کی گئی جو کچھ ہوتا ہے ہو رہیگا۔ ہر شخص کی سرنوشت کی موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہے نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خان ابن مرتضیٰ خان کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور آج کل دو مہینہ کا سو روپیہ مہینا پانے۔ انکو حکم ہوا کہ

چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے تمھاری پنشن ضبط بطریق ترحم دس روپیہ مہینہ تمکو ملیگا ترحم یہی تو تغافل کیا
قہر ہوگا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس پشم نہیں اکھیڑ سکتا ۳۵ برس کا پنشن تقرر اسکا
بتجویز لارڈ لیک منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے نہ ملیگا۔ خیر احتمال ہے ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ
ہوں۔ اسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اسوقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنہ باقی ہیں بعد اسکے نہ
کہیں سے قرض کی امید ہے نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل ہے۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا
للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائیگا
دیکھئے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الور سے
آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب
سہام شرعیہ دو ثلث مظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہے ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے

غالب۔ محررہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور انکے متعلق سب اچھی طرح ہیں
حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمھارا خط آیا۔ بھائی تمھیں خارش کیوں ہوئی حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے
خدایا ان آوارگان دشت غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست
رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہوگئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے
پہنچتے ہی اپنی اور انکی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمنے اپنے نام کا خط پڑھا وہاں کا حال بھی ہے ؏

بگفت احوالِ ما برقِ جہاں است — دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم — گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا اسکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس سے
علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اسکے انہدام کا غم کسکو نہ ہوگا یہاں

دو سڑکیں پڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل اُنکا الگ الگ اُس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ
کوروں کا بازار بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائیگا۔ محبوب علی کی
دُکانیں۔ پھیلیوں کے گھر۔ فیلخانہ۔ بُلاقی بیگم کے کوچہ تک سوائی لال ڈگی وہ دو چار کنوؤں کے آثار عمارت
باقی نہ رہیگی آج جان نثار خاں کے چھتے کی مکان ڈھنی شروع ہوگئے ہیں۔ کیوں میں دلّی کے ویرانے سے خوش
ہوں جب اہلِ شہر ہی نہیں شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ تو ہو چکا
اُنکا خط معہ محمد قلی خاں آیا۔ کلّو کے ہاتھ اُنکے گھر بھجوایا اُنکا گھر کہاں ہے تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی
کے ہاں رہتے ہیں وہ نہ تھے جب بھابی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے اُنہوں نے مدعا دریافت کرکے خط
رکھ لیا اور کلّو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلیخاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دونگی کل
رضا شاہ آئے تھے میں نے اُنکو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو جلد
پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری اَنا کو میں کیا جانوں۔ کس تپے سے ڈھونڈھوں دو واسطے میں نے پوچھا امیر النسا
کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج سے ہمشیرہ
کی عرضی کے روانہ ہونیکا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیجدی ہے تو
بیشک مُدّعائے سائلہ قبول کرکے بھیجی ہے اگر خود منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی والدہ
کے ساتھ نواب ضیاء الدینخاں کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں ایاز اور نیاز علی
اُنکے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور ایک دُعا اور دو آداب ملتوی۔ ودّا اور کلّو اور کلیان کی بندگیاں پہنچیں
قمر الدینخاں پرسوں آیا تھا اب آئیگا تو دُعا تمھاری اُسکو کہدونگا۔ غالب +

ایضاً۔ حق تعالیٰ تمھیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب
جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی
۱۷ تاریخ تھی۔ صبح کیوقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی

بی حقن کے ہاں اُتری تھی اب وہ پٹودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیبِ اعدا ناظر جی بہت بیمار ہیں
خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی دس بارہ
بار ولیں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک کے ہرکارے نے خط
لا کر دئیے۔ نیاز علی اوپر لے آیا ایک خط یارِ عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر
مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجکو رونا آجائے۔ بارے اُس خط کو مَیں نے آنکھوں سے لگایا۔
مچھیاں لیں۔ اے تم تماشا دیکھو ۱۳ محرم کا خط ۱۷ کو مجھے پہنچا۔ اسمیں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک
کلکتے جاؤنگا اور پھر حضرت مجھ سے مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجکو خط
بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتہ لکھینگے تب جو کچھ مجکو لکھنا ہوگا لکھونگا۔ آغا صاحب کو سب خط سُنا دیا اور اُنکو اسیوقت
کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ اُسکو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کیواسطے بھجوائیں ضیاء الدین خاں
دو ہفتے سے یہاں ہیں آئے باغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کیواسطے
آئے تھے کچھ اُنکو منظور ہے برعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے میں اُنکے خط کے
آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤں میرا وہی حال ہے کچھ کا نہیں ہوں مگر کسی خدمتگزاری کی توفیق نہیں ہے
بُرے بھلے حال سے گذر جاتی ہے افسوس ہزار افسوس جو تم سجاد و ناظر جی سے پھر ملکا حال اگر کہوں تو کون باور کریگا
اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنیکی ہے سو کرنیکا مقدور نہیں تفضل حسین خاں ابن غلام علیخاں میرٹھ میں
اپنے ماموں حبیب کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمھارا سلام کہدیا۔ پرسوں
پھر وہ میرٹھ گیا۔ بھائی فضلو عرب سرا میں رہتے ہیں پرسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں
عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سُنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا
فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے اور باقی ہندو مسلمان۔ عورت۔ مرد۔ سوار پیادہ جو چاہے
چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شہر گیں

نکلیں گے اور گھوڑوں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مگر ہاں ایک جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکلی ہے
دلی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا۔ میں
جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا بات اتنی ہی ہے جو تم نے لکھی ہے بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے
کی خبر اور بچا اور اکبر اور انکی ماں کی خیریت اور اپنی بات کا حال لکھو پنجشنبہ ۔ ماہ محرم الحرام

ایضاً میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تمکو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا کہ میں نے
اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تمنے مجھکو شکایت نامہ بھیجا ہے
اسکے بعد ایک خط میرا بھی تمکو پہنچا ہوگا۔ یہ خط کل یا آج میں اسکا جواب لکھتا ہوں سنو صاحب تم جانتے ہو کہ
میں ۴۴ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال دوشالہ ایکبار پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پا چکا
ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجھکو دربار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر
مدظلہ العالی۔ اب وصیت انکی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے انکی توسط کے مدح گستری کا قصد کروں خدا نخواستہ
قصیدہ لکھکر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجا ہے یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیجدیا ہوگا اور میں نے بھی اگلے خط میں
لکھا ہے کہ میں نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیجا ہے انہیں خطوں میں تمکو بھی لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب کہ کلکتہ پہنچ گئے ہیں تو مجھکو لکھا واڈنگی لاکے
باب میں جو مناسب معقول اور واقعی ہے تو میں بے پردہ عالیشان مظفر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں
یہ ورق پڑھکر انکی خدمت میں گزران دو اور جو وہ ارشاد کریں مجھکو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا
جواب ہو چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام
کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالب شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرت غم سے سودائی
ہو جاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہے اگر اس ہجوم غم میں میری قوت متفکرہ میں فرق آگیا تو کیا عجب ہے بلکہ
اسکا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم رزق۔ غم عزت۔ غم مرگ میں

قلعۂ نامبارک سے قطع نظر کرکے اہل شہر کو گنتا ہوں۔ مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا
اسکا بیٹا احمد مرزا انیس برس کا بچہ مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ اسکے دو بیٹے۔ ارتضیٰ خاں اور مرتضیٰ خاں
قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا۔ اے لو بھول گیا حکیم رضی الدین خاں۔ میر احمد حسین
میکش۔ اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غم فراق۔ حسین مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ خدا
انکو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے۔ گھر انکے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے
حال کا جب تصور کرتا ہوں کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کرکے کہتا ہوں
کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا
اسکی بیٹی اسکے چار بچے۔ اسکی ماں یعنی میری بھاوج جیپور میں پڑے ہوئے ہیں اس تین برس میں ایک روپیہ
انکو نہیں بھیجا بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے یہاں اغنیا اور امرا کے ازواج و اولاد بھیک
مانگتے پھریں اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لانیکو جگر چاہیے اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں۔ ایک
بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلو۔ کلیان۔ ایاز یہ باہر۔ مداری کے جورو بچے بدستور گویا مداری
موجود ہے۔ میاں گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مرتا ہوں۔ اچھا بھائی تم بھی رہو ایک پیسے
کی آمد نہیں۔ بیس آدمی روٹی کھانیوالے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے وہ بقدر سد رمق ہے
محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں
دیو نہیں۔ بھوت نہیں۔ ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا ضعف قویٰ۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ
میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ گویا صاحب فراش ہوں
نہ کہیں جانیکا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنیوالا وہ عرق بقدر طاقت بنائی رکھتا تھا اب میسر نہیں سب
سے بڑھکر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا خلعت فاخرہ پاتا تھا وہ صورت اب نظر نہیں آتی نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ بیگناہ ہوں
نہ گنہگار ہوں نہ مخبر نہ مفسد بھلا اب تم ہی کہو اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے رات دن

خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصوّر کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو مجھکو دیگا یہ اُسکا مطلع
ہے ؎ ز سالِ نو دگر آئینِ بروی کار آمد ٭ ہزار و ہشت صد و شصت در شمار آمد ٭ اسمیں التزام اپنی تمام سرگذشت کے
لکھنے کا کیا ہے اسکی نقل تمکو بھیجونگا۔ میر آقا زادۂ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اُن سے مجھکو
بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزرا
نہ تھا۔ مَیں نے یہی بیں امجد علیشاہ کی جگہ واجد علیشاہ بٹھا دیا خدا لگتی تو یہی کہا تھا انوری ؒ نے بارہا ایسا
کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ مَیں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔
اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جسکا ذکر بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدے سے مجھکو عرض
دستگاہِ سخن منظور نہیں۔ گدائی منظور ہے بہرحال یہ لکھو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے
ماموں کا خط آیا وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمہارا خط آیا اُسمیں قصیدے کے پہنچنے کا ذکر نہیں اس تفرقہ
کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسکی معرفت
گزرا اور کیا حکم ہوا یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تمکو
اطلاع دیتا ہوں کہ کل مَیں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دہ و ملک ناظر جی کو
بھیجدی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ
شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے کرایہ دار کا نام نہیں مجھکو
یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے مَیں تو پنشن کے باب میں حکم اخیر سُن کر
چلا جاؤنگا۔ جمادی الاوّل سے ذی الحجہ تک آٹھ مہینے اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۶ھ سال شروع ہوگا اُس سال کے دو چار
گیارہ مہینے غرضکہ انیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں اسمیں رنج و راحت و ذلت و عزت جو کچھ [illegible]
پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں۔ جسم را مسوریں روح عالم نوریں یا علی یا علی یا علی
میاں ہم تمہیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ برہا کا ٹیر دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے کیا کہیے

باپ اسکا شیوجی رام اسکے غم میں مردہ سے بدتر ہے ۔ وہ صاحب میرے یوں گئے ایک مردہ دل افسردہ کون ہے جسکو تمہارا اسلام کہوں یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور خود اسنے لیکر پڑھ لینا اور جسطرح انکی رائے میں آئے اسپر حصول مطلب کی جانب قدم اٹھانا اور ان سب باتوں کا جواب شتاب لکھنا ۔ ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھیے آکر کیا کہتے ہیں یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں کیا کروں کسکے دیس اپنا مال ڈالوں ۔ میر تفضل علی نے پہلے ہی نیت میں یہ ہے کہ جو شادی ہو وہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں ۔ تفضل حسین مرزا اور تم اور سجاد نصف میں مشغول ہوں گا ۔ مدار حیات خیالات پر ہے مگر اوسی خیالات سے اونکا حسن طبیعت معلوم ہوجاتا ہے والسلام خیر ختام ۔ دوشنبہ ۔ دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ء وقت صبح ٭

ایضاً میاں صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا ۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا ۔ حضرت زبدۃ العلما کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے ۔ حق تعالیٰ انکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ جب چاہیں وہاں پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گذرے اور کچھ ہمارے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُنکے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی ۔ کچھ ٹھکانا نظر نہیں آتا ۔ املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب ایک بار قلم انداز ہوا ۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بیٹھے ہی اب یہ کہیگا کہ ہمنے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیئے معاوضہ ہوگیا ۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دلی کی املاک کا خونبہا ہے ۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا ہوں ۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہیں ع منحصر مرنے پہ ہو جسکی اُمید * ناامیدی اوسکی دیکھا چاہیئے ٭ تمہارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں ۔ ہے ہے حسین مرزا اور یہ سمجھ کر میں کہاں جاؤں اور کیا کروں ۔ اور مجھ کمبخت سے اسکا جواب سرانجام نہ ہوسکے بہت بڑا آسرا تھا اور سرکار کی خدمت سہی ۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی ۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہ بماہ مقرر ہوجانا کیا مشکل تھا

دلّی کے آدمی خصوصاً اُمرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکی سایہ سے بھاگتے ہیں۔ مُرشدآباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدرآباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے ذریعہ و وسطہ کیونکر جائے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہے تا جادو کسی طرح شاہزادہ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب ٹونک میں ہیں یا الٰہ آباد تک کہ آگئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الٰہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آ جائیگا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں رونق افروز ہونگے۔ الور۔ جے پور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے۔ خیر دیکھو کیا ہو۔ لیفٹنٹ الدولہ حسین علیخاں بہادر کو بعد تسلیم میرا سلام نیاز اور شکر یادآوری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ نومبر ۲۴ جمادی الاولی بحساب جنتری۔

ایضاً میاں تمہارا خط رامپور سے دلّی آیا۔ میں ۲۴ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلّی پہنچا۔ اُسی دن چاند ہوا یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دو شنبہ ۹ رمضان کی ہے سو نواں دن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط اُنکو تمہاری روانگی کے بعد پہنچا۔ تم جو مجھکو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجھکو اُنکے حال سے غافل اور اُنکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ ایام کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمہارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمہارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت پڑے۔ بہرحال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دُعا کہہ دینا مظفر مرزا کو دُعا پہنچے تمہارا اگلا خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے۔ جھجراؤں میں منشی حبیب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب مہدی علیخاں بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ اُنکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ صفدر سلطان ٹونک کو آئے تھے اب جو میں یہاں آیا

تو سنا کہ وہ میرٹھ گئی خدا جانے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے مجھکو لڑکوں نے بہت تنگ کیا۔ چند روز اور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں راقم غالب مرقومہ دوشنبہ ۹ رمضان و ۲۰ اپریل ؁

بنام منشی شیو نراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپنے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہرحال جب لفافے پہنچ جائینگے ہم آپکا شکریہ بجا لائینگے ؎ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ؁ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے کاغذ روپیہ مہینہ کا کیوں مول لینگے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خونِ جگر کھایا ۲۱ شعر کا قصیدہ کہکر تمہارا حکم بجا لایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ میں فنِ تاریخ کو نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک روشِ خاص سے اظہار سنہ ۱۸۵۹ء کا کر دیا ہے خدا کرے تمہیں پسند آئے تم خود قدر دانِ سخن ہو اور تین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں میری محنت کی داد ملجائیگی ؁

قصیدہ

ملاذِ کشور و لشکر پناہِ شہر و سپاہ	۱	جنابِ عالیٔ ایلن برونِ والا جاہ
بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر	۲	کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرفِ کلاہ
وہ محضِ رحمت و رافت کہ بہرِ اہلِ جہاں	۳	نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جسکی نگاہ
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جسکی پرسش کے	۴	بنے ہے شعلۂ آتش انیسِ پرۂ کاہ
زمیں سے سودہ گوہر اٹھے بجائے غبار	۵	جہاں ہو توسنِ حشمت کا اسکی جولانگاہ
وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر	۶	وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ
یہ اسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش	۷	کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سرِ راہ

۸ هنر پہنچے سے لیتا ہے کام شانے کا — کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُم روباہ

۹ نہ آفتاب وہ لے آفتاب کا ہمچشم — نہ بادشاہ وہ لے مرتبہ میں ہمسر شاہ

۱۰ خدا نے اوسکو دیا ایک خجستہ فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوِ ماہ

۱۱ زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے — شعاعِ مہرِ درخشاں ہو جس کا تارِ نگاہ

۱۲ خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں — سُنے گا شرق سے تا غرب اُسکا بانگِ گاہ

۱۳ جوان ہوسکے کرے گا یہ وہ جہانبانی — کہ تابع اُسکے ہوں روز و شب سپید و سیاہ

۱۴ کہے گی خلق اُسے داورِ سپہر شکوہ — لکھینگے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ

۱۵ عطا کرے گا خداوندِ کارساز اُسے — رَوانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ

۱۶ ملے گی اُسکو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اُسے — پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاج گواہ

۱۷ یہ ترکتاز سے برہم کریگا کشورِ رُوس — یہ لیگا بادشہِ چیں سے چھین تخت و کلاہ

۱۸ سنینِ عیسوی اٹھارہ سو اٹھاون — یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ

۱۹ یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں — دراز اُسکی عمر اِس قدر سخن کوتاہ

۲۰ اُمیدوارِ عنایاتِ شیونراین — کہ آپ کا ہے نمکخوار اور دولتخواہ

۲۱ یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزّ و جاہ کے ساتھ — تمہیں اور اُسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق مہربان کرم میرے منشی شیونراین صاحب تم ہزاروں سلامت رہو۔ تمہارا مہربانی نامہ اِسوقت پہنچا اور میں نے اِسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔ چھ جزو سے کتاب کم نہ ہو سطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے شیرازہ کیطرف کا کم ہو یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں اُس نے اپنی بے پروائی کی رو سے شاید کچھ نہیں کہا ہے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلطنامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیئے اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا

تو وہ بھی شریک رہینگے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیورام پوری ہو مگر سفید مہرہ کیا ہوا اور لکھا ایسا ہو
کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھے جائیں تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دلپسند اور نظر فریب ہو حاشیہ کا قلم
بہ نسبت متن کے قلم کے خفی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائینگی ایک جناب فیضمآب ملکہ معظمہ
انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم لارڈ النبرا بہادر کی نذر - اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر
کرونگا میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول
اور ان چھ جلدوں کی جو لاگت پڑے روپیہ چکا لیکر وہ روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا یعنی بمجرد
طلب کے فوراً ہنڈوی بھیجدونگا ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے
کہیے کہ اُن سے ملیں یعنی راجہ اُمید سنگہ بہادر اندور والے وہ چھیلی اینٹ میں پولیس کے پچھواڑے رہتے
ہیں - تعجب ہے کہ آپ کا خط آگیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی اب میرا خط فارسی
اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خط اُنکو دکھا دیجیے گا اور راجہ اُمید سنگہ سے ملنے کو کہیے گا اور ہاں صاحب
یہ اُنکو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اُسکو سب سے پہلے جہاں اُسکا نشان دیا ہے
وہیں تحریر کیجیے اگر ضرور ضرور ورنہ وہ رباعی سنبل کے ضمیمہ میں اس فقیر کی آگئی ہے نے ز اختر بخت خسرو بلندی
بجا ہے رسید کہ رخ از خاکیان نہفت - تم اُنکو یاد دلا کر اُنسے لکھوا لینا ضرور ضرور - یہ جو تمنے لکھا کہ صاحب نے
شکر اسکو پسند کیا میں [illegible]ں کہ کوئی شاہ تمنے پڑھا ہوگا کیونکر کہوں کہ صاحب اِس عبارت کو سمجھے بھی ہونگے
انکی حقیقت مفصل لکھو زیادہ زیادہ - راقم اسد اللہ - یکشنبہ ۱۳ اگست ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب

ایضاً مہاراج سلامت [illegible] ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجھکو خط لکھنا کیوں چھوڑا اگر مجھ سے خفا ہیں
تو کیوں خفا ہیں اور اگر شہر [illegible] گئے ہیں اور کہیں گئے ہیں تو آپ مہربانی فرماکر
یہ امور مجھکو لکھ بھیجیے اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو میں فلاں
جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُنکو بھی دستنبو میں لکھنے کا محل

بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہوں نے نظم کو اور انہوں نے نثر کو کتاب کے خاتمہ پر چڑھا دیا یا نہیں تم سے بہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہوں تو مجھکو انکے لکھے جانیکی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کرکے انکو جابجا حاشیہ پر رقم کیجیے اور مجھکو اطلاع دیجیے ضرور ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک کام آپکو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحہ کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر در دم جنگ نہیب سنان بہم بر زند نہیب۔ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیے گا اور اسکی جگہ نوا ہے یہاں بنا دیجیگا۔ حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال مرزا تفتہ کا حال اور انکے خط نہ آنے کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال مرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھدی ہے تو اسکی اطلاع دیجیے ورنہ انکی نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کرکے آپ حاشیہ پر لکھدیں اور مجھکو اطلاع دیں تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شرح کردی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ انسے شرح لیکر اور محل معلوم کرکے حاشیہ کتاب پر لکھدیجیے اور مجھکو لکھ بھیجیے۔ چوتھا سوال یہ جو پہلے لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نوا کا لفظ بنا کر مجھکو عنایت کیجیے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے۔ مرزا تفتہ سے ملی روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امر موقوف میں آئی اسکی اطلاع ضرور دیجیے۔ چھٹا سوال چھاپا شروع ہوگیا یا نہیں اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب ہے توقع ہوں کہ میرے یہ سب کام از راہ عنایت [illegible] ان چھ سوال کا جواب سب طرح جدا جدا لکھیے اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے۔ راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً نور بصر لخت جگر منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا اور سب حال تمہارے خاندان کا دریافت ہوا سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم جیسے وہ دوماں کے تیم و ترحم ہو لعلمہا شوق سے لکھو۔ آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سراسر آپکے مضمون کے خلاف ہیں میں نے سر کا [illegible]

فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتدا ۱۱ رمئی ۱۸۵۷ع سے ۳۱ رجولائی ۱۸۵۸ع تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر میں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر ساتوں سطریں لکھ دیتا ہوں۔ اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائیگی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھا دوں کہ وہ ضروری ہیں سنو میری جان نوابی کا مجھکو خطاب ہے نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے امرا سب مجھکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد رہے نواب صاحب کیساتھ لفظ میرزا یا میر نہیں لکھتے۔ یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجب و لازم ہے۔

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیو نراین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہماری خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو تمھارے دادا کے والد عہد نجف خاں ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھول لی اور پھر کہیں نوکری نہ کی۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ ہیں اور انہوں نے جو کیٹھم گاؤں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعوی کیا تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہیں اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گزر جاتی ہے

چونکہ گھر اُنکا بہت دُور تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس جا ہے اور اُنکے مکان میں مچھیارنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹرے درمیان میں تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ کشمیرن والا کہلاتا تھا۔ اس کٹرے کے ایک کوٹھے پر مَیں پتنگ اُڑا رہا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے واصل خان نامی ایک سپاہی تمھارے دادا کا پیشدست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ اوگا کر اُنکے پاس جمع کروا تا تھا سُنو تو سہی تمھارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لیئے تھے اور زمیندارا اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپیے کی سرکار کی مالگذاری کرتا تھا آیا وہ سب کارخانے تمھارے ہاتھ آئے یا نہیں اسکا حال از روے تفصیل جلد مجھکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ۔ ۱۹ اکتوبر۔ وقت ورودِ خط ✣۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیونراین کو بعد دُعا کے معلوم ہو۔ تمھارے دو خط متواتر پہونچے میرے بھی دو خط پیش و پس پہنچے ہونگے موافق اِس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پُر تکلف اور پانچ جلدیں بہ نسبت اُسکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہدۂ اہتمام میں ہیں اُس سے ہمکو اور تمکو کچھ کام نہیں وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیجدیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنوا کر بھیجدو۔ مَیں تمکو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر جانتا ہوں۔ تمکو تمھاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر سمجھونگا باقی حال اپنے خاندان اور تمھارے خاندان اور باہم مِل کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تمکو لکھ چکا ہوں۔ مکرر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدمی زاد مگر ہاں ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ رہتے ہیں سو وہ بھی لُٹ اپنے گھروں کے لُٹنے کے آباد ہوئی ہیں تصویریں بھی اُنکے گھروں میں سے لُٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کیں ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپیے سے کم کو نہیں بیچتا کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو مَیں نے صاحبوں کو بیچی

ہاتھ بیچی ہیں تمکو وہ دو اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل کاغذ پر اتار کر اسکے بھی تمہیں بھیج دوں۔ پچیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی بنے یا نہ بنے۔ اتنا صرف بیجا کیا ضرور ہے۔ میں نے دو ایک سے کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر تمکو بھیجدونگا۔ مصوروں سے خرید کرنیکا نہ خود مجھ میں مقدور نہ تمہارا نقصان منظور۔ اچھا یہ تمام ہوگیا ہوگا۔ وہ پانچ اور سات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے مجھکو دینی کی ہے وہ یہ سب بعد جلد کی درستی کے پہنچ جائینگی مگر وہ چالیس کتابیں بھی جو مجھے چاہیئیں تو آج کل روانہ کرو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا اشتہارہ کیونکر پہنچیگا اور محصول اسکا کیا ہوگا اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ فنس جلدیں راے امید سنگھ کے پاس کہاں بھیجی جائینگی میرزا تفتہ ہاتھرس گئے جاتے ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید آگرہ اور دلی کا آنا مجھکو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھکو لکھو۔ تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔ از غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۸ع

ایضاً میاں تمہارے کمال کا حال معلوم کرکے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھکو بھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو یہاں سے اردو میں لکھکر بھیجدونگا تم وہاں سے انگریزی لکھکر بھیجدیا کرنا قصہ قاصد ان شاء اللہ بھیجا میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو منتقی اور عبارت کو رنگیں بنانیکا قصد کروں تو کتاب کی صورت بدل جائیگی اور شاید تمکو بھی ناپسند ہو۔ ناچار اسپر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال سے باہر دیکھے وہ بدل ڈالے مثلاً وتے کیونکہ یہ گنوار و بولی ہے وہ ٹھیٹھ اردو ہے۔ کرتا۔ یہ بروجات کی بولی ہے کرواتا یہ صحیح ہے۔ رہیجے یہ غلط ہے رہیے صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضوابط نا مربوط تھے ان کو مربوط کر دیا ہے اور ایک جگہ گھنٹے لسے یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا۔ اسکو تم سمجھ لینا۔ باقی او سب مربوط اور خوب ہے اور بہت خوب ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کہ بہ دو دو ہونگی یہ دالی بھی ہو لی۔ اگر لگا جانیکا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیجکر جانا۔ اور ہاں یہ میں نے نہیں سمجھا کہ مرزا تفتہ کی بنائی ہوئی سات

کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کرینگے وہ تمنے اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید کل پرسوں آ جائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تمنے مجھکو بھیجا تھا اسمیں ایڈمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونیکی اور بہت جلد آگرہ آنیکی خبر لکھی تھی یہاں مجھکو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر نواب گورنر جنرل کے تھے جب لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انکے ہاں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے تو انکے محکمہ میں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میر منشی انکے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہینگے۔ یقین ہے کہ انکے ساتھ ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں آیا اب بھی وہی ہیں۔ یا انکی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں جو جو تمکو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہو اسکو معلوم کر کے مجھکو لکھئیے اور جلد لکھئیے اور ضرور لکھئیے۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں بجا بجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو کیونکر بھیجوں۔ جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھجواؤ اور جلد بھیجو۔ شنبہ ۹ نومبر سنہ ۵۸ع

ایضاً برخوردار کامگار منشی شیو نرائن طال عمرہ و قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ ماہ نومبر کو ۲۲ کتابیں آگئیں۔ میں بہت خوش ہوا اور تمکو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک میں لیگیا ہے۔ اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبد الحلیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں ہے یہ بھی وہیں آئے ہیں تمہارے پاس حاضر ہونگے۔ اپنے یہاں انکو رکھنا بھلا۔ وہ شہر بیگانہ ہے اگر تمہاری خدمت میں شناسائی رہیگی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں۔ شاید اگر دلی گزٹ میں انکا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجائش اپنے مطبع میں انکو رکھ لینا۔ [illegible]

ایضاً - صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آ پہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں۔ مہر نیمروز نہیں اسکا نام نیمروز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھپایا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے۔ اسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے۔ اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے۔ محررہ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت رکھے رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تمنے بھوائی ہے اور میں نے تمکو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا خدا کرے وہ عبارت تمنے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھدی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیجدینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جاے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب بلکہ کتاب طلب

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جب آئے تو میرا خط بیرنگ کہ جسمیں سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اُس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اُس کا جواب کیوں نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کیواسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازان مطبع نے خط لیکر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہوگے تو وہ خط تمہیں

دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تمنے جواب نہ لکھا یا ابھی کند صولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہوگیا
تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجھکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور
میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی تدبیر بتاؤ کہ ایسا ہوا ہو کیا کہوں ہنڈوی کا
مثنی کسطرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضطرب روز شنبہ سوم نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب۔ شتاب طلب ؎

ایضاً صاحب تم خط کی جواب بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے
زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی۔ بہر حال اب اچھا ہوں پنج آہنگ
تمنے مول لے لی اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک بادشاہی چھاپے خانے اور ایک منشی نولکشور الدین چھاپہ خانے کا
پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں مسمی ضیاء الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے سبتی بھائی اور
میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و نثر میں نے کچھ لکھا وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی
چوتن پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور دیوان ریختہ سب ملکر سو سوا سو جزو مطلّی اور مذہب
اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں۔ میری
خاطر جمع کہ کلام میرا سب ایک جا فراہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے اس مجموعۂ نظم و نثر کی نقل کی اب
دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونو جگہ کا کتابخانہ خوان یغما
ہوگیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہیں
غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات۔ قلمی ہندی کا کلیات۔ قلمی پنج آہنگ۔ قلمی مہر نیمروز
اگر کہیں انمیں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا ہاتھ آوے تو اسکو میرے واسطے خرید کر لینا۔ اور مجھکو اطلاع
کرنا۔ میں قیمت بھیجکر منگوالوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
انکی فرمائش ہے اردو کی نثر انجام پائے تو اسکے ساتھ ان کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اردو میں
میں اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اس عبارت میں معانی نازک کیونکر بھرونگا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں

کہ کیا لکھوں کونسی بات کونسی کہانی کونسا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمہاری سمجھ میں کچھ آئے تو مجھکو بتاؤ ایک قرینہ سے مجھکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کریگی اور اُن نسخوں کو ولایت بھیجیگی کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمہارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے۔ رقمزدہ دوشنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ء +

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے۔ تمہارا خط آیا اُسکے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا۔ آجتک تمنے اسکا جواب نہ بھیجا حالانکہ اسمیں جواب طلب باتیں تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و نثر کی کتب کا حال تمکو لکھکر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمہارے ہاتھ آجاوے وہ تم خرید کر کے مجھے بھیجدینا۔ رتن صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُنکے واسطے لکھ لونگا تو دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اُردو کر دوں۔ تمنے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مُہر کے کھدوانے کو تمنے لکھا تھا کہ ملتوی رہے۔ پھر اسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ میں اسکو ابھی کچھ نہیں سمجھا۔ اسکو یکسو کرو۔ ہاں ہاں کچھ بھیجو۔ س تمہاری مُہر بدر الدین علی خاں کو دیدی گئی ہے یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے اور سنہ اس میں کھدیں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کہ اُس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی۔ تمکو دو حرف سے آشنا نہ حرف سے کیا علاقہ۔ تمکو اپنی مُہر سے کام۔ سچ تو کہو کیا پھر کندہ ہو گئے ہو کس شغل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب شتاب لکھو۔ اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں برسرِ کار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرے بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو۔ غالب۔

مرسلۂ چہارشنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ء +۔

ایضاً برخوردار آج اسوقت تمہارا خط مع لفافوں کے آیا۔ دل خوش ہوا۔ بھائی میں اپنی مزاج سے اچھا ہوں۔ یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجھکو پسند نہیں آگئے جو تمنے مجھے بھیجے تھے وہ بھی

میں نے دوستوں کو بانٹ دیئے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ انکی عوض لفافے
جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جنمیں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجکو بھیجدو اور یہ لفافے اسکے عوض مجھ
سے لیلو۔ اور اگر اسطرح لفافے ہوں تو انکی کچھہ ضرورت نہیں۔ مہر کیواسطے صاحب مرو کا نگینہ اور پھر
چنے کی دال کے برابر اور ہشت پہلو۔ اِن چھوٹے شہر میں کہاں ملیگا عقیق بہت خوشرنگ سیاہ یا
سُرخ جیسا تمنے آگے لکھا ہی ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مہر میری طرف سے تمکو پہنچیگی تمکو ۴ حرف ۶ حرف سے
کچھ مدعا نہیں۔ آپ ہی مہر چاہو زمرد پر چاہو الماس پر کھُدوا لو۔ میں تو عقیق کی مہر تمکو دونگا رہی وہ
دوسری مہر جیسی تمھاری مہر کھُد چکیگی جسطرح تم کہوگے کھُد جائیگی میاں کیا قرینہ بتاؤں گورنمنٹ کی عمیداری نکلا
ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اُسکا ظہور ہو جاوے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جناب ڈپٹی
صاحب صاجی کرتے ہیں۔ میں اُردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں اس میں گنجایش عبارت آرائی کی
کہاں ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اُردو بہ نسبت اوروں کی اُردو کے فصیح ہوگا۔ خیر بہر حال کچھ کردونگا
اور اُردو میں اپنا زورِ قلم دکھاؤنگا۔ تقے کا موتا اور دستوں کا آنا یہ چاہتا ہے کہ تمنے رات کو بُری قسم
کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی۔ کچھ تبرید کر دو اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقعہ تمھارے نام کا
اور تفتہ کا رقعہ تمھارے نام کا حسب الحکم تمھارے پاس واپس بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا
اسیطرح لکھا تھا جیسا کہ تمکو تمھارا خفا ہونا لکھا تھا علاوہ میرے فرزند کیجگہ ہیں مجھ سے خفا کیوں
خفا ہونگے اُسدن یہی آچکا تھا تین خط اُنکے آچکے ہیں چنانچہ ایک خط ابھی تمھارے خط کیساتھ ڈاک
کا ہرکارہ دیگیا ہے۔ محررۂ سہ شنبہ ۱۰ دسمبر ۱۸۵۸ء ۔

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو۔ دو جلدیں دستنبو کی مجکو لکھنؤ بھیجنی ہیں اور میری پاس تھی نہیں
اب جو تم سے منگاؤں اور یہاں سے لکھنؤ بھجواؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب اوراف دجواب دے
مجھہ پر فرمایشیں بھیجتے ہیں تم سے بقیمت کوئی نہیں منگاوانا چاہیں جلدیں پہلی دو بارہ

یہ حال کی تقسیم کیونکر ہو اِن دو صاحبوں کی خاطر مجھکو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ٹکٹ اور ۲ آنے کی دو ٹکٹ
اس خط میں ملفوف کر کے تمکو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کی ٹکٹ اُس پر لگا دو
ایک پارسل پر یہ لکھو ایں پارسل صحیفہ بیرنگ پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنؤ بمحلہ نخاس قریب امام باڑہ اکرام اللہ خاں
بمکان میرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نراین مہتمم مطبع مفید خلائق آگرہ
دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور نام اور۔ در لکھنؤ احاطہ خانساماں متصل تکیہ شیر علیشاہ
بمکانات مولوی عبد الکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔ سمجھ لیجئے۔ یعنی دو پارسل
اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کرو
اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھکو لکھ بھیجو تاکہ میں اپنے خط میں اُنکو اطلاع دوں
ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو یعنی جسطرح سے تمنے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو
اپنی طرف سے بھیجی ہے اسیطرح دو جلدیں ان دو صاحبوں کو جنکا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجدو۔
مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا اسمیں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونو صاحب بالفعل مرتی ہیں ثارہ ہیں یہ
بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیئے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے مناسب جانو کرو
ورنہ جانے دو۔ میاں اُردو کیا لکھوں میرا منصب ہے کہ مجھ سے اُردو کی فرمائش ہو خیر ہوئی۔ ایک میں
کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پنشن ملجائے حواس ٹھکانے ہو جائیں
تو کچھ فکر کروں پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز سہ شنبہ
۴ جنوری سنہ ۱۸۶۵ء۔ جواب طلب ہے۔

ایضاً پرسوں اور کل ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ سے بے تقریب معرفت
کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھکو مول لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔ کل جائیں گے
دستنبو تمہاری بھیجی ہوئی اُنکے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے اُنکی نذر

کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھکو آجتک نہیں آئی آخر رسید تو تمکو پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھکو لکھ بھیجو ورنہ میں مشوش رہونگا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے۔ اردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بیشتر غزلیں اُنمیں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو تمام و کمال تھے وہ لٹ گئے۔ یہاں سبکو کہہ رکھا ہے کہ جہاں پایا ہوا نظر آجائے لیلو تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمہارے خیال میں ہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمنے پانچ شعر لکھے ہیں یہ نو شعر کی ہے ایک صاحب کے پاس اُردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے انسے کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچا لیتے ہیں جو پنہاں ہو گئیں ویران ہو گئیں۔ یہ غزل مجھکو انہی سے ہاتھ آگئی ہے ابھی میں نے اسکو لکھا ہے اور تمکو بھیجتا لکھ رہا ہوں خط لکھکر رہنے دونگا جب اُنکے پاس سے ایک غزل آجائیگی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیجدونگا یہ خط آج روانہ ہو جائیگا یا کل۔ میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غربی و شمالی کی مدح میں اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے اگر کہو تو بھیجدوں مگر فارسی ہیں وہ چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہیں۔ کتنے میں تمکو پاجائینگے خوش ہوا خدا کرے جسکو دی ہو وہ تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بتادی گئیں۔ یہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات مجھکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم کہتے تھے آخر جیسی کہ نہ رہی اور بگڑ گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں اُنمیں سیکڑوں گرفتار بلا ہیں۔ جو زندہ ہیں انمیں مقدور نہیں میں ایسا جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری ہوگی یا پنجاب کے ملک کو بکتا ہیں گئی ہونگی۔ پورب میں کم بکی ہونگی۔ میاں تم کھاتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے تمہاری جگہ میرے دلمیں ہے آپ میں شیخ ازاں ہوں اور جو غزل تمنے بھیجی ہے اسکو لکھتا ہوں خدا کرے تو سکے نو شعر یاد آجائیں۔

غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جس کے لیے ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ مشکبو کیا ہے

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تجھ سے
وگرنہ خوفِ بدآموزیِ عدو کیا ہے

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس اُمید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یہ تمھارا اقبال ہے کہ دو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتے کا گودام تمھارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواؤ گے تو بھیجوں گا دونوں بھیج دوں گا۔ مرقومہ شنبہ ۱۹ اپریل

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو۔ اسد او لینے کے دینے پڑے۔ اس غریب کو میں کیوں برا کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے اُن سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد تخلص ہو گزرے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل انھیں کے کلامِ نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرزِ تحریر اور روشِ فکر پر بھی نظر نہیں کرتے میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو تمھارے پاس

پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی مرزا حاتم علی مہر کو دیدینا جسدن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کرکے اُنکو بھیجدینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہوگیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع میں گئی ہونگی جناب مکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُنکو بھی بھیج چکا ہوں قصیدے میں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فرینک ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں۔ ایک پچپن شعر کا ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ اُنکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپوگے جانے بھی دو۔ رہیں غزلیں سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اِن دو برس میں صرف وہ پچپن شعر بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے ہیں سوا اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہوگا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے۔ پرسوں ایک خط تمہیں اور لکھ چکا ہوں آپ اُسکا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔ چارشنبہ۔ ۲۰ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی۔ نواب حسن علیخاں۔ نواب حامد علیخاں۔ حکیم احسن اللہ خاں سو اُنکا یہ حال ہے کہ دلی ہے تو کیا نہیں۔ یعنی یہاں کی اقامت میں متذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کرلی ہے آیندہ مکرر حالات دیکھیں گے۔ ہنود میں یہاں کوئی امیر نہیں ہے وہ لوگ اسطرف کیونکر توجہ کرینگے تمھارا مصرع خیال کا کہ ڈھونڈو الوداع تمام اِس سال کی تاریخ جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغا سپاہ۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم بتاؤ کہ ہیں انگریز ہاں بھئی تمھارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمھارے معیار الشعرا میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہمکو جب تک اُنکا نام و نشان معلوم نہ ہوگا

ہم اُنکے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تمکو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد اُنکا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُنکی غزلیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھکر اُن غزلوں کو چھاپو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُسکے لکھنے سے اُنکا نام اور اُنکا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ یہ ہیں اوپر لکھ آیا ہوں اُسکو آپکے معیار الشعرا میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا چار ورقہ رامپور اُنکے پاس بھیجو اور سرنامہ پر لکھو کہ در رامپور بر در دولت حضور پہنچکر بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد اور مجکو اسکی اطلاع دو اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمھارا اخبار جاتا ہے یا نہیں۔ ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون سنہ ۱۸۵۹ع ✤

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ صاحب میں تو منتظر تمھارے آنے کا تھا کیونکہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رامچندر کے۔ انہوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو نراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تمھارا خط آیا۔ اب مجکو اسکا پوچھنا تم سے ضرور ہوا تمھارے آنیکی خبر جھوٹی تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسانمند ہوں حقتعالی اس کوشش کے اجر میں اُنکو عمر و دولت دے۔ سعادتمند اور نیکبخت آدمی ہیں ۱۲ تمھاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرعہ تمنے لکھا اور وہ چھاپا گیا ہزار پانسو ورقے چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے ہم پہنچیگا وہ کس کام آئیگا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے صبر کرو وہ جزو آنے دو۔ میں اُسکو دیکھوں یقین ہے کہ غلطی ہوگا اُسکو دیکھکر اور مضامین سمجھکر مصرعہ بھی تجویز کر دونگا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آگیا ہے۔ پم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجائیگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۵۹ع ✤

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند پہنچا
تمہاری تقسیم عزیمت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار بنسی دھر کے پوتے کو دیکھونگا۔ رسالہ بغاوت ہند
ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دوبارہ پہنچتا ہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہیگی۔ اپنے شفیق دلی
ماسٹر رامچندر صاحب کو تمہارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے جو قطعہ انہوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تمکو
بھیجتا ہوں پڑھ لینا اگر دو تین باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب شنبہ ۲۳ جولائی سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً میاں کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعرا نہ بغاوت ہند
نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک
بھیجا ہے معیار الشعرا و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ روپے مجھکو دئیے اور میں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی
اپنے خط میں لپیٹ کر تمکو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ جب ان مطالب ضروری کا
یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے۔ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جلد لکھو
آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الشعرا کا بھی نہیں آیا۔ یہ کیا ہے؟ مہر تمہاری کھدنی شروع
ہوگئی ہے۔ اسی اگست کے مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائیگی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد اور
کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو بند رکھونگا اگر تمہارا خط
یا معیار الشعرا یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل تمکو ڈاک
میں بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہدینا۔ غالب مرقومہ چہار شنبہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۹ء وقت دوپہر

ایضاً کیوں میری جان۔ تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر میں ہو یا نہیں ہو
تمہارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طور ہے؟ تمہارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا؟ میرا کام تم نے
کسطرح درست کیا؟ کروگے یا نہیں؟ معیار الشعرا کا پارسل پہنچگیا؟ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا
ان سب مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ غالب۔ محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ء +۔

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہیں آتا۔ دو مجلد لغات ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُسکا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علیخاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی اُنہوں نے تم کو پڑھائی ہوگی اُسکا بھی تمنے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اسکا جواب مانگوں۔ کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو وہ بھی کہو۔ یہ خط تمکو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تمکو تقاضا معلوم ہو۔ اے لو ایک اور بات سنو تمہارا تو یہ حال کہ مجھکو خط لکھنے کی گویا تمنے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی جہاں تک معلوم ہوا کرے مجھکو لکھا کرو خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھنا۔ آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئینگے یا نہیں۔ اچھا اگر یہاں فراہم ہو جائینگے۔ دربار کی صورت۔ خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست جاری ہوا کی کیفیت۔ یہ سب باتیں مجھکو لکھا کرو۔ کچھ خبر اصل میں یہ قیاس کرنا۔ اب کیا سنتے ہو۔ لکھنؤ کہاں آئے ہیں۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئینگے کہاں کہاں کون کون تمہیں ملیگا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہوگا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھو گے صحیح اور مفصل لکھو گے۔ یقین ہے کہ برادر زادہ عزیز یعنے تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کردی ہوگی۔ اُسکی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چہارشنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۹ع۔ جواب کا طالب غالب۔

ایضاً برخوردار دو خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافۂ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں ہے اور یہ ٹکٹ کیوں برباد کرو۔ میرا مقصود اسیقدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار جیسے تمہارے ہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجھکو لکھو اور جب نواب معلی القاب آگرہ میں آ جائیں تو اپنا مشاہدہ مجھکو لکھتے رہو۔ بس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار

لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوت ہند پرسوں بھیج چکا ہوں تمہارے والد کی
طرف سے مجھکو بڑی تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہوں خدا میری دعا قبول کرے اور انکو شفائے کامل دے۔ تم بھی
میری دعا انکو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز کا حال معلوم ہوا یہ عالی خاندان اور ناز پروردہ آدمی ہیں
انکو جو جہت پہنچاؤ گے اور جو انکی خدمت بجا لاؤ گے اسکا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دعا کے
کیا لکھوں ۔ غالب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں۔ اسوقت برخوردار میرزا
شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک جلد انکو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا۔ میں
خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوت ہند کی ہیں حیران
رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمامانِ ارسال نے ازراہِ سہو دوبارہ بھیجدیں چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ
لگاکر بھیجدوں پھر سوچا کہ پہلے تمکو اطلاع دوں شاید یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار
ہے جو کہو سو کروں۔ کہو تمکو بھیجدوں۔ کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیجدوں۔ میرے کسی کام کی نہیں
والدعا۔ راقم اسداللہ۔ مرقومۂ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار کامگار بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روئے احتیاط دوبارہ ارسال
کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے اسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہوگا یا
اب چھاپئے گا۔ بہرحال اس شہر کے اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے
وقت سب خیرخواہانِ انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی
کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیدستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پاتا ہے مکان پر
روشنی کریگا اور ایک قطعہ پندرہ ۱۵ بیت کا لکھکر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہے آپکے پاس اسکی نقل بھیجتا ہوں
اگر تمہارا جی چاہے تو اسکو چھاپ دو اور جس نمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیجدینا اور

اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں **قطعہ**

درین روزگارِ ہمایون و فرخ ۔۔۔ کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں
شدہ گوش پُر نور چوں چشمِ بینا ۔۔۔ ز آوازۂ اشتہارِ چراغاں
نگر شہر دہلی کہ نورست آنجا ۔۔۔ نگہ گشتہ ہر سو دوچارِ چراغاں
بسر بُردہ بر چرخ مہرِ منوّر ۔۔۔ ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شعاعی ۔۔۔ کہ دارد دلش خارخارِ چراغاں
درین شب رَوا باشد ار چرخِ گرداں ۔۔۔ کند گنجِ انجم نثارِ چراغاں
نبودست در دہر زین پیش ہرگز ۔۔۔ بدین روشنی رُوے کارِ چراغاں
شد از فیضِ شاہنشہِ انگلستاں ۔۔۔ فزوں رونقِ کاروبارِ چراغاں
جہاندار وکٹوریا کز فروغش ۔۔۔ ز آتش دمد لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش جہاں گشت پروانہ ایمن ۔۔۔ کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
بفرمانِ سرجان لارنس صاحب ۔۔۔ شد این شہر آئینہ دارِ چراغاں
بدہلی فلک رتبہ سانڈرس صاحب ۔۔۔ بپیراستہ نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعیِ ہنری اجرٹن بہادر ۔۔۔ رواں ہر طرف جویبارِ چراغاں
سخن سنج غالبؔ زِ روی عقیدت ۔۔۔ دعا میکند در بہارِ چراغاں
کہ بادا فزوں سالِ عمرِ شہنشہ ۔۔۔ ز روے زمیں از شمارِ چراغاں

اقبال نشاں منشی شیونراین کو دعاے دوامِ دولت پہنچے ۔ کل تمہارا خط پہنچا ۔ دل خوش ہوا ۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ ۔ میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ

یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی بذریعہ انکے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے کتاب اور عرضی
اوسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کرکے یہاں آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔
یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا ۔

ببینم کہ تا کردگار جہاں   دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہہ دینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمہاری فکر سے فارغ نہیں ہوں اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔ سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۶۰ء۔ غالب۔

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک دو معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج چار شنبہ ۴ مارچ کی کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمہارا رامپور پہونچا۔ خدا تمکو جیتا رکھے اب میں شنبہ کے دن کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا ہاں بھائی اندنوں میں برخوردار میرزا یوسف علیخاں وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی انکا خط مجھکو پہنچا ہے تم ضرور انسے ملنا منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اترے ہوئے ہیں انکو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا اچھا ہے دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ملوگے تو زبانی سب کلام ہو رہیگا اور یہ رقعہ جو تمہارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش عہدہ داروں کے وفادار کے گھر کے پتہ سے بھیجدینا ضرور ضرور۔ از غالب۔ روز چار شنبہ ۴ مارچ سنہ ۶۰ء

ایضاً میاں دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو تب کچھ کلام کرو۔ کہ ایک خط تمہارا پہنچا۔ سر نامہ پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد۔ منمقام میرٹھ واللہ باللہ جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے بہرحال پڑھا معلوم ہوا کہ بندی دیوان اور فائدہ اٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ

بھائی مصطفےٰ خانصاحب کے ہاں اُترا - وہاں منشی ممتاز علیصاحب میرے دوست قدیم مجھکو ملے اُنہوں نے
کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجھکو بھیجدیجیئے گا عظیم الدین ایک کتاب فروش اسکو چھاپا چاہتا ہے اب نام سنو
دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا - ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھواکر نواب یوسف علیخاں بہادر کو رامپور
بھیجدیا تھا اب جو میں دلّی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدینخاں صاحب نے مجھکو تاکید کر دی تھی
کہ تم نوابصاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لیکر اُسکو کسی کاتب سے لکھوا کر مجھکو بھیجدینا - میں نے رامپور میں
کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدینخاں کو دلّی بھیجدیا تھا - آمدم برسر مدعائے سابق اب جو
منشی ممتاز علیصاحب نے مجھسے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدینخاں سے لیکر
بھیجدونگا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کیوں کرتا ہے - نواب مصطفےٰ خاں سے کہا کہ ہیں - آپ کہو میں کیا کرتا دلّی
آکر ضیاء الدینخاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفےٰ خاں کے پاس بھیجدیا - اگر میں اپنی
خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا - آج اسی وقت میں نے
تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفےٰ خانصاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُنکو لکھا ہے اگر چھاپا
شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائیگا اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے
پاس بھیجدونگا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے تو میں ناچار ہوں میرا قصور نہیں ہے اگر سرگزشت
سنکر بھی مجھکو گنہگار ٹھیراؤ تو اچھا میرا بھائی میری تقصیر معاف کیجیو - رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے
یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تمکو پہنچ جائے - ۱۹ یا ۲۰ جنوری
کتاب اور دو لفافے عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں - تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے
سو گزر چکی ہے - خواہ اسی مہینے میں خواہ آغاز ماہ آئندہ یعنی اپریل میں جواب کے آنیکا متوقع ہوں
دیکھیئے آئے یا نہ آئے - آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے ✽

ایضاً - برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو - تصویریں پہنچیں تحریر پہنچی - سنو میری عمر ستر برس کی ہے

اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سو برس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور راہ و رسم کے مسدود ہونیکا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر تمکو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجھکو بسبیل ڈاک کبھی اکبرآباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سنو۔ چھٹا مہینہ ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی پھوڑا پک کر پھوٹا ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بنگیا۔ ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیاں دوڑ رہی ہیں۔ نشتر سے گوشت کٹ رہا ہے بیس دن سے صورت کی اقامت کی نظر آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔ غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونیکے بعد میرا پنشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا۔ آیندہ کو بدستور بلا کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا۔ مسدود ہو گیا یہاں تک کہ جب سکرتر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں میں بالکل مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانہ میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے۔ دربار کیا۔ خبر کرو مجھکو کیا۔ ناگاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے بھائی بیچ آخر۔ فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس داہنے ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا اٹھا ہے حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں اٹھنا دشوار ہے بہر حال سوار ہو گیا پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی یعنی عنایت سے عنایت۔ اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ ہم تمکو اپنی طرف سے از راہ محبت یہ خلعت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں بھی تمہارا نمبر اور خلعت کھل گیا اب جا

دربار میں شریک ہو خلعت پہن چال عرض کیا فرمایا خیر اور کبھی دربار میں شریک ہونا ہوں پھوڑی کا بیمار ہوں اپنا لہو جگر اگر کیونکر
جاؤں۔ بابو ہرگوبند سہائے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ایضاً میاں تمہاری باتوں پر ہنسی آتی ہے دیوان جو میں نے
تم کو بھیجا ہے اس کو اصل سمجھو وہ اور کیسی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علیخاں عزیز کے پاس ہیں ان میں سے [illegible]
جا بجا کہیں کوئی مصرع [illegible] باہر ہیں مبادا [illegible] اور [illegible] دیکھوں گا تصویر [illegible]
کیا کرو گے بیچارہ عزیز کیونکر بھیج سکیگا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھکو لکھو میں [illegible] نذر دیکا [illegible]
ہیں تم کو اپنے فرزند کی برابر جانتا ہوں [illegible] شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزند سعادتمند ہو [illegible] ایضاً عالیہ کو پہنچا [illegible]
ایضاً میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی [illegible] صاحب نے [illegible] کبھی نہیں کی [illegible] کہ تم [illegible]
دلی میں ہماری دیوان کا چھاپا [illegible] تم کہ [illegible] صاحب کا بھیجا ہوا [illegible] اور [illegible]
یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی [illegible] اور [illegible] چھاپنے کا [illegible]
چھاپنے والے [illegible] دیوان [illegible] تمہاری [illegible] پھیر لیا کیونکہ
ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں تم نے جو خط لکھا [illegible] تم [illegible] مولوی [illegible] علی
صاحب کہا کہ [illegible] میری تصویر [illegible] اور [illegible] فرزند دلبند [illegible] ہوں
دیوان [illegible]
ملی اور دونوں [illegible] تمہارا [illegible]
تم نے [illegible] اور جلد [illegible] دیوان [illegible]
کے تم [illegible] غالب۔ [illegible]

بنام گوبند سہائے صاحب

برخوردار [illegible] تم کو خط لکھا [illegible]
یہاں [illegible] الہ آباد [illegible] کہتا ہوں [illegible]

دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ جو قسم کی انگریزی شراب ایک ٹوکرے کا اس میں ہے اور ایک ولایتی - یہ میں نے شیشہ پیا کرتا تھا اور دو قسم ہیں یہ چھ چوبیس پیشتر آئی تھی آپ یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی اب پچاس کا پیا اور ساٹھ روپیہ آئی ہو وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں دیا کر کیا مجھ کو بہت جلد لکھو اور قیمت معلوم ہو اسکا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہنڈوی بھیجوں وہ تم خرید کر بیس بیس پاکی ڈاک پر روانہ کر دو [illegible] یہاں کی شراب نہیں پیتا ہوں مجھکو مضرت کرتی ہے اور مجھ کو اس سے نفرت ہے [illegible] مرقومہ [illegible] اسد اللہ خاں غالب

ایضاً صاحب تمکو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں - شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے بھائی کا اس میں [illegible] دونوں خط [illegible] پھر جن میں شیشہ لیا [illegible] تھا اب یہاں [illegible] نہیں تھے پوچھا جب وہاں بھی ہر [illegible] ملتی ہو تو بہتر ورنہ نہیں میں سمجھا تھا کہ شاید وہاں [illegible] خیر اسکو جانے دو - روٹی ہی ملے جانے

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی تمہارا ساٹھ برس ہی کا ہونا ہے تمہارے بزرگوں میں [illegible] ہم تمہیں اپنے کا میر اتمہارا معاملہ یہ ہے کہ پچاس برس سے میں تمکو چاہتا ہوں اس سے آگے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو چالیس برس سے محبت کا ہونا لازم نہیں ہے اگر تمہیں چاہتا رہا ہم تمہیں چاہتے ہو وہ امر عام اور یہ امر خاص [illegible] مقتضی اسکا نہیں کہ تمہیں اپنے حقیقی بھائی [illegible] سے [illegible] وہ قرابت اور محبت کیا [illegible] ایسا اچھا سمجھو اور یہ بات میں چھوڑ جاؤں اور وہاں آ کر [illegible] بیٹھ رہوں [illegible] پھر وہی روداں [illegible] صبح کا [illegible] بہرکے روٹی شام کو شراب [illegible] جس دن ایک چیز پینے وقت [illegible] - واللہ [illegible] - [illegible] نہیں سکتا - دل [illegible] [illegible] آج ہم دونوں بھائی [illegible] تمہاری [illegible]

تمہارے بچے ہیں جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے تمہارا دعاگو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالی ایسا ہی ہوگا کہ تم جیتے رہو اور ہم دونوں تمہارے سامنے مرجائیں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دوگے تو چنے تو دوگے اگر چنے بھی نہ دوگے تو بات تو پوچھوگے تو میری بلا سے بموافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کی غم میں نہ الجھونگا۔ جناب والدہ ماجدہ تمہارے یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں آج سویرے وہاں پہنچتے ہیں سنو بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت سے ہیں کثرت اطبا صحبت احبا تنہائی ہے نہ ملول ہوگے حرف و حکایت میں مشغول رہوگے آؤ آؤ شتاب آؤ۔ بھائی مرزا علاؤالدین خاں کو کیا لکھوں جو وہاں تمہارے دل پر گذرتی ہے وہ یہاں میری نظر میں ہے خیر دعا مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ۔ بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر تواں گفت اختر نتواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہوگے۔ وکیل دربار اسد اللہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجوٹی کے اوپچے سر نہیں۔ راہ رکھوائی جاوے اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر یہ بھی سن لونگا والسلام مع الاکرام نجات کا طالب غالب چارشنبہ ۱ ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری

غزل ❖ غزل ❖

۱ میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی — تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

غیر کی مرگ کا غم کس لئے اے غیرت ماہ — ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی

تم ہو بت پھر تمہیں پندار خدائی کیوں ہے — تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

حسن میں حور سے بڑھکر نہیں ہونے کے کبھی — آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی

تیرے کوچہ کا ہے مائل دل مضطر میرا — کعبہ اک اور سہی قبلہ نما اور سہی

کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

مجکو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
زہر کچھ اور سہی آب بقا اور سہی

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

ایضاً برادر جان جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہاری تفریح طبع کیواسطی ایک غزل تم کو لکھ بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے احوال لکھتا ہوں سنو۔ میں دہلی کا لکھتا ہوں کل پنجشنبہ ۲۵ محرم کو اول روز مینہ بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا بہر حال دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی۔ سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجد تو ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کے ڈیوڑھیوں پر جھنڈیوں کے پرچم پھراتے ہیں۔ ایک شہر زور آور ریلوے پلٹن بندر پیدا ہوا ہی مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہی فیض اللہ خان بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام گھڑی کہتے ہیں انہیں سے ملا ہوا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ ریلوے بندر یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر۔ ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہی بلی ماروں کے محلہ میں ٹھہرا ہی بسبب ضرورت حکام شہر سے ملنا باقی گھر کا دروازہ بند کیے بیٹھا رہتا ہی گاہ گاہ سر شام و بیگاہ غالب علیشاہ درویش کے تکیہ آجاتا ہی اہل شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہی۔ اسکے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہی۔ کوئی کہتا ہی کہ کچھ باپ سے چھپ کر آیا ہی۔ میں جانتا ہوں کہ اسی سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہی۔ دیکھیے انجام کار کیا ہو۔ غالب علیشاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۸۶۵ء

ایضاً جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعای بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہی کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری خیر و عافیت

معلوم ہوئی۔ خدا انکو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں کا حال کیا لکھوں بقول
سعدی علیہ الرحمۃ ع نماند آب جز آب چشم دُرِّ یتیم ٭ شب و روز آگ برستی ہے یا خاک
نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اٹھتے ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں
شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں۔ عقل نے کہا کہ دیکھ نادان قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح
جل اٹھیگی اور کاغذ کو جلا دیگی بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے وہ
اور بھی جانگزا ہے خیر افضل سے قطع نظر ایک کودک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ
وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اسکا باپ بھی اُسکے ساتھ تھا میں نے
اس سے پوچھا کہ کیوں صاحب میں تمہارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا حضرت
آپ میرے دادا ہیں اور میں آپکا پوتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی
آغا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی میں نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت
میں تو آغا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلّی کی رعیت میں کیوں ملگئے
سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اسکی خوبی خو اور فرخی سیرت پر
نظر کرکے اسکو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اسکو بلا کیوں نہیں بھیجتے مگر بھائی
غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور انکی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔
علاؤالدین خاں جیسا ہوشمند بیٹا اور فرخ سیر جیسا انشور بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ وہ
عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ع

اگر دریافتے بر دانشت بوس	وگر غافل شدے افسوس افسوس

آج ۲۱ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی ہیں۔ دن گھٹنے
لگا۔ چاہیئے کہ تمھارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تمکو کیا لکھوں۔ تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی اظہارِ غم تکلف محض ہے۔ جو غم تمکو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بیدردی ہے یہ سانحہ عظیم ایسا ہے جسنے غمِ رحلت نوابِ مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دعائے مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے۔ جو تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا اسواسطے خط نہ لکھا اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں حق تعالیٰ تمکو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے تمہاری خوشی کا طالب غالب۔ ۱۵ نومبر ۱۸۶۲ع ٭

ایضاً اخ مکرم جناب اکرم کی خدمت میں بعد ادائے سلام مسنون ملتمس ہوں تمہارا شہر میں رہنا موجبِ تقویتِ دل تھا ؎ گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے ٭ بھائی ایک مدت سے رہا ہوں۔ کئی آدمی طیورِ آشیان گم کردہ کیطرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں انہیں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔ علائی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنیکے دن ہیں بارش شروع ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہیگا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیراک نہیں۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ تو خالی جہاز کہاں سے لاؤں ؎ اے ز فرصت بیخبر در ہرچہ باشی زود باش ٭ علائی کی دیدار کا طالب غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱ محرم ۱۲۸۱ ہجری

بنام مرزا علاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تمہارا خط پہنچا۔ مطالب دلنشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجکو حرف نہیں۔ کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ؎

دشمن بخیال خویش مستم داند / کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم زغلط فہمی مردم مردم / ای کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیوں سے بہر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جواہر خبردار میر سلام اخویں کو اور اُن کا سلام مجھکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں ٥

تاب لائے ہی بنے گی غالب / واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے / بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجۂ دیوان ہے مگر اسوقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اسواسطے لکھدیے گئے تمنے اشعار جدید مانگے خاطر تمھاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کو کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں۔ اُنپر فکر کرکے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھکر سات بیت کی ایک غزل تمکو بھیجتا ہوں بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں ٥

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے / غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے / تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلاوے / کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود / کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے
نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا / خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم / وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی / یقیں ہے ہمکو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

لو صاحب تمھارا فرمان قضا توامان بجالایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر یا جیتا

رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فزواں و دولت فزوں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل ❊

ایضاً مرزا روبرو یا از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخاں اور حسین علیخاں مع ۱۴ مرغ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی جیب اُنکے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب نے بوقت رخصت ایک کپڑ و شالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں آئے ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا اور وہاں سے لوہارو جاؤنگا میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں چلونگا آپ جہاں چھوڑ کے اُردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اوسکو تم نے فارسی لکھا اور فارسی بھی مقصد یہ نہیں کہ ایسکو اور اپنے بزرگ کو بھی بصیغۂ مفرد نہ لکھیں یہ وہی چھوٹی سے ہے بڑی سے کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤنگا تاکتبت فیہ کہکر کام کا مقدمہ نکال لونگا۔ میں نے تو چلتے وقت فرخ کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اسکی درستی کرا لاؤں جواب آیا کہ کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اِس امر کا ذکر کرتے تو میں اُنکے اور جعفر علیخاں کے نام عرضی یا خط لکھوا لاتا۔ بہرحال اب بھی قاصر نہ رہونگا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر غالب رکھ لیا ہے ❊

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء سے شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح افتاد ❊ خوبیاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند ❊ میاں پھر جاؤ تو والا پدرت ❊ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ❊ میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رامپور تھا اسباب سعادت ہوگئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے پھر لکھتا ہوں کہ

ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا۔ مزاج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ ۔

ایضاً جانِ جاناں ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تمکو پہنچا ہوگا آج میں علی صغر خاں بہادر کے گھر گیا اُنسے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدیں یہاں سے روپیہ بھیجدیا جائیگا۔ آج منگل ۲۰ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے ہیں پرسوں یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگے ۔

اوّل با آخر ہر منتہی در اکرام و عزت		آخر با نسبت تنہا نہی از مال و دولت

تو کمان گروہ کہا کر فارسی لکھا کر مجھ سے ہندی کی چندی ہوتی۔ ایک علیل حضور سے دینے کی بجا ایک علی اصغر خاں سے بیٹھی دونوں کل آئینگی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ نادی کی حد لے تھی قبہ پہ کی سراجلہ وہ جانیں فقط غالب

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم ازمہ صیام میری جان نئے مہمان کا قدم تمہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اسکی اور اسکے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمہاری طرز تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے۔ ثاقب اسکو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے واضح لکھو تا کہ شبہ رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا تمہارے خط کا جواب ایک تحفہ کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ تمہاری عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گو ایسا زبان آور۔ ایسا عجیب طرار۔ یوں عاجز و درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمہارا غم جدا۔ ساغر اوّل و درد کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیسا ہوا لیکر آئے کیا عقل لیکر آئے اور پھر سیح وش گوہر سے کسی شیوہ کی داد نہ پائے گویا انگلی فی تمہاری زبان سے کہتا ہے

با مہر خویش عمر درستہ زنگیار بہ ساند		آزار گاہ جہاں ساختست بچاپستی و رنج

بھائی ہم صرف میں بھی تیرا ہم طالع اور ہم سر ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں۔ مگر مجھے اپنے بیان کی قسم اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا اور آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اسمیں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر میں جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی جس شہر میں رہوں اُس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے

نہ بستاں سرائے نہ تماشا	نہ دستاں غزل سنج زیبا بہ بزم
نہ رقص پری پیکراں پیالہ	نہ غوغائے رامشگراں در بساط

خدا کا مقہور خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت میں گرفتار تمہارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اسکا نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعۂ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمہارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود دربدر بھیک مانگے وہ میں ہوں ؂

ایضاً چاشتگاہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۲ء آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا تمہارا خط اور مصری کی تھیلیا لیکر آ گئے میں اس کو لیکر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی۔ خانۂ دولت آباد۔ یہی کافی و وافی ہے اور اب حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا تمہارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانیوالا ہے میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھ دی مطالب خط کا جواب پھر دیا جائیگا کل بھیجوں گا۔ غالب ؂

ایضاً اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو مقصود ان سطور کی تحریر سے
یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُسکے چھپوانے پر
آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں۔
میں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیجدیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس
بہت ہونگے اگر اُنکا ایک پارسل بنا کر بیرنگ ڈاک بھیجدوگے یا آج کل میں کوئی ادھر آنیوالا ہو اُسکو
دیدوگے تو موجب میری خوشی کا ہوا اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے
تم بھی خوش ہوگے۔ بچوں کو دعا۔ غالب۔

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سنا ہے کہ لغات دساتیر کی فرہنگ تمہارے پاس
ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیجدیتے خیر ع آنچہ مادر کار داریم اکثرے درکار نیست
تم بمنزلہ نورس ہو اس نہال کے کہ جسنے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور میں ہوا خواہ
و سایہ نشین اس نہال کا رہا ہوں کیونکر تم مجکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وا دید اسکی دو صورتیں ہیں
تم دلی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو
جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے۔ سنو عالم دو ہیں ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل۔
حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب
دیتا ہے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہرچند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے
ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں رجب
سنہ ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کیواسطے یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے
واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈالدی۔ اور شہر دلی کو زندان مقرر
کیا اور مجھے اس زندان میں ڈالدیا فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد میں جیلخانہ سے بھاگا

تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایان کار مجھے کلکتے سے پکڑ لائے اور پھر اسی مجلس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے۔ دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار۔ ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخمدار۔ مشقت مقرری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یک قلم زائل ہو گئی۔ بے حیا ہوں سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رہائی دیکھئے کب صادر ہو۔ ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوا اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا

اے فرخ آں روز کہ از خانۂ زنداں بروم	سوئے شہر خود ازیں وادی ویراں بروم

کلکتے کے ستمگر کا ذکر [illegible] فارسی غزل اردو عرائض [illegible] غالب کی تحویل میں [illegible]

[illegible] تا سحر	ای رنج دیریں خراب تا سحر
[illegible]	آلودۂ خاک و آب تا سحر
[illegible]	واماندۂ خورد و خواب تا سحر
[illegible]	او در تب اضطراب تا سحر
[illegible]	دل در تعب عتاب تا سحر
[illegible]	[illegible] تا سحر

[illegible]

[illegible] تا سحر

[illegible]	[illegible]
آنچہ شب شمع گماں کردی روشنی بیتاب	[illegible] تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد ۔۔۔ کان خود از حیرتیان رخ نیکوی تو بود

بیک باد مبادا اینہمہ رسوائی دل ۔۔۔ کاخر از پردہ گیان شکن موی تو بود

مژدن و جان تمنائی شہادت دادن ۔۔۔ ہم ز اندیشۂ آزردن بازوی تو بود

دوست دارم گرہی را کہ بکارم زدہ اند ۔۔۔ کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروی تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روی تو بود

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے میں نشاں اور ۔۔۔ کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا ۔۔۔ ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا ۔۔۔ ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشاں اور

یا رب وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات ۔۔۔ دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے ۔۔۔ لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے ۔۔۔ جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے ۔۔۔ بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں ۔۔۔ بھولے سے اسنے سینکڑوں وعدے وفا کیے

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو ۔۔۔ دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے ۔۔۔ مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

کس روز ہمنہیں نہ تراشا کیے عدو ۔۔۔ کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے ۔

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے کل شام کو مخدوم و مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل از سند دولت لکھنؤ کو ناگاہ آ دوسرے فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمہارے نام لکھتا ہوں جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر یوں سمجھا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے بس نور چشمان راحت جان مرزا باقر علیخاں بہادر و مرزا حسین علیخاں بہادر جناب آغا صاحب کا قدمبوس بجا لائیں اور انکی خدمتگزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں بس ہاں مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنیے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتمعہ سہ سالہ یکمشت مل گیا۔ بعد ادائے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشندار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں اب یہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لی آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کر دو۔ اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب بہم [illegible] ایک محلسرا اور ایک دیوانخانہ ہو۔ نہ ملیں ناچار یہ چاہا کہ بلیماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں [illegible] تمہاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی کہ دو دڑا والی حویلی مجکو رہنے کو دی ہر چند [illegible] کہ محلسرا سے قریب ہے مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا ایک پاؤں میں [illegible] پاؤں رکاب میں توشہ نکاوہ حال گوشہ کی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۷ ذی الحجہ [illegible] جون [illegible]

پیر و مرشد تمہارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ ضیاء الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں انتقال
کیا پیر و مرشد میرا ارادہ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں اُنکو بلا اور مقدور پایا دل کو
علی حسین خاں بھی آیا اُس سے بھی ملا۔ میں نے اُنھیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ میاں صاحب بولے کہ
جب میں یہاں آیا تو لڑکی وہاں تھی تو ہے۔ اور اس سے علاوہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں یہ کچھ
کہا اتنا ہی جتنا تم اسکو چاہتے ہو تو بیٹھے گئے اور کچھ نہیں نکلا۔ اگر تم کو اچھا پایا آگے تم لوگوں
کے دلوں کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ پنجشنبہ دوم اگست بین الظہر والعصر

ایضاً چہارشنبہ ۵ ستمبر ۱۸۶۲ء پیر و مرشد۔ ملا (مولانا) اس وقت تمہارا خط پہنچا۔ اور
پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ کیا کہتا ہوں پہلے علاقہ کو کیا سنا۔ مجھکو کیل (وکیل) پاس
آنا ہے اور مجھکو گھر جانا ہے اور وہ پیدل ہو کے سفر کا اور فراہم ہیں ہو رہے کس طرح
بطریق وکیل مجھکو کچہری میں تمیز نہیں ہوں جسطرح آمد و رفت کا اسکے وجہ معاش مقرر کر دیے
ہیں اسطرح بہر حال سے ہے اُنکی معرفت سے ان فقیر سے دعا خیر اور مجھسے اصلاح نظم مطلوب
چاہوں کہ یہیں چاہوں آگرہ چاہوں لکھنؤ چاہوں لاہور ایک لڑکی کی فکر ہوں کیا کچھ
کرایہ کروں کچھ جی ہو تو اُسکو ہی ورنہ اپنے سر دوں اتنا کہ کیا ہیں یک کے ابیات چار
آدمی کہتا ہوں تم چار پانچ ہیں دو ساتھ لوں پانچ لاؤں اور اسے چار قد آیا کرونگا
لڑکوں کا حافظ لوہ رو کیا کرونگا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شہر کا ہی کہا ہم پہنچ سکتے
ہیں طاقت کہاں ہے لاؤں۔ روٹی کھانا تھا تو بہر کے اُن کا نہیں دو کہا میں کہ وہ بہت قریب ہے
جیسا چاہتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی کھڑی رہ کر ہو جی حال تمہارا ہے اگر چاہتا ہے دلی
اپنے تو مرشد زادہ کی شادی میں آیا تھا چاہتا ہوں کہ اب معلوم نہیں ہوں تمہارا اقبال تمہارا
کلام کو اصلاح دینا ہو اس سے پہلے کر تم سے ملاقات ہو چاہو تو جا جی کے اور تمہارا دیکھنے کو بہت جی

چاہیئے پیدا کیا اور عقرب قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر میں قصد کرو لگا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا
بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رامپور کیا نزدیک ہے جو وہاں گئے تو دو برس ہو گئے یہاں انحطاط و اضمحلال
روز افزوں نہ تم یہاں آسکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم بس اگر دسمبر میں میرا آخر عمل چل گیا بہتر
ہے ورنہ زندگی دیدار دگر ہیچ + غالب +

ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے ۔ برخوردار
علی حسین خان آیا مجھ سے ملا بھائی کا حال اس کی زبانی معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنا فضل کرے الولد سر لابیہ
تم اس کے مصداق کیوں نہ ہو خفقان مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن تمہاری خدمت میں حاضر
رہتا تھا اب کیوں [illegible] اس کو تشہیر سے بدو [illegible] اس کے پاس رہنے دو
شفیق مکرم مولوی [illegible] منشی [illegible] صاحب یہاں آئے مجھ سے ملے تمہارے چچا اور تمہارے
بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے ان کو [illegible] کی سیرت عطا کی ہے گویا ایک
خود قران السعدین ہیں تم [illegible] کہا تھا کلیات کی نقل [illegible] کی قیمت [illegible] لیویں گے
اب ان کو جو [illegible] آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشہورہ اخبار بھی قبول کی [illegible] میں
مجلد کے [illegible] میں [illegible] تم دو [illegible] ہمیں [illegible] مطبع [illegible] وہ اخبار [illegible] چاہیئیں [illegible]
حال کی [illegible] غالب [illegible] علی حسین خان کو دیدوں ۔ کہو لکھ بھیجوں ۔
اس نگارش کا حال جلد لکھو ۔ بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور استاد میر جان کے میر [illegible]
قدم لینا ۔ نجات کا طالب ۔ غالب ۔ پنجشنبہ ۱۴ جمادی الثانی سال غم مطابق
۱۸ دسمبر سال غضب کیا ہی تحریر گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن بہادر
ایضاً جمعہ [illegible] رجب [illegible] دسمبر ۔ میر جان تمہارا خط بھی آیا اور علی حسین خان نجم الدین بھی
تشریف لایا اگر سر نوشت آسمانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمہارا مل بیٹھنا [illegible]

تو زبانی کہہ سن لینگے۔ علم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک و مال و جان و تن و ننگ و نام کے مو میں آشفتہ و سرگرداں بلکہ عاجز و حیراں ہو دوسرے کو اس سے کیا لگا۔ ہائے نظیری ؎

باما جفا و ناخوشی باخود غرور و سرکشی ازما نۂ از خود نۂ آخر ازانِ کیستی

محل عقل و ہوش و دماغ سو تباہ۔ افیون کا محتاج ہونا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے۔ ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب۔ غالب ؛

ایضاً پنجشنبہ ۲۰ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھکر روانہ کرتا ہوں۔ رجب بیگ۔ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ۔ یہ نام و مہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہے۔ پس جب عید ہے اور روز سعید ہے تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہے ہے میں تو کہتا ہوں نہ آسکو اس ماہ مبارک میں امضائے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ برنشین کا گمان گزرے۔ دور کیوں جاؤ۔ ہولی کی دولہنڈی کا سماں تو ہار دمیں بندہ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسنِ اتفاق کیا یہ وہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ برنشین کا زمانہ باہم ہے حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہے کہ سہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں چند روز اور کشاکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں۔ تو سہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منالے اور خرسوار بضرب تازیانہ دوڑالے علاوہ الانجام واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے ارے ظالم اس کو سہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہے۔ الہام ہے۔ لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کسقدر مناسب مقام ہے۔ جبیبہ کا مقدم تمہیں مبارک ہو۔ تمہارا خط مجھے اُڑتا تھا بھیجا ہے میں کہتا تھا کہ ہوتی ہے یاریں جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے ؛

ایضاً میری جان۔ علائی ہمہ داں۔ اس فتح و خل مقتدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ لغات ساتیر تمہاری پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤں تمنے وساتیر مجھسے مانگی اسی صحیفہ مقدس کی قسم وہ میری پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے۔ حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیج دوگے تو مجھ پر احسان کروگے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کیساتھ اسکا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیج دیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں ماجور ہوتا۔ ارسال ہدایا پر حصول اجر کیوں مرتب ہو گیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ جس کے واسطے اسکے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عند اللہ مجھکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میر اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ۔

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو	میر	کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	حافظ	چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است	مولوی رومی	عاشقاں را مذہب و ملت جدا است

رات کو خوب مینہ برسا ہے جھکو تھم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے ابر تنک چھا رہا ہے یقین ہے کہ تمہاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کی روانہ لوہارو ہوں۔ کل مجھکو روانگی کی خبر تھی۔ یہ ارکا سعید ازلی ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا۔ خاص اسکی آسایش کیواسطے ہے۔ بر نظر سر راہ ہے وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ ادھر سے نکلا [illegible] محمد علی بیگ [illegible] کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائینگے۔ تیاری ہو رہی ہے۔ فقط

مرقومہ یکشنبہ یکم جون۔ وقت صبح ۶ بجے ۷ کے عمل میں۔ غالب

ایضاً یکشنبہ ۳۰ محرم سنہ ۱۲۷۹ھ مطابق ۲۲ جون سنہ ۱۸۶۲ء۔ میری جان مرزا علی حسین خاں آئے

اور مجھ سے ملے۔ میں نے خطوط رسالہ تمہاری کیفیت انکو دیئے۔ آپ تمہارے پاس پہنچا۔ انکو اختیار ہے
رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنکی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی
جواب پایا کہ ایک مہینہ کی رخصت لیکر آیا ہوں۔ بی بی بیمار ہے اُسکا استعلاج منظور ہے۔
میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نکروں بھلا یہ مبالغہ ہی سہی بلکہ بیشک تبلیغ و غلو ہے
لیکن قریب قریب اسکے یعنی جو چیز امکان سے باہر ہو انہیں تصور کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش
کی بھی حاجت نہو مگر سبب یہ کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری کیا ہوگی میرزا کی وضع و بدروش نہیں کہ پیوند
پیوند کا محتاج ہو کوئی اسکا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو ہر ہوا امور خانگی
یعنی بی بی اور اُسکے آبا و اخوان کے معاملات ... خلل مجھکو داخلت تم علی حسین خاں کو اس پیوند
کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسکا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اُسکے دادا کی اور اُنکی سسرال ایک
ہے یہ ذریعہ فخر ہے اسکو اور اسکے طفیل سے تمکو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھکو بنگلا قرابت کے حصہ میں بھی
آجائے تو کچھ بعید نہیں ہرچند تمہارا یہ کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس خسرو خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں
مجھکو غزالہ ہے کہاں خسر خسروان لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ خسر سسر کو کہتے ہیں
صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسر بمعنے پدر زن
کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی و العربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی
فارسی میں پدر زن بلکہ خسرا کہتے ہیں۔ عربی میں جسطرح بھی نقصان متصرف ہے شاید سسر کا
اسم جامد بھی فی الحقیقت سسر کی تفریس یا تعریب ہو۔ بہرحال بر سبیل استہزا ہی بلکہ بطریق استفسار
و استعلام یہ کہتا ہوں جو تمہیں معلوم ہو بلکہ اگر میر نصیر الدین سے تو معلوم کر کے مجھکو لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز نامہ
اُس دہقان کے رہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہوا اور اب لڑکے اور نہ مینہ سے مضطر و حیران ہے
علی حسین خاں آگئے ہیں۔ علی حسین خاں تمہیں اچھے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب

ایضاً میر انشی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی گہاجنی جب وہ پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر
کیوں لگایا مگر کیجیے بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا خواہی نخواہی امتثال کرنا پڑا
اور شاید یوں ہی ہو کچھ مادہ باقی ہو بہرحال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے **قطعہ**

بسکہ فعّالِ ما یرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

چوک جسکو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا

شہر دہلی کا ذرّہ ذرّہ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا

کوئی واں سے نہ آسکے یہاں تک
آدمی واں نہ جاسکے یہاں کا

میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا

گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغہائے پنہاں کا

گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا

اسطرح کے وصال سے غالب
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضاً یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علائی۔ خدا کی دُہائی۔ نہ میں ویسا ہونگا جیسا تم سمجھے ہو
اور نہ تم ایسے لکھے پڑھے ہو یعنی حق تعالیٰ اقبال تراش نہ دیا ہوگا جیسا مرزا علی حسین خاں بہادر
کو [illegible] ہر آنچہ ہستم دانند وہ جانتے ہیں میرا انتظار اور میرے
آنے کا تقریب شادی پر مدار رکھنا کس شے سے انہیں ظنون کا جس سے تمہارے چچا کو گمان
ہے مجھ پر چتون کا۔ جاگیردار میں نہ تھا کہ ایک جاگیردار مجھکو بلاتا گویا میں نہ تھا کہ اپنا ساز
و سامان لیکر چلا جاتا۔ وہ جانے جا کر شادی کماؤں اور پھر اُس فصل میں کہ دُنیا کرۂ نار ہو
اور دوبارہ بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے [illegible]

میرن جان صاحب نے تمھارا خط مجھکو دکھایا ہے میں نے اُن کو جانے نہ جانے میں متردد پایا ہے جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام حسن خاں اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمھاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کردونگا۔ حق سبحانہ تعالےٰ ان دونوں صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجھکو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دل کی بستگی پر محمول نہ کرو مجھکو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ ہاہاہا

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مرجائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجھکو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہوگیا حق التصنیف کی ایک جلد میرے پاس آگئی وہ تمھارے غم نادار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جن کا میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیجدوں کیونکر آئیں روپیہ کی تدبیر میں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدوں۔ تمھارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے جہاں تردد ہو غلطنامہ ملحقہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو اگر قلمی ہے تو وہ بہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ بھول سے لیا اور اسکو پھاڑ ڈالو آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ بجے تمھارا خط آیا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھنے بیٹھا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے تمھارا خط آ کر دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہے۔

ایضاً

میاں تم میری ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو احبا سے مرسوم و معمول ہیں خیر تمھارا حکم بجا لایا غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش و تصور سے سوا

مند دل کی۔ اِس ہجومِ امراضِ جسمانی اور آلامِ روحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر قدم دمِ نزع ہے دل غم سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا۔ مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں اور نجات کا طالب ہوں کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمہاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہے مشرح اور مفصل لکھو فقط نجات کا طالب۔ غالب ✣

ایضاً میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے ہشمی کو بہ تکلف اسکا مصحف کیوں ٹھہراؤ یہ میدان بہت فراخ ہے۔ خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بے کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو وسواس دل سے دور کرو۔ رہرو ایک اچھا تخلص ہے رہرو اسکی تجنیس موجود ہے۔ شیون ایک تنہا تخلص اچھا ہے مگر سنو اسکی تصحیف ہے۔ تمہارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گزر چکا ہے۔ ہاں نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لائق کہلاؤ اگر لکھو کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے مولانا شائق بنجاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت سنو نسیمی تخلص خاصی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیون یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں انمیں سے ایک تخلص قرار دو میرے نزدیک سب سے بہتر تمہارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن کی فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی سوید تخلص تیار ہے اگر یہ پسند آئے تو یہ رکھو۔ والدعا۔ صبح یکشنبہ ۱۲ مئی سنہ ۱۸۶۱ء نجات کا طالب۔ غالب ✣

ایضاً صاحب بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے۔ مقدمہ تنخواہ جیسا چاہیے تھا ویسا بنا اسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علت مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ

کہ یزداں پرستی کنند ٭ بر آواز دولاب مستی کنند ٭ خدا مبارک کرے ۔ ٭ ۔ غالب ٭ ۔

ایضاً ۔ صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء ۔ صاحب پرسوں تمہارا خط آیا ۔ کل جمعہ کے دن اُنیسواں مسہل تھا ۔ اُنکے وہاں سے آیا ۔ چونکہ جو بیں کھربت قائم تھیں بہت بیچین تر ہے آٹھ دس دست آئے ۔ آخر روز مزاج بحال ہو گیا تنقیہ اچھا ہوا ۔ اب بفضل الٰہی اچھے ہیں ۔ یقین ہے کہ مرض عود نہ کرے ۔ دلی کی اقامت کی مدت اپنی والد کی رائے پر رہنے دو ۔ بقدر مناسب وقت عزم خیر خواہانہ کچھ نہ کہوں گا ضرور یا بارہا میں تم سے زیادہ اُنکا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور سہنا سپارش کا دشمن ہے ۔ مغلچوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کرونگا ۔ ہاں اگر خود مجھ سے پوچھینگے یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہونگا ع بُریدہ باد زبانیکہ ناسزا گوید ٭ بُرا تنا اگر یہ دونوں بھائی یا اُن میں سے ایک شفیق ہو گیا ۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جاوے لیکن تم کچھ نہیں سکتے بھیجنے کے ششنے کا اگر بیٹ لکھتے ہو ۔ غالب ٭

ایضاً ۔ میرزا علائی بیٹے میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہیں جمع ہو جائیں ۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا ۔ جھگڑا ان کی طرف سے ہے تم اسکو یوں چکاؤ یعنی اگر اُن کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری منظور ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری دعا قبول فرمائیں ۔ صاحبین کی رائے کا اختلاف مشہور ہے ۔ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا ۔ مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھوں ۔ آج دو لکھا نہیں دو چار دن کے بعد لکھوں گا تم بھی تو کچھ لکھو حسین مرزا و باقر علی بیگ و میرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی محمد ... کی جناب میں مجھکو منظور اور غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو ع ازین غم گیر و بقربانی کہ شکر ... ٭ ورنے دم از رو ہی نوازش دو سہ مرا ٭

غزل

جز نقش غم ز بادہ نبود دست کام ما — گوئی چراغ روز بیاد است جام ما

در خلوت عشق گر بتو دیا در آگہ — صرصر بجا کہ راہ رساند پیام ما

ای باد صبح عطر ستاں از پیرہن یار — تسکین ز بوی گل نہ پذیرد مشام ما

ہر بار دانہ ہمہ گشت گیم و مور — آید بدام و دانہ نیاید ز دام ما

گفتی چو حال دل شنود مہرباں شود — مشکل کہ پیش دوست تواں برد نام ما

از یار ما پیام و ہم از ما بما سلام — ہیچ دل بسا د پیام و سلام ما

مقصود ما ز دہر آئینہ ہستی است — یارب کہ ہیچ دوست مباد ابکام ما

غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق — ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایضاً میاں چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچکر وہ بے سعی و تلاش ہاتھہ آگئی ہوا کیجی۔ لڑکوں سے۔ نادانوں نے۔ سب نے مجھسے سن لیا کہ یہ تو چیا الٹے گھائے واسطے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تمنے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کتنی جستجو کی کہیں بہم نہ پہونچی۔ دنس بھیجنے میں مول کو نہ لی۔ نواب صاحب سے مانگی۔ توشہ خانہ میں بھی نہ تھی۔ ایک امیر کے ہاں پتہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا بھیجی [illegible] لو تو انہوں میں ہماری تمہاری بڑی۔ جو اُنکے کی فرصت کہاں۔ آج ہی کل چلدیا۔ اس بات کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح ہو الیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اسکے اخوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلوا سوہان کھلایا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۶ شعبان ۱۳ جنوری ❊

ایضاً جان غالب۔ دو خط متواتر تمہارے پہنچے مثنوی پہونچی ہیں۔ جو شعر آپکے کلام میں مضامین حقیقت آگیں ہیں لیکن داماں نگہ تنگ و گریباں گل ... اس زمین میں جو سلف اُس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ❊

در بزمِ وصال تو بہنگام تماشا — نظارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

یہ اپنا شعر ... کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمھارا باپ بدگماں ہے یعنے مجھکو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھکر سناؤ

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی — بدست مرگ و لے بدتر از گمانِ تو نیست

مجھے کفن و دفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ شکر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھوا لو اور تم اِس زمین میں چند شعر لکھکر بھیجدو۔ میں اصلاح دیکر بھیجدونگا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں **غزل**

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست — در امرِ خاص حجت دستورِ عام چیست
مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازاں پُرست — گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام — داند کہ حور و کوثر و دارالسلام چیست
ما خستۂ غمیم و بود مے دوائے ما — با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست
از کاسۂ کرام نصیب است خاک را — تا از فلک نصیبۂ کاسِ کرام چیست
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت — پرسد چرا کہ نرخِ مئے لعل فام چیست

ایضاً لو صاحب وہ مرزا حبیب بیگ مر گئے تمھیں تعزیت آپ نے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے کل اُنکی چھٹی ہو گئی آپ شریک نہ ہوئے امراؤ سے زہرہ دیدار بیگم صبح ہیں میاں خدا جانے کسطرح یہ چار سطریں تجھکو لکھی ہیں۔ شہاب الدین خاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اُسکی عوض میں مر جاؤں اللہ اسکو جیتا رکھے اسکا داغ مجھکو نہ دکھاوے یا یہ اسکو اسکی اولاد کے سر پر سلامت رکھے۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر میر خلیفہ اول ہے تم خلیفۂ ثانی ہو ہمکو غم میں پیر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک آل ہے اور ایک ثانی ہے شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم سخنور ہو گئے حسن طبع خدا داد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو۔ ہم تاریخی کیوں نہ نکالو کہ مجھ پیر غم زدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاء الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا نام تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ نہ جیا مجکو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر سے میرا ممدوح جیتا نہیں نصیر الدین حیدر اور امجد علیشاہ ایک ایک قصیدہ میں چلا بسے۔ واجد علیشاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جسکی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب دہائی خدا کی میں نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا حق تعالیٰ تمکو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے سنو صاحب حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمہاری قوم کا ہے قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی عزت اور نام آوری حکام کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم بھی جانتے ہو مگر یہ بات کہیں [illegible] سے کو گمنام و ذلیل سمجھے ہو تمکو یقین نہ آئیگا [illegible] ہیں دلی میں رہتا ہوں [illegible] لوگ ایسے ہیں کہ محلہ [illegible] بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھتے ہیں حکام کے خطوط فارسی و انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام [illegible] میرا نام [illegible] خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا اگر میں تمہارے [illegible] تو نہیں ہوں کہ جناب محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا [illegible] لکھا میرا نام لکھدیا کیجیے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ [illegible]

ایضاً میری جان ناسازیِ روزگار نے بطیِ اطوار و بطوِ طرق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار دود آتش ہزار بار اور یہ ایک دریائے ناپیداکنار و قنا ربنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میر شہاب الدین خاں بچگیا۔ امراضِ مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ لو [illegible] خون۔ زحیر۔ تپ۔ صداع۔ بارے اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے۔ ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کہاں سے قوی تھے کہ اب انکو ضعف کہا جائے ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا کہنے لگا ہائے بڑھاپا۔ اِدھر اُدھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے۔ والسلام غالب مستہام۔

ایضاً لو صاحب پرسوں تمہارا خط آیا۔ اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب انسے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں تو تب سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہوں۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گٹھڑی بھیجی تھی وہ پھیری آئی۔ اس مراد سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گٹھڑی کی نہ سوار کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب تک وہ گٹھڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے۔ جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہونگے اور منشی حسن امداد مجھکو اطلاع دینگے تو میں فوراً چلدونگا۔ پابرکاب بیٹھا ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے کل انہوں نے جو پچھلے دن کھانا کھایا تھا ہضم نہ ہو گیا تھا تو متواتر دست [illegible] عرض [illegible] کہتے تھے کہ آج [illegible] کی۔ آپانچ بجے ۱۳ [illegible] اور نہیں سمجھتا تھا کہ ایک بات [illegible] لوہارو کی [illegible] نے ہار اپیام کہا گیا کہ غلام حسن خاں [illegible] بھائی [illegible] منشی [illegible] حسن خاں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] الکتب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور اگر بھائی [illegible] ہاتھ پاؤں [illegible] تو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

۱۲ جون [illegible] ۱۸۶۰ [illegible] غالب۔

ایضاً - شنبہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۲ء - علائی مولائی غالب کو اپنا دعا گو اور خیر خواہ تصور کریں مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالب نظم میں لائیں اور نہ اوروں کو اس امر منکر کی تکلیف دیں بھائی ہجو یزید پلید لعین منجملہ عبادات ہے ہی لیکن تقریباً کہدیتے ہیں کہ بر یزید لعنت کسی مومن نے اوسکی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا ابداع مادہ ہائے تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا مثاب ثم ہو چکے ماجور ہو گے ان شاء اللہ اب پنجو بدنام اور کیسکو ٹکوں اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہے تو محکم کرو علی بخش خان مرحوم مجھسے چار برس چھوٹا تھا میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں اگلے رجب کے مہینے سے تہتروان برس شروع ہوا ہے اُنے ۶۶ برس کی عمر پائی نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میو صاحب سے ملے اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں انہیں شامل رہا ہوں بے ادبی ہوتی ہے ورنہ اگر قبا و پیرہن اوتار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم ہیں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی انکو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گے یہ سنکر آپنے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہے خدایش بیامرزاد و بدیں دروغہائے بے نمک نگیراد - غالب

ایضاً یکشنبہ ۹ فروری ۱۸۶۳ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تمکو خط لکھا اُسی وقت بھیجدیا پہر دن چڑھے سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا - گیا آیا خود اُنسے حال پوچھا - علی محمد بیگ کی زبانی معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھے کہ تمھے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو گے میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے - غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہیں - تنہائی ہوائے شمشاد درست ہے

رموز مملکت خویش خسرواں دانند		گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں کار رفتہ و درماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہوں کہ خسر لغت فارسی نہیں سسرے کی تعریف ہے خسر پیدا ہو تو کیا عجب ہے تم سے اسکی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل ہے وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہے اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خان آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آ سکتے ہیں نہ میں جا سکتا ہوں نصیب دشمناں وہ لنگڑے ہیں میں لولا۔ انکے پاؤں کا حال مفصل تمکو معلوم ہوگا جونکیں لگیں کیا ہوا کہاں تک نوبت پہنچی۔ میری حقیقت سنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائیں پاؤں میں ورم کف پا سے پشت پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آ پاس۔ کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اٹھا روٹی کھانے محلسرا نہ گیا۔ کھانا یہیں منگا لیا۔ پیشاب کو کیونکر نہ اٹھوں حاجتی رکھ لی۔ بغیر اوکڑوں بیٹھے بات نہیں بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو سہی یہ سب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغاز فتق غیر علیہ یا مستزاد ع پیری و صد عیب چنین گفتہ اند۔ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ع اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے۔ آمد مرگ ناگہاں کہاں ہے۔ اسباب و آثار سب فراہم ہیں ہائے الٰہی بخش خان مغفور کا کیا مصرع ہے ع آہ جی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں۔ زائدہ بیفائدہ مرگ کا طالب۔ غالب۔ جمعہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع۔

ایضاً ولیعہدی میں شاہی ہو مبارک۔ عنایات الٰہی ہو مبارک۔ اس امر فرخ و ہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اسکے اخفا میں مبالغہ حمقانیت۔ تم اپنی زبان پر نہ لاؤ۔ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دفعہ ہوا مگر مدت معینہ کے بعد اور پھر چاک کا آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہوجانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں جسقدر خفت غنیمت ہے۔ میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تمنے لکھا

تمہارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا۔ میں سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے رُوبرو لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ
سیاہ کرنا پڑے اتنا یا بات موجز و مختصر لکھتا ہوں۔ سنو بھائی اگر ان خطوط کا تم کو اخفا منظور ہو
شہرت تمہارے منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر انکے تلف ہونیکا اندیشہ ہے تو میرے
دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی متصدی سے نقل اُترواکر چھاپنے کیلئے ہاتھ۔ جاب بسبیل پارسل
ارسال کرو۔ لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آکر عطائے تو بلقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا
کہ یہ امر میرے مخالف مقصود ہے۔ بھلا صاحب ڈرتا ہوں میں تمہیں ادھر خط پڑھا اُدھر جواب لکھکر ڈاک میں بھیجا
تمہارا خط رہنے دیا ہے۔ جیسا کا شمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔

ایضاً میرجان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا فصل اچھی ہو گئی
اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقیع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچی۔ حضرت ... سجادہ کا یہاں پتہ
نہیں ورنہ وہ بھی عزیز تر رکھتا۔ اس سے بڑھکر یہ بھائی ... استاد میرجان پہنچ گئے۔
اواخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں نیر رخشاں کو بھی ...۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر
آبان ماہ و آذر ماہ سے کیا غرض ؎

بسے تیر و دہ ماہ و اردی بہشت ✠ برآید کہ ما خاک باشیم و خشت

اُستاد میرجان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی ان کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے
ہیں دعا اور اس رُو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں
کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ سید ہیں درود
اور موافق مضمون اس مصرعہ کے ؎ سوائے اللہ واللہ باقی الوجود۔ سجود ...
حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی احمق نے شرفنامہ میں سے کچھ لغات اکثر غلط کچھ صحیح
جمع کئے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اُس کے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ ... کا حال کھلے۔

باایں ہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُنسے کہدونگا اگر وہ لا دینگے تو اُن کو قیمت دیکر علائی مولائی کو بھیجدونگا۔ خصّی بکروں کے گوشت کے قلیے۔ دو پیازے۔ پلاؤ کباب جو کچھ تم کھاتے ہو۔ مجکو خدا کی قسم اگر اُسکا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تمکو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصوّر کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہونگے تو یہاں میں رشک سے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالبؔ۔ شنبہ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً ۔ خاک ہستم و تو باد بہار ✤ نہ توانی مرا زجا بُردن ✤ ہاں نسیمی زمن چہ میخواہی ✤ رحمتِ خویشتن چہ میخواہی ✤ خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے۔ تمنے مجھکو تہنیت دی تو مبارک۔ اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب۔ للہ الحمد۔ للہ الشکر۔ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہار راندہ اُٹھ نہیں سکتا۔ ڈاک گھر تک جاے کون اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدّہ ماجدہ اور تمھارے عم عالیمقدار سے کہہ چکا ہوں خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں مجھ سے لیلو کہ بغیر اسکے یہ بوجھ متحمل ہو نہیں سکتا۔ اُنھوں نے بھی شرط ان لوگوں کی لوہارو جانیکی ہے خواہش کو قبول کیا۔ میر[illegible] پنشن اگر کھلجائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اُکھڑا چلدیا

؎ تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست ✤ غالبؔ۔ دوشنبہ ۲۳ محرم سنہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۳۰ اگست سنہ ۱۸۵۸ء

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادۂ حمق مجھے انتظار رہا بلکہ امیدوار رہا اب جو بسیط حمق کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں ایک شکوہ کے دفعہ میں طوطی نامہ کے برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجّہ بیان کرو گے مگر اس تصوّر کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی جی سے لکھوانا پھوپھی صاحبہ سے لکھوانا۔ غالبؔ سے لکھوانا بعد حصولِ اجازت نہ آنا۔ اسکے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میاں کچھ ان باب میں لکھو۔ جیتے رہو اور دودو۔

ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک بچوں کو میری دعا کہنا - اور انکی خیر و عافیت لکھنا
اُستاد میر جان صاحب کو سلام - مرزا تو جب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامۂ انجمن کا
حال بیان کرو - نجات کا طالب غالب - چہار شنبہ ۲۳ نومبر ۱۸۶۷ء

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ ستمبر ۱۸۶۳ء - جانا عالیشانا پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین خاں
مجلد کلیات فارسی پہنچی - حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۸ محصول ڈاک قالب انطباع میں آکر
پانچ روپیہ قیمت اور ۸ محصول قرار پائے - خیر جہاں سو وہاں سوا سے - میرا حال تمھیں اور تمھارا حال
مجھے معلوم ہے - ع - اینہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر - ایک چٹھی میں شاید لکھوں - نومبر سنہ حال
میں قسط تمھارے پاس پہنچ جائیں گے - ان شاء اللہ العلی العظیم میں بچا تھا نہ مرا - اچھا ہو چلا
عوارض میں تخفیف ہے - طاقت آ چلی ہے - مختصر مفید ہے ع در نامہ خبر این مصرع شاعر
چہ نویسم ہائے وائے زہجر و ہی دیدار دگر ہیچ - نجات کا طالب - غالب

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ - اے میری جان مثنوی ابر گہربار کو لینی فکر تا نہ تھی کہ
میں تجکو بھیجتا - کلیات میں موجود ہے - معہذا شہاب الدین خاں نے بھیجی ہے مکرر کیا بھیجتا
تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو - اگر مشاقی طبع تحریر کو بسبب از جا رفتہ دیکھا کرتے تو
فریقین کی کتب مسودہ کہاں سے موجود ہوتیں افسوس کہ میں نے بے ناطقی ہے کتاب جانا کہ ایک سہو طبیعت
تھا - میرا اعتراض تو غلط محض پر ہے افسوس شیوں ایک کیوں ہو جائے یہاں تک اطوار مجھ سے
باوجود قرب مخفی اور تم پر باایں ہمہ بُعد آشکار - دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور - روپیہ
آگیا دل سے نکلا - مخزن سے نکلا - ہاتھ سے نہیں نکلا - جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول
لیجائیگی اور یہ گند کٹ جائیگا - تب ترساں ترساں پیشگاہ نادری میں تمھارے یہاں کے
آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا - میں ان دنوں مردود بھی ہوں - والسلام

صبحدم با ابو البشر گفتم — پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے — خاطرِ رنگیں عزیز تر داری
گفت حیف ست از تو خواہشِ زر — کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنجدانِ سخن حوالۂ تست — خود بہ بیں تا چہ ای پسر داری
پیشِ من زر کجاست جانِ پدر — بیز ہی ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند پیمانی — زر ز من میطلبی اگر داری
سر ز نبیلِ آن عمرِ عیار — کز رہِ عیاریش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگوی — کہ ہمیں مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بود است — چہ فرو ریختم و چہ بر داری

ایضاً - یکم جنوری ۱۸۶۳ء - علائی مولائی کو غالب طالع لکی دعا - بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خاں کی معرفت طے ہو گیا - یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کرنے کا خیال - بتوسط دوسرا جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا لیے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں نہ پندرہ مانگتے ہیں نہ دس - اللہ بس ما سوا ہوس - بھائی ضیاء الدین صاحب بھائی کے دوست دلی میں آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنتا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں - بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے رات کو بجے پر وقت مر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون - تمہارے چچا امداد آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں میں نہ جا سکا - تجہیز و تکفین ان کی طرف سے عمل میں آئی - بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیج دونگا - شفیق میرجان صاحب کو سلام مع الاکرام - نجات کا طالب غالب

ایضاً - صبح شنبہ ۳ مئی ۱۸۶۳ء - لاموجود الا اللہ - اس خدا کی قسم جسکو میں اپنا مانا ہوا اور اسکے سوا کسی کو موجود نہیں جانتا ہوں کہ خطوط کا ارسال کم کر کے یہ لکھنا از راہ ملال نہ تھا - طالب ذوق شست پاکر

میں متوقف ہو گیا۔ متوسط ایک جاہل آدمی اور بلا ایک کتب کا سوداگر ہم اپنا نفع نقصان سونچیگا۔ لاگت بیت کو
جانچیگا۔ میں متوسط کو فہیم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا ۳۰ تو ایک جگہ سے لیکر اُنکو
بھیجے اُسکی رسید میں تقریباً اُنھوں نے طلب تھات بتکلف سوداگر لکھو اور اُس سوداگر کو متفق و مخبر لکھا
شاید اُن تک لیکر کہیں گیا ہو گا۔ یہ ۳۲ لفافے اور ۳۴ خط بدستور میرے بکس میں موجود محفوظ رہیں گے
اگر متوسط بمقتضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلیں بس لیکر اصل تمکو بھیجدونگا ورنہ تمھارے ہی بھیجے ہوئے
کاغذ تمکو پہنچ جائینگے۔ میاں ان خطوط کے ارسال میں شبہ مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے وہ جانہ میں
کیا تھا۔ بھلا میں تو پیرِ خرف ہوں اور پیرِ خرف کو نسیان لازم ہے۔ تمنے کیا سمجھکر کپڑا لپیٹ کر
اور مہتمم کرکے بھیجا۔ خطوط پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا۔ اگر منشی بہاری لعل میرا اور
شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجھکو ڈنڈ دینا تھا ۵ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ غالب

ایضاً ۵ بدست مرگ ز بدتر از گمان تو نیست ۞ مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے
نہیں رکھا۔ مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کونسی رباعیاں مانگتے ہیں۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج
قصیدہ بھیج۔ معنے اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے اگے تو مقرر بھیجیگا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔
توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کی چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند کی قسم۔ پاژند کی قسم
اُستا کی قسم۔ گرو کی قسم گرنتھ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات
کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں ۵ برہمانیم کہ ہستیم وہمان خواہد بود ۞ جب میں دس پندرہ
جلدیں منگا لونگا ایک بھائی کو اور ایک تمکو ارمغان بھیجونگا اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ
میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اُسکا منشی نولکشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگا لیں تیر
بہر حال دو جلدیں جسوقت ہوگا بھیجدونگا۔ ۱۱ جون ۱۸۶۲ء۔ نجات کا طالب غالب ۞

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں

پہنچا ہوگا آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا بھائی ضیاء الدینخاں اور بھائی شہاب الدینخاں بھی وہیں تھے۔
مولوی صدرالدین بھی سامنے آئے حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی انہوں نے نسخہ لکھدیا ہے سوا اُسکے
موافق جوب بنگلی ہیں نقوع کی دوائیں آج آکر بھیگینگی کل جوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائیگا مگر انداز و ادا سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہواخواہوں کی رائے میں قصد اس علاج کا تذبذب ہے
نسخہ کی حقیقت کو میزانِ نظر میں تول رہے ہیں استاد میرجان صاحب تمہارے بقول مرزا اسد بیگ بھی تھے سب طرح
خیریت ہے۔ کل تمہارے خط میں دو بار لکھا دیکھا کہ دلی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہونگے۔ اے میری جان
یہ وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم پیدا ہوئے ہو وہ دلی نہیں ہے جسمیں تمنے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جسمیں
تم شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے۔ وہ دلی نہیں ہے جسمیں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں
وہ دلی نہیں ہے جسمیں اکیاون برس سے مقیم ہوں۔ ایک کیمپ ہے مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ
باقی سراسر ہنود معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔
اناث میں سے جو پیرزن ہیں وہ کٹنیاں اور جوان ہیں کسبیاں۔ امرائے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علیخاں
بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ دار بنکر نامراد مر گیا۔
میر ناصر الدین باپ کیطرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کیطرف سے امیر زادہ مظلوم مارا گیا۔
آغا سلطان بخشی محمد علیخان کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہوچکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجام کار
مر گیا۔ تمھارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ احیا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جسکا بڑا بھائی
مقتولوں میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو ملگیا ہے
مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہوجائے۔ بڑے صاحب ساری املاک بیچکر نوش جان کرکے بیک بینی
و دوگوش بھرتپور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کی پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگزاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی
تباہ خراب لاہور گیا۔ وہاں پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڑھ

اور بلبلۂ افق تنگ۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے کی ریاست مٹ گئی۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی کیوں پایا جائے۔ جو حکما کا حال ہے وہ بیان واقعی ہے۔ صلحا اور زہاد کی بابت جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اس کو بھی سچ جانو۔ بنی والدہ ماجد کیلیے ... خاطر جمع رکھو۔ سحر آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ادویات کے بعد بالکل اچھی ہو جائینگی اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھی ہیں۔ عافیت کا طالب۔ غالب

ایضاً اجی مولانا علائی تم نے تو بعد دو مہینے تک کی اجازت دے چکے اور میں خبر تراشی نہیں کرتا۔ مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاء الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتے سے ایک دو مہینے تک تم کو رخصت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آؤ۔ خدا نے دعا۔ خداوند نے استدعا قبول کی۔ تمہارے طرف سے سست قدمی اور دل شکنی کی کیا وجہ۔ اگر حالی کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز تمہارے بلائے ہوئے اور مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب۔ مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں۔ شنبہ۔ ۷ ستمبر ۱۸۶۳ء۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً میاں دعا علی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کیمپ میں گئے ہو تو میری سوال کے بڑھ جانیکا حال لکھو ضمناً ذکر ایک ... کا لکھا جاتا ہے جو تم نے ہم کو برے صفات لکھے ہیں سب سچ ہیں۔ احمق خبیث النفس حاسد طبیعت بری سمجھ بری۔ قسمت بری۔ ایک بار میں نے کسی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایکبار بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا۔ میں نے جو تمہیں اس کی بابت لکھا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے اپنے سائیس سے کہدیا ہے اور چاہتے ہو کہ اسکو بازار میں بے حرمت کریں۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ قصد کرنا بیہودہ ... ان کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور کرو کہ ہمارا کام آدمی اس محلے میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں

ایضاً مولانا علائی۔ واللہ علی حسین خاں کا بیان بمقتضای محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب ... کوئی ... کہ ما ہم نفس سیر شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور بس۔ جی کہتا نہ گھبرائے خفقان [illegible]

منشی نولکشور سواری ڈاک گاڑی لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں - آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں ساٹھ یا باسٹھ روپے یعنی ماہانہ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے - توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اگر تالیف ٹکٹ ہیں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں غرض جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں مقصود اس سے یہ تھا کہ امسال بسبیل ہنڈوی بھیجوا ہے - خیر اب جس طرح ہوگا حصار پر ہنڈوی ہو کر تمکو بھیجدونگا - تم حصار پہنچکر روپیہ منگوا لیجیو خدا چاہے تو دسمبر میں روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائیگا - استاد میر جان صاحب کے قدمبوس ہو کر مجکو فرعون بننا پڑا دوہائی خدا کی ایسا نہ کرونگا میرا سلام یا دعا انکو کہدینا - پرسوں مولوی صدرالدین خاں صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں اپاہج ہوں جا نہیں سکتا جو انکو دیکھ آتا ہیں سے انکا حال پوچھا جاتا ہے - دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں - کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو -

ایضاً آج بدھ کا دن ۷ رمضان کو پہر دن چڑھے جس وقت کہ میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط اور شہاب الدین خاں کا خط معاً لایا مضمون دونوں کا ایک - واہ کیا مضمون ان دونوں میں کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہیں ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا - سبحان اللہ میں نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ نثنی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے میاں سبکو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں لوگوں کے مادے دیئے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ دریغ دیوانہ نکالا پھر انہیں سے آپکے عدد گھٹائے تمام دوپہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تمہارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سال پیدا ہو بڑھاؤں بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمہاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہے پانچ شعر میں تین شعر زائد دو صحیح

لیکن میں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا برا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے تامل سے سمجھ میں آتا ہے اور شاید صحیح عزیز بچہ دیکھنے کے قابل نہو

قطعہ

درگریہ اگر عدوئے چشمے ماکرد	بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما
ناچار بگریم شب و روز کہ زین سیل	باشد کہ نبرد کالبد آب و گل از ما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد بر آورد غم جان گسل از ما
یحییٰ شد و از شعلۂ سوز غم ہجرش	چون شمع دود دود متصل از ما
نجم ویدہ نسیمی پئے تاریخ وفاتش	بنوشت کہ داغ پسر خست دل از ما

ما کے عدد ۹۱ ۔ دل کے ۳۴ ۔ ما میں سے دل گیا گویا ۹۱ میں سے ۳۴ گئے باقی رہے ستاون داغ پسر پر بڑھا ۱۲۸۴ بچے سے آگئے

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک نہ پیام بھیجا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سر بستہ غلط لکھنا تجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں منجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان و حرز جان ہے اشعار تازہ مانگتے ہو کہاں سے لاؤں عاشقانہ اشعار سے مجکو وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹئی کرتا تھا خلعت پاتا تھا خلعت موقوف بھٹئی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھا پہلوان کشتی سے رہ گیا ہے پیچ بتا دیتا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں۔ یاد کرنا اور حرف واقع سمجھنا۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا اگر میسر ہے تو موقوف ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اردو کا دیوان میرٹھ سے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو۔ مرقومہ روز دوشنبہ ۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱ء غالب

ایضاً صاحب میرا برادر عالیقدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے ارشدی عقلا اعادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے مادہ ہم اسکی دوا لگا کچھ پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آیندہ جو کچھ لکھوگے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی مرزا شمشاد علی جنکا ذکر تم نے لکھا ہے صاحب ہونگے اگر ہمنام ہیں

مجھ سے کچھ ذکر کرینگے تو بھلی کہونگا۔ آپکی عمر عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کے بیٹھے بیٹھے ہزارہا سودائیاں و خیالات و کلمات
ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ جسطرح میں تنہا ہوں سودائی ہوں اور ہم
ہوں اور لوگ بھی اسیطرح بخاراتِ مراقی میں گرفتار ہونگے قیاس مع الفارق ہے تخیل صادق۔ یہاں لاموجود الا اللہ
کی بادۂ ناب کا رطلِ گران چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و لوز و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں کہاں غیر کہاں غیر کو نقش غیر
سوائے اللہ و اللہ ما فی الوجود۔ ضیمران بروزنِ زعفران لغت عربی ہے نہ معرب یہ نہیں کہہ سکتا کہ پھول میں شامل
میں ہوتا ہے یا نہیں اسکی تحقیقات از روئے الفاظ الادویہ ممکن ہے آج اسنے چلا لیا۔ بس بہت آئے مواد خوب اخراج
ہوا فارسی غیر فصیح امروز فلانے مسہل گرفت وہ بہت آمدند مواد خوب آمد۔ فارسی فصیح امروز فلانے نگاہ دارو دیے
مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار تیراہ رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادہ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت
معلوم رہے کہ لوطیوں کے منطق میں حصہ اور اہلِ پارس کے روز مرہ میں نشستن استعارہ ہے ریدن کا چنانچہ ایک
تذکرہ میں مرقوم ہے کہ اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ میں کی مرزا صائب اور اس عصر کے شعرا
جمع ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اکول تھا مگر معدہ اسکا ضعیف تھا
حرص و شرہ کی سبب سے بہت کھا جاتا تھا ہضم نکر سکتا تھا کھا کھا شراب پی پی کر دروازہ باغ کو مقفل کر کے سب چلے گئے
اس مردِ اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ نگہ بھرا نہ ایک جگہ بلکہ کبھی بیچ کیاریوں میں اور کبھی روش پر کبھی
اس خشت کے نیچے کبھی اس دیوار کی جڑ میں قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار کود کر چلا گیا
صبح کو جب جاگے اسکو ادھر ادھر ڈھونڈھا کہیں نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ کہیں نہ کہیں نظر آیا مرزا صائب نے ہنس کر
فرمایا یاران شما را چہ افتادہ است کہ میگوئید فلانے در باغ نیست می بینم کہ تخمہ در ہمہ جا باغ چند جا نشستہ است
جمعہ ۵ رمضان ۷ رماہ سال رستاخیز۔ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا ہوں ہے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی رباعی

ای کردہ بہ مہرِ زر فشانی تعلیم
پیدا ز کلاہِ گوشہ کردہ دیہیم
یاد است تو فرخندہ زیزدانِ کریم
پروانگیِ جدید اقطاعِ قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوفِ گنہ نہ دعویٔ صبر ہے میرا مذہب بخلافِ عقیدۂ قدریہ جبر ہے تم نے میاں جی گری کی
بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہیں اس اجمال کی توضیح
اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اسکی دادی بھی گھبرائی مجھکو خلوتخانہ کا دروازہ
غرب رویہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یاد تھا جب تمہارے پاؤں میں چوٹ لگی ہے تو میں نے یہی دروازہ تمکو بتایا
تھا یہ سمجھکر خلوتخانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈولی لونڈی اصیل کا چھن تیلن تنبولن کہاری
سقنی ستہاری ان فرقوں کا ممر دروازہ رہیگا میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوانخانہ میں سے رہیگی بھیا ذرا
وہ لوگ دیوانخانہ میں سے آئیں جائیں جو بیٹھے ہیں انکو ہر وقت چھپا چھپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار جسکو تم بھی
اور بھائی خوب جانتے ہیں اب تمہاری پھوپی نے انکو وفادار بیگم بنا دیا ہے باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائینگی مگر
خلیق و ملنسار ہیں جسقدر چاہتیں باتیں کرتی پھرتی ہیں جب محل سے نکلینگی ممکن نہیں کہ اطراف شہر کی
تک نہ نکلیں ممکن نہیں کہ دروازہ کی سپاہیوں سے باتیں نہ کریں ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی کو بیچا کر
نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ پھول تمہاری چچا کے بیٹے کی تاک کے ہیں۔ شرح تمہاری چچا کے بیٹے کی کیا تعریف کروں
ہے بھیجے ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس سہ دری کو
اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لئے ہرگز کافی نہ جانا سو ایک بہتر اور ڈھونڈا اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس رہ
سکتی تھی حرکت ترقی بالفعل آفت ٹل گئی ہے چپ ہو رہا اگر تمہاری خاطر عاطر جمع ہے کہ اسباب جستہ جستہ
وخطرات رہے سے کیا ... کو سیلاب ... شروع ہو گئی ہے لڑکا ڈرتا ہے تو بی بی گھبرا اٹھیں
ہے تہ میں بے آرام ہوں کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر مریخ پیش نظر۔ دو گھڑی رات
رہے سے زہرہ جلوہ گر۔ ادھر چاند منہ پر آیا ادھر مشرق سے زہرہ نکلی صبوحی کا لطف روشنی کا عالم۔ ۲۶ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۲ع

ایضاً صبح شنبہ نہم محرم ۱۲۷۹ھ میاں غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے
خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمہاری کشش کے مجذوب ہیں تو خود سالک ہیں کہاں صاحبزادہ

رضوان سو اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپکا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا
اثنا عشری الگ تم ہو تو ہمیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ مبشرہ کی دلویت پیدا رہی۔ باپ تمہارا خلاف قاعدہ اہل سنت
جماعت عشرہ میں سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکہ زیادہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ بہتر ہے خانصاحب کے باب
میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب بہاروسے انکا ارادہ کدھر کا ہے۔ رضوان کو دعا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت
اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو۔ میر جی سے جب پوچھتا ہوں تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے
اور میں پوچھتا ہوں کسکا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو تو یوسف علیخاں
بیٹھے ہیں ہر سنگہ موجود ہے واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں میرا شیوہ حفظ الغیب ہے
غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔ ہاں صاحب آپ ایسے ہی صنعدار ہیں اسمیں کیا ریب ہے۔ ۞

ایضاً جان عالیشانا خط پہنچا۔ خط اٹھا۔ تمہاری شگفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں قبائل کہیں
والی شہر ناساز گار انجام کار ناپائدار۔ ایک دل اور سو آزار۔ اللہ تمہارا یاور۔ علی تمہارا مددگار میں پا در رکاب بلکہ
نعل در آتش کیجاؤں اور خرخرہ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا
روہیلا پھوڑے پھنسی میں مبتلا ہے خدا اسکو صحت دے شمشاد علی بیگ کہاں الو پہنچا اور اسطرح گیا کہ
شہاب الدینخاں سے ملکر بھی نہ گیا خیر ع رموز مصلحت ملک خویش خسرواں دانند ۞ یہاں جشن کے وہ سامان
ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے
وہاں خیام برپا تھے پرسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اترے
کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑی تجمل سے آغا پور
تشریف لے گئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہنکر آئے۔ وزیر علی خاں خانساماں خواصی میں
سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصے میں دو ہزار روپیہ سے کم نثار ہوا ہوگا آج صاحبان عالیشان
کی دعوت ہے تین شام کا کھانا یہیں کھائینگے روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی

طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے - کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبانِ عالیشان کے کل جائینگے کوئی کہتا ہے پرسوں رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں - قد - رنگ شکل - شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدینخاں عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت - حلیم و خلیق باذل - کریم - متواضع - متشرع - متورع - شعر فہم - سینکڑوں - شعر یاد - نظم کیطرف توجہ نہیں نثر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالی - طباطبائی کی طرز پر رہتے ہیں - شگفتہ جبین ایسے کہ انکو دیکھنے سے غم کوسوں بھاگ جائے - فصیح بیان ایسے کہ انکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب میں آئے اللہم دام اقبالہ وزاد جلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا بھائی صاحب کیخدمت میں بعد رسائی رکاب گوئی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تمکو معلوم ہوئی ہو وہ مجھکو لکھنا - ۲۰ دسمبر ۱۸۶۵ع کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں - کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے -

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ع - میری جان سُن پنجشنبہ جمعہ ہفتہ دن - اتوار گیارہ ایک قطرہ پر بہر دن مینہ نہیں تھا - اس وقت شدت سے برس رہا ہے - انگیٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس رکھ لئے ہیں دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا - کیا کروں تمہارے خط کا جواب ضرور تو سنتے جاؤ - مرزا شمشاد علی بیگ کو تمہارا خط پڑھوا دیا انہوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی معیت پر کیا موقوف ہے مجھے آج سواری ملجائے کل چل نکلوں - میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر ہوجائے بس بچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک نئی زمین نکالی میں نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ ہے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ÷ پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے ÷ مقطع یہ ہے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ÷ کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ÷

اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھکر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کرکے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتے پھرتے ہیں مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی الو کے - جب شاعر کی زندگی میں گانیوالے شاعر کے کلام کو مسخ کردیں

تو کیا بعید ہی کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک ملا نا مغربی کا ہی اور وہ شعر جو میں نے
تمکو لکھا ہی اور یہ شعر جو اب لکھتا ہوں ع دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار * گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد
یہ دو نوں شعر قدسی کے ہیں - مغربی قدما اور عرفا میں ہی جیسا عراقی - انکا کلام دقایق و حقایق تصوف سے
لبریز قدسی شاہجہانی شعرا میں صاحب و کلیم کا ہمعصر اور ہمچشم - انکا کلام شور انگیز - ان بزرگوں کی طرز
روش میں زمین و آسمان کا فرق - بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر متھرا داس سے
قرض لیا - اودھر درباری مل کو مارا - ادھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تمسک مہری موجود
شہد لگا چاٹو - نہ مول نہ سود اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل میرے پھوپھی کے سر - یا ابہم کبھی خان نے
کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا - کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیجدیا اب میں اور باسٹھ روپے اٹھ آنے کلکٹری
کے سو روپے رامپور کے - قرض دینے والا ایک میر مختار کار وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے مول میں قسط اسکو دینی پڑے
انکم ٹکس جدا - چوکیدار جدا - سود جدا - مول جدا - بی بی جدا - بچے جدا - شاگرد پیشہ جدا - آمد وہی ایکسو باسٹھ
تنگ آ گیا - گذارا مشکل ہو گیا - روزمرہ کا کام بند رہنے لگا - سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجایش نکالوں
قہر درویش بر جان درویش - صبح کی تبرید متروک - چاشت کا گوشت آدھا - رات کی شراب گلاب موقوف
بیس بائیس روپیہ مہینا بچا - روزمرہ کا خرچ چلا یا - یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کبتک نہ پیوگے کہا گیا کہ
جبتک وہ نہ پلاوینگے پوچھا کہ نہ پیوگے تو کسطرح جیوگے جواب دیا کہ جسطرح وہ جلاوینگے - بارے مہینا پورا نہیں
گذرا تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آ گیا قرض متفرق ادا ہو گیا متفرق ہا خیر رہو صبح کی تبرید
رات کی شراب جاری ہو گئی - گوشت پورا آنے لگا چونکہ تمہا ر ے صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی پوچھی تھی انکو
یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ع اے بیخبر از لذت شرب مدام ما * دیکھا ہمکو لوں بنانے
ہیں دیکھیے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور مسایل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسایل حیض
و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہی اور عرفا کے کلام سے تصوف حقیقت و وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور ہے

مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کذاب کو نبوت میں خاتم النبیین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو تو مسلمونکو ابو الائمہ کا ہمسر جانتے ہیں وہ ورنہ اُن لوگوں کیواسطے ہی ہیں جو موحد خالص اور مومن کامل ہوں۔ زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ۔ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفترض الطاعۃ تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام ہے بریں زیستم ہم برین بگذرم ہاں ایک بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں اگر مجھکو دوزخ میں ڈالینگے تو میرا جلانا مقصود نہوگا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اسمیں جلیں سنو مولویصاحب اگر ہٹ دھرمی نکرونگے اور کتمان حق کو گناہ جانتے ہوگے تو البتہ تمکو یاد ہوگا اور کہوگے کہ ہاں یاد ہے جن روزوں تم علاؤ الدینخان کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تمنے ایکدن غریب کو وہیں طمانچے مارے ہیں نوابامین الدینخان ان دنوں لوہارو میں ہیں۔ علاؤ الدینخاں کی والدہ نے تمکو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم باچشم پرآب میرے پاس آئے میں نے تمسے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تمنے بیجا کیا آیندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب یہ مکتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے موعظت کرنے کے قابل ہوئے تم نے اپنے فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ اس کی کا دفتر حافظ کے دیوان سے ہے وہ چند سے چند ہی مجموعہ شعر جداگانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں ہے

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را	مع	تا بنگری صفاے مے لعل فام را
شراب ناب خور و روے مہ جبینان بین	مع	خلاف مذہب آنان جمال اینان بین

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست	نان حلال شیخ ز آب حرام ما
ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد	کاشفتہ گشت طرۂ دستار مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں محلسرا کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھ گیا چھتیں ٹپک رہی ہیں تمھاری پھوپھی کہتی ہیں ہائے دبی ہائے مری- دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے میں مرنے سے نہیں ڈرتا فقدان راحت سے گھبرا گیا ہوں چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے- مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثنائے مرمت میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھکو وہ حویلی جسمیں میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے بالاخانہ مع دالان زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوا دو برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں آ رہینگے تمھارے والد کے ایثار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ایک یہ مروت کا احسان میرے پایان عمر میں اور بھی سہی- غالب-

ایضاً چہار شنبہ ۱۰ مئی سنہ ۱۸۶۶ء بقول عوام ایسی ایکدن صبح کا وقت- میری جان غالب کثیر المطالب کی کہانی سن- میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں کسی امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ اس امر کا مطابق اس ابتدا کے نہایت پذیر ہوگا یہاں اختلاف طبایع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش ابتدا خبر سے بیگانہ شرط جزا سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین خاں مع قبائل آئینگے دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اسکے نتائج کے دیکھونگا پرسوں آخر جمادی الاول یا مئی گیا اثنائے اختلاط و انبساط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤ الدین خاں کب آئینگے جواب ملا کہ قصہ تو طے ہو گیا ہاں وہ تو روپیہ میں نے دیکھی ہی نہیں نے کہا تو اب چاہیئے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید ابھی نہ آویں معلوم ہوا کہ خیر ٹھکانا لگا چاہا ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا وہ لکھکر بھیجوں پرسوں تو شام ہو گئی کل بلغا کے پیر ہونیوالوں نے دم بھی نہ دیا اسپر طرہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ بھائی مستسقی شفا کی ہیں ایک ضرور آپڑا کہ گزارش عالی سنے تمھارے ترشح بنان میں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو- اگر میرا صلبی بیٹا اس طرح

تقریظ کا ہونا تو میں اسکو اپنا یار وفادار و ذریعہ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط تمہارا کونسا خط آیا کہ اسکا جواب نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے لکھے کہ اب تم آتے ہو باقی گفت و شنید ہو جائیگی تافتہ نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھکو توطیہ تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا اور یہ آغاز نگارش بیان سے ہوتا۔ یا اللہ۔ اسد اللہ الغالب ؎

	با من از جہل معارض شد نا منفعلے	کہ گرش ہجو کنم این بودش مدح عظیم	

یہ رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو تافتہ نے تمکو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس رسالہ سے میرا مدعا یہ ہے کہ اسکے معاینہ کے وقت اس کتاب کی وہ لطیف عبارت پڑھو اور میری اپنی قرابت و نسبت پر عدیدہ پر نظر کرو بیگانہ وار دیکھو اور از روی انصاف حکم بتاؤ نے حیف و میل اسنے جو مجھے گالیاں دی ہیں اسپر غصہ کرو نہ لطیفانہ عبارت کی شدت اطناب مخل کی صورت سوال بگر جواب دیگران باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت ہو تو مناظرہ کرکے ان مراتب کو الگ الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیجدو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب سے ان ہفوات کا خاکہ اڑا رہا ہے میر رخشان نے اسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو اور یہ امر مبہم کہ جو تمہارے والد کی تقریر سے دلنشین نہیں ہوا یعنی یہ قصہ چکہ جانا اور دلی آنا اسکا ماجرا مفصل و مشرح لکھو دن، تاریخ۔ اپنا نام آغاز (۱) میں لکھ آیا ہوں اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط۔

ایضاً میاں میں تمہارے باپ کا تابع تمہارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار مگر ابھی اٹھا ہوں اپنی کوٹھڑی میں بیٹھا میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا چہرہ جو تمہارے لیئے ہے میر مہدی حسین نے بھیجا دیئے اور باقی ان چہرہ عیان مطبع جمع ہو لیں تو وہ اوراق بھی منگا دونگا۔ غالب

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان ۱۰ فروری وقت نماز ظہر میر جعفر سیمرغ نہری مولانا اعلائی کی خاطر نشان و تشفی کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے میں گیا اور ملا علی حسین خان کو بھی دیکھا تو دیکھا دیکھے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے۔ میں گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ یہ تحریر کو تمہارا خط پایا۔ دو گھڑی

لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس راہ سے کہ ضد صحت ہے مکروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں۔ میں تو بھول گیا تھا۔ ایک بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایکدن ناگاہ یہ حالت طاری ہوگئی تھی وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی یہ فنون نہ تھے تنقیہ بلغم کے فوراً اور باسہال بعد چند روز عمل میں آیا۔ اب بسن کہولت استعمال افیون مزید علیہ گو وہ جلد متواتر ہوا اضطراب از راہ محبت ہے از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں۔ نظیری میں بکتا حکیم امام الدینخان وہ ٹونک۔ حکیم غلام نجف خان وہ دوست قدیم صادق الولا حکیم بقا کی خاندان میں کئی وصاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک ہوجائینگے اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے ہاں دوا ایک اکثر باعتبار ہمقومی حکام ہوا کوئی ایک آدھ بید منتروی اور گمنام۔ بہرحال خاطر جمع رکھو۔ خدا کی فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھسے سپارش کرو۔ امین الدینخان کی کیا میری پہلو میں دل یا تیرے دلمیں ایمان جب تک محبت بھی کہتی ہیں بقدر پرپشہ و سر مو بھی نہیں معالجہ حکما کی راہ پر رہیگا۔ ندیمی اور غمخوار میں اگر قصور کروں تو گنہگار۔ میاں ایسی موقع میں برے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے۔ مرض تشخص۔ دوا معین سوء مزاج سادج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائی تنقیہ کے کوئی تدبیر سونچیگا۔ تنقیہ میں سوائے منضجات بلغم اور کچھ نہ تجویز نکریگا۔ تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے اسما و آیات شفا بخش مقرر ہیں رد سحر و دفع بلا انکی ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور عزائم خوانوں نے یہ تو ٹھہرادی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بناتے ہیں تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کریگا بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جبتک خاص وہاں انکا قصد نکرے کبھی کوئی وہاں نجائے یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز بالخیر تمہا بسلامت نجات کا طالب۔ غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ❖

ایضاً اقبال نشان والا شان صدر و عزیز تر از جان مرزا علاؤ الدینخان کو دعا ہے درویشانہ غالب دلوا پہنچے۔ رسالہ نگارش تمکو یاد ہوگا۔ میں نے دلستان فارسی کا تمکو جانشین و خلیفہ قرار دیکر ایک سجل لکھدیا ہے

اب جسکا حال کم نہیں سب کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی نہیں شاید بارہ مہینے جنکو ایک برس کہتے ہیں آخر ہیوں - ورنہ دو چار مہینے یا پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے یعنی ثبات حواس ہیں اپنے دستخط سے یہ رقعہ تمکو لکھدیتا ہوں کہ فنِ اردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجھکو جانتے تھے ویسا تمکو جانیں اور جسطرح مجھکو مانتے تھے تمکو مانیں کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقیٰ وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ھ ہجری - ۲۱ جون ۱۸۶۸ء مقام دہلی ۔

بنام مرزا امیر الدین احمد خان المدعو بہ فرخ مرزا

ای مردمِ چشمِ جہاں بینِ غالب - پہلو القاب کے معنے سمجھ لو یعنی چشمِ جہاں بینِ غالب کی پتلی جہاں بین تمہارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر اور پتلی تم - آج میں نے تمہارا خط دیکھا - مجھکو بہت پسند آیا - اُستادِ کامل ہونیکی باوصف تمنے کمال حاصل کیا - آفریں صد آفریں - میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تمکو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے - میاں تمہارے دادا نواب امین الدین خاں بہادر ہیں تو تمہارا دلدادہ ہوں - خبردار جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو - والدعا - دیدار کا طالب - غالب ۔

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفریں - ہزار آفریں - تاریخ سے لے قرادیا - خدا جانے وہ خرمہرہ کس کہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ۔ تاریخ دیکھی اسکی تعریف کے خرمے کھا بیٹھینگے - اسکی تعریف کریگا کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو - وہ بھی قصد لیکر آیا ہے ابھی خرمے لیکر آوے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ اگر بفرضِ محال تم یونہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کہینگے - تازہ سے بہتر - بارد سے بہتر ۔

ایضاً میاں عجیب اتفاق ہے میں نہ تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم قدم رنجہ فرماسکتے ہو تم سمجھو کہاں مگر دوسرا بچہ ہے

لاحول ولا قوۃ یہ تعطیل کے دن کیا خوش گزرے یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا حسن لینا ہو اور سچ کہتا ہوں خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا۔ اسد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خان صاحب

خان صاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خان صاحب کو غالب دردمند کا سلام پہنچے دیکھیے میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں حامل ہذا المکتوب پنڈت جی ہزارین میرا خط لیکر حاضر ہوتے ہیں یہ بزرگ نواب احمد بخش خان کی سرکار میں نائب صاحب عالی رتبہ عہدہ ہائے جلیلہ رکھتے تھے اب یہ وقت آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پٹیالے آئے ہیں آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے کوئی منصب کوئی عہدہ دلواؤ تو میں سمجھوں گا کہ تم نے مجھ کو نوکر رکھوا دیا اور تمہارا احسانمند ہوں گا نجات کا طالب غالب ۱۳ شوال ۱۲۸۰ ہجری

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور چشم و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خان کو غالب نیم جان کی دعا۔ تم سے رخصت ہو کر تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ میرٹھ ہوا موسم اچھا تھا گرمی گزر گئی تھی جاڑا ابھی چمکا نہ تھا عالم اعتدال پر تھا سایہ و چشمہ جا بجا آرام سے میرٹھ پہنچا۔ نواب صاحب جان عالم تقاضائے آلو؟ سلامت حسن اخلاق میں نواب ... دیرا بلکہ بعض شیوہ و روش ... پسندیدہ کی غلط کا مخصوص تعلیم ... علی بخش خان ... کو تیس ہزار روپیہ سالانہ ... سرکاری بخشیدیا مفصل حالات ... نواب عبد اللطیف ... زبانی کہیں گے ... حسب ... فقیر آیا ... دنیا ... کا نہیں خوش تھا میرا تمہیں جیسی صفات ... بیان کرتا ہوں ... تم سے سوا ... تم کیا دیتے ہو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اسکو اپنا فخر و شرف جانتا علم و عقل و حلم و صفا و سداد و حلم کے جامع تورع و زہد و تقویٰ کے حاوی علم اخلاق میں حکمائے روحانی ... سے ... کھینچ ... اب مجھے ... تمہاری ... عطا کرے اور دولت و اقبال تمہارا روز افزوں کرے۔ انشاء اللہ کہ میں خواہد تو نوبت غالب ❋

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام کل صبح مسودہ بابو جیندلال صاحب کے ہاتھ بھیجا گیا یقین ہے کہ آپکی نظر سے گزرا ہوگا اور آپ مسودہ کے نقل کرنے پر متوجہ ہوئے ہونگے جلدی نہیں ہے آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیئے جب صاف ہو جائیگا مجھکو دکھا دیجیگا میں اپنی مہر کر کے ڈاک میں بھجوا دونگا ابھی ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ کہتے تھے کہ کل لاٹ صاحب آئینگے اور پرسوں شملے کو تشریف لیجائینگے بطریق اطلاع لکھا ہے مقصود یہ نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل آپ بدست خود ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے راقم اسد اللہ خان غالب ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۶۹ء

ایضاً کیوں صاحب ہمسے ایسے خفا ہو گئے کہ آنا بھی چھوڑ دیا خیر میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائیگا تو وہ گناہ میرا مجھپر ظاہر کرو تاکہ میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچا ہے اور یہ تمہارا دوست ہے رہتک میں تمنے اسی کو نوکر رکھوا دیا تھا خیر وہاں کی صورت بگڑ گئی اب یہ غریب تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ ہے تم دستگیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اسکا نقش ہستی صفحۂ دہر سے مٹ جائیگا والسلام عنایت کا طالب۔ غالب

ایضاً فرزند ارجمند اقبال مند بابو ہیرا پیارے لال صاحب کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے لاہور پہنچکر تمنے مجھکو خط نہ بھیجا اسکی میں کچھ بھی شکایت کروں بیجا ہے تم نہیں جانتے کہ مجھکو تمسے کتنی محبت ہے میں تمہارا عاشق ہوں کیونکہ عاشق ہے صورت کے تم اچھی سیرت کے تم اچھی شیوہ و روش کے تم اچھی خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور یہ تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو اس قوم اور اس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو خدا تمکو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے میاں تمکو یاد ہے کہ میں نے تمکو سابق میں اس سے نور چشم مرزا ابو علیخان کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے اختلال حواس کا حال تم جانتے ہو خدا جانے اسوقت کس خیال میں تھا اور کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا تھا وہ سہل انگاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ سب گفتار میری مختصر یعنی مرزا ابو علیخان عزیز بیگ خان بہادر مرحوم کے بیٹے قوم کے شاعر بھی بہت اچھے ہیں شعر خوب کہتے ہیں صاحب استعداد ہیں علم انکو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل میں ہیں ترقی کے قابل ہیں نور چشم میر نصیر الدین کو بھی میری طرف سے دعا کہنا

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ صاحب کو بعد دعائے دوام عمر و دولت معلوم ہو خط تمہارا پہنچا خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی تمنے جو مجھکو لکھا ہے اسکے حصول میں جو کوشش لازم ہے وہ میں کر چکا ہوں کہ جسمیں کسی طرح کی کوتاہی نہیں پھر کیا کروں دلی جو تمنے بھیجے تھے وہ اور پچیس روپئے اور منگا لیے تھے پانچ پانچ چار چار روپئے

روپیہ قطعے مول لیے اور دیے - خرید میں پیسہ جدا اپنے دور نیبوں میں روپیہ جدا لگا گئے - دو ڈھائی بار اس حکیم صاحب کے پاس
کئی بار جاکر حضور والا کا قطعہ لایا - اب وہ ڈر رہا ہے - ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے
یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آجاوے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو
یکجا کرکے تمھارے پاس بھیجے گا - مدد میں بھی اُسکی کر رہا ہوں لیکن اُسنے بڑی مشقت کی
آفرین صد آفرین - [illegible] ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا - اور ماں کو عاجز
کرکے اُس سے بہت سا روپیہ لیے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُسکا حسن
خدمت تم پر ظاہر ہوگا - کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی - بہت دن
ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا - والدعا - اسد اللہ -

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈہ کی تحصیلداری
مبارک ہو - پیپلی سے نوح آئے - نوح سے بلب گڈہ گئے اب بلب گڈہ سے دلی آؤ گے
انشاء اللہ - سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے
علاقہ تحصیلداری میں بصیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں - ان کے والد ماجد میرے
پچاس برس کے دوست ہیں - میں انکو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں اس صورت میں
حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے - لازم ہے کہ اُنسے یکدل و یکرنگ رہو -
اور انکے مددگار رہتے رہو - سرکار سے یہ عہدہ بصیغہ دوام ہے - تمکو کوئی بات پیش
کرنی نہ ہوگی - صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے - سرکار کی خاطر نشان
رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے - ۲ر فروری سنہ ۶۲ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نور چشم غالب ... منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے - تمھارا خط مرقومہ ۱۱ جنوری پہنچا - دورہ کا سفر

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہیں۔ سال بھر پڑھائے جاؤ۔ جب لڑکا شُدوبُد سے آگاہ ہوجائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہوجاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجایش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمھاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار میں اِس باب میں بابو صاحب سے نہ کہوں گا اور نہ یہ خط تمھارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق اُلجھو کیوں۔ اِس اُلجھنے سے فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو۔ کہ رحم گر نہ کند مدعی خُدا بکند۔ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم چھوڑ گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۲۴ جنوری ۱۸۶۵ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہمین تاثیر دُعای غالب خستہ حال عُمر و دولت و اقبال فزوں ہو۔ منشی من بھاون لال تمھارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس بسر و جاہ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمھارے تنہا اور بے مربّی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا اُن کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً برخوردار بہاری لال کو جو تم سے جو محبت ہے اسکے دو سبب ہیں ایک تو یہ تمھارے خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں۔ خوش خو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے تمھاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر میں تمھاری طبع کی روانی اور تمھاری قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تمکو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے تقلید و انشا پردازوں کے تمھاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو املا کی غلطی

بلکہ با اجل زائل ہو جائے۔ مگر ہماری لال اِس اونہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوامِ صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہہ دانشمند ستودہ خو بڑے امیر نامور ہونے والا اور مراتبِ عالی کو پہنچنے والا ہے۔ اِسکی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی ترقی ہونیوالی ہے

بیا دامانِ صاحب دولتے گیر	کہ مرد از صاحب دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبانِ روزگار ہیں نکوخوے اور نیکوکردار ہیں۔ میر فخر الدین آزادہ منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں تم چاروں شخص پیکرِ صدق و صفا و مہر و وفا کے چار عنصر ہو جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دلشاد اور اکمل المطابع کو با رونق اور آباد رکھے۔ غالب

۷ جون ۱۸۶۸ء

خاتمہ کتاب اُردوئے معلّیٰ ریختۂ کلکِ بلاغت تماشخندانِ بےمثال معنی سنج نازکخیال شاعرِ نغز گوئے دلاویز بیاں ناثرِ جادو طراز شیریں بیاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیانِ شاہدِ دلفریبِ سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگانِ حسنِ معانی ہر دم اِسکے خواستگار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوعِ طبائعِ ناظرینِ خردپیشہ اور پسندِ خواطرِ شائقینِ درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظرانِ دیدہ ور جنکی آنکھیں شبستانِ معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں مشاہدۂ پیکرانِ بہارستان سے تسلی نہیں پاتے۔ اور گلچینانِ نکتہ پرور جنکے دماغ میں گلستانِ سخن کی بو بھر جاتی ہے۔ ریاحینِ باغِ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیرِ اعظمِ سپہرِ سخنوری و ماہِ منیرِ آسمانِ معنی گستری شہسوارِ عرصۂ نکتہ دانی یکہ تازِ میدانِ جادو بیانی فرمانروائے کشورِ نازک خیالی

زینت افزائے اوراقِ بے مثال ناشر شرفی رفعت۔ شاعرِ شعری رتبت چمن آرائے گلستانِ فصاحت۔ حدیقہ پیرائے خیابانِ بلاغت۔ فروغِ بزمِ آفرینش۔ نورِ دیدۂ بینش۔ استادِ یگانہ مسلّم الثبوت زمانہ۔ رشکِ عرفی و غیرتِ طالب جنابِ استادی **نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب** کی زبانِ معجز بیان پر آیا ہو اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینۂ بے نظیر و مجموعۂ دلپذیر جسکا ہر حرف باعثِ نظارت چشمِ نظارگیاں اور ہر لفظ سبب تازگیٔ دیدۂ مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریائے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزارِ ہمیشہ بہارِ رنگین بیانی کہنا چاہیئے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند اندازِ رسایش گردنِ معانی شکار۔ شیرینیٔ ادا پر ادائے شیریں لباں نثار۔ غور کیجیئے کہ فراہم آنا اس نسخۂ بے بدل کا۔ اور طبع ہونا اس کتابِ بے مثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطفِ ارزانی و شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکہ شکرِ فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں اے سالکِ اندوہگیں کیسا شکریہ کیا کلام ہے
اے بے خبر گریہ و ہنگام ماتمِ عام ہے ؎

باید چو شمع در دلِ شبہا گریستن
سرگرم بودن از تہِ دل با گریستن

تا سبزہ زار جسم مرا تا گزیستن
تا خوشگوار چشم مرا تا گریستن

بایست اگر تراوشِ سرچشمۂ حیات
با یاد عمرِ خضر و مسیحا گزیستن

مسوّدہ نامہ ہائے دلاویز تمام و کمال تشریفِ طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہر ستمگر نے بتاریخ ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ہجری بنائے حیات جنابِ مغفور و مرحوم کو ہلاک کیا ہے۔ آفتابِ علم و کمال نے رخِ حسرت دکھایا۔ ماہتابِ فضل و ہنر کو صدمۂ کسوف میں پھنسایا ؎

اس ستمگار سے کوئی پوچھے	ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

نہ سوجھا کہ عالم میں تاریکی چھائیگی۔ زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار ہوں گے مگر

نیش عقرب نہ از پئے کیں است	مقتضائے طبیعتش این است

اپنی عادت سے ناچار ہے۔ دشمنیٔ اہل کمال اسکا شعار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو خواہ گرفتار مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کو نقش ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا سخن آرائی نوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو سخن سنج کے عوض کبھی نالۂ پُر درد اور کبھی آہ سرد لب پہ ہے۔ کہیئے جب یہ بارگران اندوہ دل پر ہے دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے۔ کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں

قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	لب پہ نالوں کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگ حضرت غالب	سبب رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سال طبع سال وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصۂ اول اردوی معلّی
طبع زادِ منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اردوی معلّی گشت تالیف	ہمانا یک جہاں گردید طالب
پئے سال مسیحائی طبعش	بگو جوہر خجستہ اردوی غالب

اعلان

(کاپی رائٹ محفوظ ہے)

العبد سید عبد السلام ابن مولوی سید محمد مظہر مرحوم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی

اُردوئے معلّٰی حصّۂ دوم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر الانام سیّد محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ شائقین باتمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب اُردوئے معلّٰی مرزا غالبؔ کا حصّۂ اوّل ارسطوئے زماں مسیح دوراں جناب مولوی حاجی حکیم غلام رضا خاں صاحب رئیس دھلی کی اجازت سے مطبع فاروقی دہلی میں سنہ بارہ چھپی تو خیال ہوا کہ اسکا دوسرا حصّہ جو شمس العلماء مولانا حالی نے مرتب کیا اسکے بارہ میں جناب شمس العلماء سے اجازت حاصل کیجائے احقر نے مولانا سے حصول اجازت کی استدعا کی مولانا نے جواب میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کتاب صحیح چھاپنے میں بہت کوشش کیجائے اسلیئے یہ حصّہ آخر میں شامل کیا گیا اور نہایت صحت کے ساتھ چھاپنے کا خیال رہا۔ اِس حصّہ میں فن شاعری کے متعلق مرزا غالب صاحب مرحوم نے نکات لکھی ہیں۔ اور بعض کتابوں کے ریویو و دیباچے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ سابق اُردوئے معلّٰی میں یہ لطف حاصل نہ تھا۔ اَب یہ کتاب دوبالا ہوگئی اَب اِسکے پڑھنے سے کچھ اَور ہی کیفیت حاصل ہوگی۔ ع

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف +

دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سید رحمت علی خان بہادر عرف مفتی میرلال صاحب نگاشتہ اند

سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ! حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ دو قوتیں ہیں فکر اور نطق اور یہہ دونوں قوتیں موہبی ہیں بخشی ہوئی دستگاہ پر خودنمائی۔ اور پھر اُسے بخشنے والے کے آگے! کیسی شوخ نظری اور کیسی ہرزہ درائی۔ بہ تصور تمیں اوائے حق حمد کے تو کیا معنی اگر ہاں حمد کرنیوالا بقدر توفیق حمد ستائش آفرین ہے

یہ کون کہہ سکتا ہے؟ کہ توفیق نتیجہ کشت کار ہے البتہ عطیہ پروردگار ہے۔ قدرت حمد اسنے پیدا کی۔ توفیق حمد اسنے عطا کی۔ جبکہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاس عطیہ توفیق کیوں نہ لازم ہو۔ ہاں اے حق شناس تجکو شعور ہے عطیۂ توفیق شکر ایک اور شکر ضروری ہے ؎

گر کسے شکر حق فزون گوید
شکر توفیق شکر چون گوید

حق یون ہے کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامہ درہم پیچیدہ سربستہ ہے کہ جسکے عنوان پر لکھا ہے لاموثر فی الوجود الا اللہ اور خط میں مندرج ہے کہ لاموجود الا اللہ۔ اور اس خط کا لانیوالا اور اس راز کا بتانیوالا وہ نامہ آور نامہ آور ہے کہ جسپر رسالت ختم ہوئی۔ ختم نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنی غامض کیصورت یہ ہے کہ مراتب توحید چار ہیں آثاری افعالی وصفاتی و ذاتی انبیائے پیشین صلوات اللہ علی نبینا علیہم۔ اعلان مدارج توحید سہ گانہ پر مامور تھے۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجاب تعینات اعتباری اٹھا دین اور حقیقت نیرنگی ذات کو صورت الان کما کان میں دکھاویں۔ اب گنجینہ معرفت خود حق امت محمدی کا سینہ ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ مفتاح باب گنجینہ ہے۔ زہے عامۂ مومنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفی شرک فی العبادت مراد لیتے ہیں اور نفی شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہے انکی نظر میں نہیں جب لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہینگے اُس اُسی توحید ذاتی کے اعتقاد کی قدمگاہ پر آ رہینگے۔ یعنی ہمارے اس کلمہ سے وہ مراد ہے جو خاتم الرسل کا مقصود تھا یہی حقیقت ہے شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہیں رحمۃ للعالمین ہونیکے اور اسی مقام سے یا شی آئے ندائے روح فزائے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ قلم اگرچہ دیکھنے میں دو زبان ہے لیکن حدیث حقیقی کا رازدان ہے گفتگوئے توحید میں وہ لذت ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی سو بار کہے اور سو بار سنے۔ نبی کی حقیقت دو جہتین ہے ایک جہت خالق کہ جس سے اخذ فیض کرتا ہے اور ایک جہت خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہے ؎

نبی را دو وجہ است در روئے خلق
بدان وجہ از حق بود مستفیض
یکے سوئے خالق یکے سوئے خلق
بدین وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو صوفیہ کا قول ہے اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ معنی اسکے صاف اور از روی انصاف یہ ہیں کہ ولایت نبی کی کہ وہ وجہ الی الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ وجہ الی الخلق ہے - نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوت خاص سے جسطرح نبی مستفیض ہے حضرت الوہیت سے اسیطرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر ہرگز معقول اور عقلا کے نزدیک مقبول نہیں ایسی ولایت کہ خاصۂ نبی کا تھا - نبوت کے ساتھ منقطع ہو گئی مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکوۃ نبوت سے ہنوز باقی ہے نقل و تحویل ہوتی چلی آتی ہے اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہے اور یہ سراج ابدی تا ظہور صبح قیامت روشن رہیگا اور اسی کا نام ولایت اور یہی شعل طریق ہدایت ہے ولایت ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جو از روی کلمہ لا الہ الا اللہ مشہود عیون اعیان امت اور منظور نظر اکابر ملت ہوئی ہے مگر وہ بات اب کہاں ہے کہ ایکبار لا الہ الا اللہ کہا اور دل نور معرفت سے منور ہو جاوے اور وہ صفا اس سیرت کہاں کہ قائل لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اسکے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو قدم گاہ توحید پر قائم کر دے یعنی رسول مقبول لائق وجوب التعظیم قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم - اب سعادت بقدر استعداد ہے اور استعداد بعد جراحت ہیچ بھی تو ہے آدمی کیونکر سمجھ سکے اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اسکو کیونکر تسلی ہو - یعنی اس مجموع موجودات کو کہ افلاک و عناصر و بحار و جبال اسی میں ہیں نیست و نابود محض جانے اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے

رباعی

ای کردہ بآرایش گفتار پسیچ	در زلف سخن گشودہ راہ خم و پیچ
عالم کہ تو چیز دیگرش میدانی	ذاتیست بسیط و منبسط دیگر ہیچ

جب اولیاء اللہ نے کہ وہ اطبای روحانی ہیں - دیکھا کہ نفوس بشری پر وہم غالب ہے اور بسبب ابتلای وہم مشاہدہ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہیں ہر چند انکو سمجھائینگے - راہ پر نہ آئینگے ناچار اشغال و اذکار وضع کیئے تا قوت متخیلہ اوسمیں الجھی رہے اور رفتہ رفتہ بیخودی طاری ہو جاوی - وحدت وجود سطرح کی بات نہیں کہ نہ ہوا اور ہم اسکو بجبر یا بتکلف ثابت کیا چاہتے ہیں سے دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست ہم صورتگری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے پس جب وہ وہم شغل و ذکر کیطرف مشغول ہوا

بے شبہہ اپنے کام سے یعنی صورتگری و پیکر تراشی سے معزول ہوگیا۔ بیخبری و بیخودی چھاگئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو بمجرد فہم حاصل ہوتی ہے اس شاغل کے نفس کو بیخودی میں آگئی ایک دریا میں جان کر کودا۔ ایک کو کسی نے غافل کر کے دھکیل دیا انجام دونوں کا ایک ہے وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لیں یقین ہے کہ کہتا کہ ہلیں ہیں مگر ہاں کم ہیں اور مخفی ہیں اور کہیں کہیں ہیں۔ اور ایسی نفوس کو جو کسب حالت بیخودی کے واسطے محتاج اشغال و اذکار ہیں بہت ہیں بلکہ بے شمار ہیں حق سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھے حضرت شاہنشاہی حق شناس حق آگاہ سراج الملۃ والدین ابوظفر بہادر شاہ کو جو لباس پادشاہی میں یاد الٰہی کر رہے ہیں

	شاہی و درویشی اینجا باہم است		پادشاہ عہد قطب عالم است

حکم دیا۔ حضرت پیر و مرشد برحق نے جناب افادت مآب معرفت نصاب مجمع البحرین شرع و عرفان۔ قران السعدین عقل و ایمان ابوحنیفہ ثانی سراج العلماء ضیاء الفقہاء مولانا مفتی سید رحمت علیخان بہادر کو اور فرمایا انہوں نے کہ وہ اشغال و اذکار جو انتہای قوس نزولی نبوت و ابتدای قوس عروجی ولایت یعنی عہد جناب رسالت علیہ السلام سے ہم سینہ بسینہ و ہم سفینہ بسفینہ چلے آتے ہیں انکو ایک رسالے میں درج کریں اور اس رسالے کی تحریر میں وہ عبارت اردو کہ صاف و بے تکلف ہو خرچ کریں۔ کیونکہ ارباب فہم اس رازداری پر قربان جائیں کہ مجموعہ اشغال و اذکار زبان حقیقت ترجمان سے فرمائے ہیں اور حکم دیا ہے کہ انکو قالب سلاسل مقرر منقول من رسائل العرفا تحریر کریں قضارا یہ ترکیب مع زبان اسد اللہ خان سے ہمیدان کہ جسکا فن سخن میں عالم تمام اور وہ خود مغلوب ہے سہای خام ہے اس رسالے کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا۔ جی میں آیا کہ اس کتاب مستطاب پر ایک دیباچہ لکھئے اور پیچھے برگ سفر ساز کار کروں اور عزم سفر حجاز کروں۔ زمزم کے پانی سے وضو کروں اور کاشانہ ملائک آشیانہ کے گرد پھروں اور حجر اسود کو چوموں اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو جاؤں اور خاک تربت اطہر کا سرمہ آنکھوں میں لگاؤں۔ بادشاہ سے کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دیکر مجھکو خانہ خدا کے طواف کی رخصت دیں کہ یہ گنہگار وہاں جاوے اور اگر زیست باقی ہے تو وہاں جاکر اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جنہیں سوا نامہ کے

سب کچھ ہی بخشوا کر پھر آوے ؎ غالب ہوئی کعبہ بسر جا گرفتہ است ٭ رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمی ٭

دیباچہ کہ بر کتاب خواجہ بدر الدین خان عرف خواجہ امان موسوم بہ حدائق الانظار نگاشتہ اند

سبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال مشاہدہ اسکا نور افزائے نگاہ ۔ تصور اسکا چمن افروز خیال ازروئے لفظ اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ کو حق نے یہ صورت لسان پیدا کیا ہوتا تو ہم صورت ہیں کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا ۔ اس لعبت دلفریب کی نظارگی کے لیے جو وہ مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوش ربا دیکھکر اہل معنی بالکل صورت پرست ہو جاتے ۔ نظم میں اور ہی روپ نثر میں اور ہی ڈھنگ ۔ فارسی میں اور ہی زمزمہ اردو میں اور ہی آہنگ ۔ سیر و تواریخ میں وہ دیکھو جو تم سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا ۔ فسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ۔ ہر چند خردمند بیدار مغز تواریخ کیطرف بالطبع مائل ہونگے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہونگے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں نا انصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھنکوائے ۔ سیمرغ اسکو اپنے گھونسلے میں اٹھا لائے پرورش کرکے پہلوان بنائے ۔ آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے ۔ زال اس ہما ہمی کو بلائے ۔ سیمرغ گردوں کو کسطرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنے بیٹے کے لب پر پر پھیرے یا اور کبھی وہ اسی رستم کے زخم اچھے کرکے ایک تیر دو شاخہ دیکر تشریف لیجائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب جیسے ہو وہ جوان ہو دیو سپید کو تہ خاک کرے فرعون کا دعوی خدائی مشہور ہے ۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیو کش رستم جیسا قرار دیں اور ایک نمرود شاہ گمراہ دعوی خدائی کرنیوالا مثل نمرود گھڑ لیں گویا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے انہیں روایات کا چربا اٹھایا ہے مگر اچھا اٹھایا ہے حجت و بینہ نہیں ترہات ندیمانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے ۔ داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کیلئے اچھا فن ہے ۔ عمر کی عیاریاں دیکھو ۔ حمزہ کی میدان داریاں دیکھو ۔ جامع ان

حکایات کا کوئی سخنور ایران ہے۔ مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحق خاں کا ہے گویا باغ ارم کو ہندوستان
میں اٹھا لایا اُسنے بوستان خیال میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا۔ اُن قصص میں سے ایک جلد ہے معز نامہ۔ واہ رے
بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ۔ معز الدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی صورت
ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں تا پائیں۔ ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو
خواجہ عمر کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہجائیں۔ دریں‌ولا امیرزادہ سعادت خواجہ بدرالدین خاں
عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سخت کوش و سخت
کوش ہے۔ ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا۔ مصوری کی طرف جو طبیعت
آئی وہ تصویر کھینچی کہ اسکو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی۔ اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا۔ معز نامہ کی فارسی نثر کی
اُردو کرنے پر آمادہ ہوا۔ معز الدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں۔ ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں عجائبات
طلسم قسطاس کی حیرت فزائیاں۔ ملکہ نوبہار کی رنگیں نمائیاں۔ جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں۔
ضرار منکوس منحوس کی بیحیائیاں۔ مسلمین و کفار کی لڑائیاں۔ مسلمانوں کی بھلائیاں کا فرنگی پیرایا
فارسی سے اُردو میں لے آیا۔ یوں تصور کرو کہ قلمرو اردو میں ایک قصر دلکشا ایک خانہ باغ روح افزا تیار بنایا
عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ
لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی۔ بیداد گر نے ایک بات نہ سُنی اور ایک عذر نہ مانا
بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھیجتا اور پیار بھیجتا۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ نہ بن آئی
اس دیباچہ کے انجام کا بجز اسکے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے
ایک شعر مانگ لایا اسی شعر شعری شعار کو خامہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں

شکر کہ این نامہ بعنوان رسید	بیشتر از عمر بپایان رسید

ومن اللہ التوفیق وھو خیر رفیق

تقریظے کہ بر کتاب ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ یہ نہ ہو تو نہ ہو کسی امر کا شعور اور مصالح دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اسکی بھی نمود جبتک اس لطیفۂ غیبی کا شمول نہو عالم امکان میں ممکن نہیں ؎

سخن را زان دوست دارم کہ دوست ٭ بتصدیق او ما طلبگار اوست ٭

مسائل حکیمانہ کی ہستی۔ ترہات ندیمانہ کی مستی۔ درد و درماں کے علاج کا اظہار۔ افسانہ و افسون کے مقاصد کا مدار شکوہ و شکایات کا عنوان۔ نفرین و آفرین کا بیان۔ رد و قبول کے حکایت۔ فتح و شکست کی روایت صرف و نحو کی رازدانی۔ لفظ و معنی کی گلفشانی۔ جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ آج کل کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہینگے اور قیامت تک کہتے رہینگے۔ جو کچھ نیک و بد تو دہن سے ہے سب وابستہ نطق و سخن ہے۔ اب سمجھیے کہ سخن از روے مثال کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے۔ دریا ہے کیسی روانی۔ اور کس زور کا پانی۔ اسکا چڑھاؤ اسکی رفتار۔ اسپر کسکا زور اور کسکا اختیار۔ جدھر منہ کیا۔ ادھر اپنا لا بہا دیا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ بارہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جسکو ہندی میں اٹھان اور فارسی میں انگیزہ اور عربی میں باعث کہتے کچھ اور ہے پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ کیا طور ہے۔ یہ کتاب مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ اسکو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن از روے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بہی ہے جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجکو پیشگاہ سلطنت ابد قرین سے حکم آیا کہ بندۂ درگاہ اسد اللہ اسکی تقریظ لکھنے میں اظہار حسن اطاعت کرے اور سخن طرازی میں آرایش زبان اردو پر قناعت کرے جیسا کہ حکم بجا لانا ضرور ویسا ہی یہ بھی کہنا ضرور کہ منشاء اس رسالہ کی نگارش کا کیا ہے ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سن اٹھارہ جلوس میمنت مانوس میں شہر سے بلکہ خارج سے آوازہ بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ۔ بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ روے زمین ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہب آبا کا ارادہ کیا اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا۔ بارہا فقیر کا

بزم قربِ رازدانان جلوت انس حیران اور حیرت انکی بیجا۔ اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلی انکو کہی ہوتی
اس سلطنت کی خبر اور پھر انہیں عام کو تقدم خاص ہے! نہ پوچھنے کا یارا۔ نہ چپ رہنا گوارا۔ علمائے نامدار
و مشائخ کبار و فقہائے دیار نے جرأت کرکے عرضداشت لکھی مضمون کہ ایسا سنا جاتا ہے اور باور نہیں آتا ہے
امیدوار ہیں کہ خداوند تاج و سریر کے مافی الضمیر پر آگہی پاویں حضور نے تحاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر سے
اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا۔ چند روز کے ایک دن حسب الحکم قضا توام

	بزم سلطانی ہوئی آراستہ		کعبۂ امن و اماں کا در کھلا	

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہل ایمان ہمنشین امرای دستہ و دست بستہ صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوار
باغ و پروانہ پای چراغ۔ اس چمن میں نشاط اندوز۔ اور اس انجمن میں ادب آموز۔ زبان مبارک گہر فشاں ہوئی
حقیقت مذہب اہل سنت و جماعت بیاں ہوئی۔ سوء ظن علماء اس مجمع عظیم میں بہ پیرایہ حسن ظن جلوہ گر ہوا
خاص عام کو اعلیحضرت کا ثبات قدم مسلک سنن پر باور رہا۔ مضامین ارشاد کیئے ہوئے اعلیحضرت کی بموجب ارشاد
قالب نظم میں ڈھلے۔ ناگاہ جانب اجانب سے اس نظم کے جواب میں کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار بیگناہ بھی بجرم
ممدوح ہوا اور خنجر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الغرض جب وہ تحریر یہاں بھی دکھائی گئی تو انہیں خلفاء کی توہین
پائی گئی۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مؤلف نے دیباچہ میں لکھا ہے لکھا گیا اور مجکو تقریظ نگاری کیواسطے
جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہا گیا۔ میں اس گزارش میں یہ کہہ جاتا تو البتہ قلم تحریر کا موضوع لہ مجہول بجا تا بحث و نزاع
کا رسم و آئین اور یہ شیوۂ سخندانان سخن آفرین آور ہے نہ سفیہ ہوں کہ ہجو میں سخن سرائی کروں۔ نہ فقیہ ہوں
کہ بحث میں زور آزمائی کروں۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں۔ خاک زدۂ خاندان بہادر داوہ ہوں
تاب آفتاب حوادث سے ظل اللہ کے سایہ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام
کی جگہ دیکھ کر دم لینے کو راہ میں بیٹھا ہوں۔ احسان ہے مجھپر خدا کا کہ میں سوا اپنے خدا کے کہ وہ بخشنے والا ہے اور
اپنے بندوں پر مہربان ہے یہ نہیں کہ اور کسی کا گنہگار ہوں۔ جو مجکو اپنا ہمکیش سمجھیں انسے دعای مغفرت کا متوقع

اور جو مجھکو اپنا مخالف مذہب گمان کریں اُن سے دعائے تخفیف عذاب کا امیدوار ہوں۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر

تقریظ کہ بر کتاب گلزار سرور منتصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ ایم

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں۔ تعالی اللہ کیا حیرت آور قدرتیں ہیں یہ جو حدائق العشاق کا فارسی زبان سے عبارت اردو میں نگارش پانا ہے۔ ارم کا زمین فردوس سے اُٹھکر بہارستان قدس کا ایک باغ بنجانا ہے۔ وہاں حضرت رضوان ارم کے نخلبند و آبیار ہوئے یہاں میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے اس مقام پر یہ ہیچمیرز جو موسوم بہ اسد اللہ خاں اور مخاطب بنجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ خدای جہاں آفرین سے توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہاں ای صاحبان فہم و ادراک۔ سرور سحر بیاں کا اردو کی نثر میں کیا پایہ ہے اور اس بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے

رزم کے داستاں گر سنئیے	ہے زباں ایک تیغ جوہر دار
بزم کے التزام گر کیجے	ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجکو دعوی تھا کہ انداز بیان و شوخی تقریر میں فسانہ عجائب بے نظیر ہے جسنے میری دعوی کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش ہمیشہ صورتیں بناکر پیمبری کا دعوی کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوی خدائی نکرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالیشان ایسری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کار فرما ہوں اور پھر اسپر طرہ یہ کہ میرزا سرور سے آراستہ ہوں وہ باغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول کیوں بکتا ہے دیکھو بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں ہے۔ صاحبو! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ

اُسکی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں ستم سے کہاں شکست کھائی ہے کہ اُسکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسند پرشاد نارائن کا مَوردِ عنایت رہا ہوں جب جب نوبت دلی میں تشریف لائے ہیں اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہوں جب ناقدر شناسائی اور بیگانگی درمیان ہو تو انکا نیازمند کیونکر انکے ثناخوان ہو۔ نہیں نہیں میرا کیا منہ ہے ثناخوانی کا۔ مَیں تو عاشق ہوں اُنکی شاعرپروری و سخندانی کا۔ حضور کی قدردانی کی شہرت نے گہرفشانی کی حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحۂ روزگار پر یادگار رہیگا مصنف کا شہرۂ رنگین بیانی میں مہاراج عالیجاہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہیگا

دیباچہ کہ بر دیوان منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا نگاشتہ اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں کسی امیر کا نہیں کسی شیخ شیاد کا نہیں۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں بنظر دشمن دیکھتا ہے پس جب تعلق نہیں مدارا نہیں تو جو کچھ کو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہونگا۔ نثر میں لغتخان عالی کی طرز کا اچھا کیا ہے مگر پیرایہ کچھ اُس سے بہتر دیا ہے۔ قصائد میں انوری کا چربا اُٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے۔ غزل میں متاخرین کا انداز۔ عاشقانہ سوز و گداز منشی حبیب اللہ ذکا سخنور ہمہ داں یکتا۔ لفظ طراز معنی آفرین۔ آفرین صد آفرین صد ہزار آفرین فقط

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالیجناب میرزا کلب حسین خاں بہادر نادر گہر سلک آوردہ اند

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ یہ یوسف کنعان معانی ہے کنعان ہو یا کوئی ہو کارواں ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ویسی ہی معنبر۔ عارض ویسا ہی منور تابدار لب کی جان بخشی کا وہی عالم چشم اُسیطرح بیمار۔ معہذا جو سلطنت مصر زمانے کا جمال تصور میں لائیگا وہ آفتاب تاباں حسن حضرت یوسف کا اونیٰ ذرہ پائیگا۔ لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں حسن پرستان سخن کیواسطے نوید سرِ اُمید لائے ہیں سُنی سنائی نہیں کہتے۔ نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپکے ہو رہتے۔ اُمید کہ دانشمند آدمی باور کریں تو بدیدہ دل لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان چاہ کارواں و بازار و زنداں سے نکلکر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوئے

زلیخائی عشق کے گھر عید ہوئی ہی اور یوسف حسن کی سرکار میں نو روز ہوا ہی۔ غالب شفتہ نوا سُن اس ورق کے ناظر
جبتک مہر نہ جانینگے تیری بات کبھی نہ مانینگے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالیجناب والا دودمان
میرزا کلب حسین خاں کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہی جو اُنہوں نے اِن اوراق کو اپنے اشعار سی رونق اور اشعار کو
نعت و منقبت سی زینت بخشی ہی دیباچہ لگانے والے نے اِس مجموعہ نظم کو مصر فرض کیا ہی اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے
جس کتاب میں آئمہ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہوں اُن اوراق کا
سواد کیوں نہ سرمہ چشم اہل بین او وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوئے مومنین آفاق ہوں میں اپنے علو رتبہ
پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالب سے غالب
یعنی اپنے سے بہتر ہوں اس دعوے کا گواہ اسد اللہ ۔ فقط

دیباچہ تذکیر و تانیث حسب فرمایش مولوی سید محمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی سندی نور البصر لخت جگر قرۃ العین سید مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی
دعا مانگتا ہوں جنکو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہی سبحان اللہ تذکیر و تانیث
کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہی ہرچند اس راہ سی کہ دانا و رقیقہ رس
اور منصف ہیں گویا قواعد تذکیر و تانیث کو منضبط ہونیکی خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سی مضبوط
ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبونکو دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجکو تو دل سی پسند آئی ہیں دعا یہی اور الیقین بھی
یہی ہی کہ یہ رسالہ صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا اور ہمیشہ منظور انظار الابصار رہیگا جو صاحب اسکو مطالعہ فرمائینگے نفع بھی پائینگے اور لطف بھی
اٹھائینگے مؤلف صاحب کامیاب اپنی ذہن رسا سی ہیں۔ رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا۔ اور حضرت فلک رفعت مولوی سید حسین علی
صاحب ماہرہ کی نواسے ہیں سید وسطی بلگرامی ہیں جو ان کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات
مداح گویا اپنا ثنا خواں ہی جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے ۔ مادح خورشید مداح خود است
کہ مرا دو چشم سر نا مرمد است ۔ داد کا طالب - غالب ۔

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار زبان اُردو بنام منشی ہرگوپال تفتہ

واہ کیا خوبی قسمت ہے میری۔ بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہے۔ اور اُن کی خیر و عافیت معلوم ہوتی ہے خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہوئی یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہیں ہے اور پاؤں میں چوٹ لگی ہے سنو صاحب یہ بھی غنیمت ہے کہ ہڈی کو صدمہ نہیں پہنچا۔ اتنا پھیلاؤ بھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنیوالا نہ ملا اور چوٹ کہنہ ہو گئی البتہ کچھ دیر میں افاقت ہوگی بعد افاقت ہونیکے تم مجھکو اطلاع کرنے میں دیر نہ کرنا میرا دھیان لگا ہوا ہے بابو صاحب کا خط آیا تھا پھر انہوں نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا۔ تمہاری مفارقت سے بہت ملول ہیں طرز تحریر سے فراوانی محبت معلوم ہوتی تھی میں نے انکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے ہیں ضرورت کو کیا کریں جلد پھر آئینگے آپ انکو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہرگوبند سنگھ تعطیل میں کہیں چل گئے ہونگے جو آپکے خط میں انکی بندگی لکھی آئی کیوں انہوں نے تکلیف کی بہ جہت دو قدم پر میرے گھر سے انکا مکان اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت ہو گئے اب بندگی سلام کیا ضرور۔ ہاں صاحب یہ تم اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ ہر خط کے سرنامے پر بلی کے محلہ کا پتہ لکھتے ہو۔ میں بلیماروں میں نہیں رہتا ہوں۔ بلی کا محلہ یہاں سے بے مبالغہ آدھ کوس ہے وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجھکو جانتے ہیں تو خط ہرزہ پھرا کرے۔ آگے کالے صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ اب بلیماروں میں کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں۔ بلی کا محلہ کہاں اور میں کہاں۔ منشی جی کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہیں اور پھر لکھتے ہو کہ نہ دورہ میں بلکہ اپنے کام کو۔ بہرصورت اب آ گئے ہونگے میرا سلام کہئیے گا اور اپنی خیر و عافیت کیساتھ انکی معاودت کی خبر لکھیئے گا ورنہ مجھکو خط لکھنے میں تامل رہیگا ٭ نظر شگفتن و گوش شگفتن ہم نہیں جانتے اگرچہ منشی ہرگوپال تفتہ اور مولانا نور الدین ظہوری نے لکھا ہو ؎ نظارہ ز خونِ الم گل در آتشیں ٭ خوں گشت نگہ بسکہ ز چشمم چمن چکید ٭ یہ نہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے یہ خونفشانی چشم کا استعارہ ہے اور خونفشانی صفت چشم ہو سکتی ہے اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا جائز ہوتا تو ہم بے تکلف استعارہ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم و گوش ہو تو ہم کیا کریں۔ یاد رہے یہ نکات سوا تمہارے

اور کوئی نہیں بتاتا ہوں۔ میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔ میں چھیڑ سے اور تکرار سے ناخوش نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتا ہوں مگر ہاں ایسی تکرار جیسی بیش اور بیشتر کے باب میں کی تھی ناگوار گزرتی ہے کہ وہ صریح تہمت تھی مجھ پر جو میں آپ لکھونگا تمکو اسکے لکھنے کو کیوں منع کرونگا ۔ شعر ۔ اے صد ہزار راز نہاں اندریں سخن ٭ گر کم سخن تو نگہت کم سخن مباد ٭ شعر ۔ ہرچہ با نفس خود کنم زیبد ٭ نیکیش نام میتوانم کرد ٭ یہ دونوں شعر سقیم ہیں سنیے دو ٭ شعر ۔ سر ناکامیم سلامت باد ٭ کام را کام میتوانم کرد ٭
میں نہیں سمجھا کہ اسکے معنی کیا ہیں کام کو کام سب کر سکتے ہیں اس میں لطف کیا ہے ٭ شعر ۔ ز رگ تازی آن ناز نہیں سوار ہنوز ٭ سبزہ میدہد انگشت زینہار ہنوز ٭ حزین کے اس مطلع میں واقعی ایک ہنوز زائد اور بیہودہ ہے مستنج کیونکہ اسطے سند نہیں ہو سکتا یہ غلط محض ہے یہ سقیم ہے یہ عیب ہے اسکی کون پیروی کریگا حزین تو آدمی تھا یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اسکو سند نہ جانو اور اسکی پیروی نکرو بھائی تمھارا مصرع اس قبیل سے نہیں ہے تو گفتنیہ سقیم معنی ہے مکینہ زائد نہیں ہے مگر خرابی یہ کہ اگر فارسی ہے تو دو تو ۔ اور اگر ہندی کرو تو مصرع مہمل و بے معنی ہے ٭ شعر ۔
چہ گل چہ لالہ چہ نسرین چہ نسترن مکینہ ٭ کیا لالہ کیا موتیا کیا چنپا ۔ نکرو زنہار نکرو ۔ یعنی کیا نکرو ۔ اب جب نہیں کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو جیسی کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہیں جاتا کہ ذکر نہ کرو ۔ اے تمنے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو ۔ حضرت ذکر مضاف کیونکر ہو سکتا ہے گل و لالہ و نسرین و نسترن کیطرف ۔ کہو گے کہ ذکر کا لفظ نہیں بیان کا لفظ اوپر کے مصرع میں ہے ۔ وہ بیان کا لفظ زبون ہے اور نہ تمہیں وہ ہی ان چاروں لفظوں سے ربط نہیں پاتا مطلع قطع لکھو ۔ ترجیع بند لکھو ۔ مصرع معنی ہی کا نہیں مہمل محض ہے ۔ والسلام ۔ اسد اللہ ٭

ایضاً بندہ پرور بیش از بیش و کم از کم یہ ترکیب بہت فصیح ہے اسکو کون منع کرتا ہے اور جلال اسیر کی بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ زمان کہ مہر بیش از بیش شد ۔ وہ زمان کہ وفا کم از کم شد استاد کیا کہیگا اسمیں لطیف یہ ہے کہ لف و نشر ہے مہر آیا اور وفا بیش از بیش اور کم از کم ۔ یاد رہے کہ بیشتر از بیش و کمتر از کم اگرچہ بے تکلف جائز ہے لیکن فصاحت اسمیں کم ہے بیش از بیش کم از کم افصح ہے

وہ شعر تمہارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے ؎ قیس از تو ندارم کم و لے صبر ✽ بیش است ترا کم است مارا ✽
لیکن ہاں پہلے مصرع میں اگر کمتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہر حال اتنا خیال ہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ فصیح ہے
چنانچہ میرا شعر ہے ؎ جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم ✽ حسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست ✽
؎ ورنہ چشم تو چہ از در و دیوار کم است ✽ یہاں بہت ہی بودی معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ
رہ جاتا ہے فارسیت نہیں رہتی ؎ سہل مشمار زندگانی را ✽ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس مطلع کو یوں
درست کر دیا ہے ؎ رائگان است زندگانی را ✽ مے تواں کرد جانفشانی را ✽ اور مصرع تضمین
مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میرے جی میں آئی تھی کہ تمکو دوں اور خود اس زمین میں غزل لکھوں مگر پھر نسخہ حسرت کی
اور تمکو دیدیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمایا یہ خط جو آپ نے مجھکو لکھا ہے شراب کے نشہ میں لکھا ہے اور وہ اصلاحی
اوراق بھی اسی عالم میں ملاحظہ فرمائے ہیں اب ؎ گاہ تا کے زندگانی را ✽ اسکو موقوف کیجئے اور وہ مطلع رہنے
دیجئے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے بھائی ہمارے اوراق اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو
ہماری محنت تو ضائع نہ جاوے ؎ ایامی چند میں جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہیں ہے بلکہ فقیر کے نزدیک جمع الجمع
ہی نہیں ہے مثلاً معانی چند اور احکامی چند اور اسرار چند یہ آدمی لکھ سکتا ہے مگر ہاں آمال یہ کھلی سو مجھ پر
؎ خطائے بزرگاں گرفتن خطاست ✽ ہمکو اپنی تہذیب سے کام ہے اغلاط میں سند کیوں ڈھونڈھتے
پھریں مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے ؎ صلاح کار کجا و من خراب کجا ✽ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ✽
میری جان ایسے موقع میں یہ چاہئے کہ بزرگوں کے کلام کو ہم مورد اعتراض نہ کریں اور شہرت فلانے شخص کے انتقال
کی یہ غلط البتہ میرا بھی موجب ملال ہے مگر یہ کون سا واقعہ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبان اخبار اسکو چھاپیں
آپ اس طرف التفات اعتنا نہ فرمائیے ؎ گر بماہ آفتاب شیر و گیر ✽ ور بشیر و زہرہ گشتہ شو نوحہ خواں محزوں ✽
میں کالے صاحب کے مکان سے اٹھ آیا ہوں بلیماروں کے محلہ میں ایک حویلی کرایہ کو لیکر اسمیں رہتا ہوں۔ وہاں
میرا رہنا تخفیف کرایہ کے واسطے نہ تھا صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا۔ واسطے اطلاع کے تمکو لکھا ہے۔

اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان کے نشان کی نہیں ہے۔ در دہلی بہ اسد اللہ برسد کافی ہے مگر ایلا کنواں لکھا کرو۔ محلہ
بلیماران لکھا کرو۔ اور ہاں صاحب ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو۔ مسہل سے فراغت ہوئی، مزاج کیسا ہے اور آپ
اجمیر اور وہاں سے آبو پہاڑ کو کب جائینگے۔ میرا سلام بھی کہہ دیجیگا۔ والسلام اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ بست و دوم ماہ مارچ ۱۸۶۳ء

ایضاً مرزا تفتہ پیر شو بیاموز۔ تم خوشگو اور زود گو متفرد ہو لیکن جسکو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض توہمات و تخیلات
ہیں۔ قیاس دوڑاتے ہو، وہ قیاس کہیں مطابق واقع ہوتا ہے کہیں خلاف۔ عرفی کہتا ہے ؂ روح را ناشتا فرستادی
یعنی روح کو تونے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اسکو کہتے ہیں جسنے کچھ کھایا نہ ہو۔ ہندی اسکی نہار منہ۔ تم لکھتے ہو ؂ کہ تجلی یا ناشتا
فرستادی۔ یعنی غذای صبح جیسا کہ ہندی میں مشہور ہے اسنے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں۔ واقف کہتا ہے ؂

نے محرم قفس نہ بدام آشنا شدیم ۔۔۔ نفرین کنیم ساعت پرواز خویش را

یہ بھی ہندی کی فارسی ہے۔ بری گھڑی اور نحس گھڑی۔ اہل زبان ایسے موقع پر طالع کہتے ہیں ؂ نفرین
کنیم پرواز خویش را۔ قتیل کہتا ہے ؂ یار چون جای بخون تو و خوں پاک نبود ۞ گشتہ بر کشتہ تپاں بود
و دگر خاک نبود ۞ یہاں ہیچ نبود کا محل ہے۔ ہندی میں کچھ نہیں کی جگہ خاک نہیں بولتے ہیں اور پھر
جیسا تمہارا برہان قاطع کا کیا ذکر کرتے ہیں۔ وہ تو ہر لغت کو تینوں حرکتوں سے لکھتا ہے۔ زیر، زبر، پیش کا تفرقہ
منظور نہیں رکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہے اور یوں بھی دیکھا ہے۔ جس لغت کو کاف عربی سے لکھیگا کاف
فارسی سے بھی بیان کریگا۔ جس لفظ کو طای حطی سے لائیگا۔ تای قرشت سے بھی ضرور لکھیگا۔ فضلای کلکتہ
کے حاشیے دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحقیق کرتے ہیں۔ بنیا نبوت کے مشتقات میں سے ہرگز نہیں۔ اماّں
امام کے مشتقات میں سے زنہار نہیں۔ نبی بخش کا مخفف نبیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکر ہے تو اماّمی
اور اگر مؤنث ہے تو اماّمن۔ طغرا نے ہندی لغت کے لانے کا التزام کیا ہے ؂ وقت آں شد کہ مینا رگ
ہندی سرکند ۞ اور اساتذہ کو اسکا التزام منظور نہیں۔ مگر کیا کریں گڑگانواں نام ہے ایک شہر کا اسکو کیونکر
بدلیں۔ ہاں گر بدای قرشت کہیں گے۔ لکھنو نام ہے ایک شہر کا وہ لکھنو بغیر ہای مخلوطہ کے کہیں گے

ئی زمانا چھاپے کو چھاپ بولتے ہیں عرفی جھگڑے کو جکڑ بولتا ہے ؎ آن باد کہ در ہند گر آید جکر آید ۔ ز ثقیلہ
ہائے مخلوط تشدید۔ یہ تینوں ثقالتیں مٹا دیں۔ صاحب برہان قاطع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے اور زبان علمی اہل ہند
میں بھی اسکو مشترک جانتا ہے اپنے کو رسوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے ؎ ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناسان بردار
اے کہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت ۔ اہل ہند میں سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں میاں فیضی
کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے۔ فرہنگ لکھنے والوں کا مدار قیاس پر ہے جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھدیا۔
نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اسکو مانیں۔ ہندیوں کو کیونکر مسلم الثبوت جانیں گائے کا بچہ
بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل اسکو خدا سمجھے یہ جھگڑے قصے جانے دو۔ دو باتیں سنو۔
ایک تو یہ کہ ارغنوں کو بغین مضموم میں نے سہو سے لکھا۔ دراصل ارغنوں بغین مفتوح اور مخفف اسکا ارغن اور امنہ
ارگن ہے۔ دوسرے یہ کہ جب مسیح سوی خاں نے ایو اسٹی پوا لکھا تو اس لفظ کی صحت میں تامل نہ رہا۔ رامپور سے
اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آگیا آئندہ جو خدا چاہے نجات کا طالب غالب یکشنبہ

ایضاً بھائی یہ مصرع جو تمکو بہم پہنچا ہے فن ریختہ گوئی میں اسکو کرامت اور اعجاز کہتے ہیں یہ مصرع سلمان
ساوجی و ظہیر کا سا ہے چار لفظ اور چاروں واقعہ کے مناسب یہ مصرع کہکر اور مصرع کی فکر کرتی کیسی لکھی واہ واہ
سبحان اللہ۔ اور یہ جو تمکو فر کے لفظ میں تردد ہوا اور ایک سوکھا ہوا شعر ظہوری کا لکھا بڑا تعجب ہے یہ لفظ تمہارے
ہاں تیچ آہنگ میں نسخہ ہزار جگہ آیا ہوگا۔ فر اور فرہ لفظ فارسی ہے مرادف جاہ کے بس جاہ کو اور اسکو ہم معنی
کہا ہے کہ بغیر ترکیب دیے نہ لکھیئے عالیجاہ اور سکندر جاہ اور مظفر فر اور فریدون فر یوں بھی درست اور
صرف جاہ اور فر یوں بھی درست۔ اور ایک بات تمکو معلوم ہے کہ اس پوری خطاب کو خطاب
بہادری کہنا بہت بیجا ہے۔ سنو! خطاب کے مراتب میں پہلے تو خانی کا خطاب ہے اور یہ بہت
ضعیف ہے اور بہت کم ہے۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور
اسکو خاندانی بھی خطاب خانی نہیں حاصل پس جب اسکو بادشاہ وقت محمد علیخاں کہدے

توگویا اسکو خانی کا خطاب ملا۔ اور جو شخص کہ اُسکا نام اصلی محمد علیخاں ہے یا تو وہ قوم افغان ہی یا خانی اُسکی
خاندانی ہی۔ بادشاہ نے اُسکو محمد علیخان بہادر کہا پس خطاب بہادری کا ہی اسکو بہادری کا خطاب کہتے
ہیں اِس سے بڑھکر خطاب دوگُنی کا ہی یعنی مثلاً محمد علیخاں بہادر اُسکو منیر الدولہ محمد علیخاں بہادر کہا اب خطاب
دوگنی کا ہوا اسکو بہادری کا خطاب نہیں کہتے۔ اب اِس خطاب پر افزایش جنگ کی ہوتی ہی۔ منیر الدولہ
محمد علیخاں بہادر شوکت جنگ ابھی خطاب پورا نہیں۔ پورا جب ہوگا کہ جب ملک بھی ہو پس پورے خطاب کو
خطاب بہادری لکھنا غلط ہی یہ واسطے تمہارے معلوم ہونے کے لکھا گیا ہی آپ اِس سات بیت کے قطعہ کو
اپنے دیوان میں داخل و شامل کر دیجیے یعنی قطعوں میں لکھ دیجیے جب تمہارا دیوان چھاپا جاویگا یہ قطعہ
بھی چھپ جاویگا مگر ہاں منشی صاحب کے سامنے اسکو پڑھیے اور اُن سے استدعا کیجیے کہ اسکو آگرہ بھیجیے تاکہ
چھاپا جاوے سعد الاخبار میں اور زبدۃ الاخبار میں۔ یقین ہی کہ وہ تمہارے کہنے سے عمل میں لا دینگے مجکو
کیا ضرور ہے کہ میں لکھوں میں نے یہاں صادق الاخبار میں چھپوا دیا ہے۔

ایضاً صاحب! دو زبانوں سے مرکب ہے فارسی متعارف۔ ایک فارسی۔ ایک عربی۔ ہرچند اِس منطق میں
لغاتِ ترکی بھی آجاتے ہیں گر کمتر میں عربی کا عالم نہیں مگر نرا جاہل بھی نہیں۔ پس اتنی بات ہی کہ اُس
زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں علماء سے پوچھنے کا محتاج۔ اور سند کا طلبگار رہتا ہوں فارسی میں مبدا
فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اِس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر میں اِسطرح جاگزیں ہیں جیسے
فولاد میں جوہر۔ اہل پارس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں۔ ایک تو یہ اُنکا مولد ایران اور میرا مولد
ہندوستان۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے پیچھے سو دو سو چار سو آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہیں
جود لغت عربی ہی بمعنی بخشش۔ جواد صیغہ ہی صفت مشبہ کا نے تشدید۔ اِس وزن پر صیغہ فاعل میری
سماعت میں جو نہیں آیا۔ تو میں اسکو خود نہ لکھونگا۔ مگر جبکہ نظیری شعر میں لایا اور وہ فارسی کا مالک اور
عربی کا عالم تھا تو میں نے مانا۔ کیا ہنسی آتی ہی کہ تم مانند اور شاعروں کے مجکو بھی یہ سمجھے ہو کہ اُستاد کی غزل

یا قصیدہ سامنے رکھ لیا یا اُسکے قوافی لکھ لیے اور اُن قافیوں پر لفظ جوڑنے لگے لاحول ولا قوۃ۔ بچپن میں جب میں ریختہ لکھنے لگا ہوں لعنت ہے مجھ پر اگر میں نے کوئی ریختہ یا اُسکے قوافی پیش نظر رکھ لیے ہوں صرف بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا۔ اور اس زمین میں غزل قصیدہ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو۔ نظیری کا دیوان وقت تحریر قصیدہ پیش نظر ہوگا اور اُسکے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا اُس پر لکھا ہوگا۔ واللہ اگر تمھارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہے چہ جائے آنکہ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی آفرینی ہے قافیہ پیمائی نہیں ہے * زمان لفظ عربی از منہ جمع۔ دونوں طرح فارسی میں مستعمل۔ زمانی یک زمان۔ ہر زمان۔ زمان زمان۔ دریں زمان۔ دراں زمان۔ سب صحیح اور فصیح جو اسکو غلط کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موجہ یہاں بھی ہے بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یک زمان کو میں نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت سنو میاں میرے ہم وطن یعنی ہندی لوگ جو وادیٔ فارسی دانی میں دم مارتے ہیں وہ اپنے قیاس کو دخل دیکر ضوابط ایجاد کرتے ہیں جیسا وہ گھامڑ عبدالواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے اور یہ اُلّو کا پٹھا قتیل صفوتکدہ و شفقتکدہ و نشترکدہ کو اور ہمہ عالم و ہمہ جا کو غلط کہتا ہے۔ کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو یک زمان کو غلط کہونگا۔ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ میں ہے۔ الحمد للہ و للہ الشکر۔ مرقومہ چہارشنبہ ۲۷ ماہ اگست سنہ ۶۲ع

ایضاً میاں تمھاری ثقالات ذہن نے مجھے مارا۔ میں نے کب کہا تھا کہ تمھارا کلام اچھا نہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ دنیا میں کوئی سخن فہم و قدر دان نہ ہوگا مگر بات یہ ہے کہ تم مشق سخن کر رہے ہو اور میں مشق فنا میں مستغرق ہوں۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بیفایدہ اور موہوم جانتا ہوں۔ زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری سب خرافات ہے ہندوؤں میں اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا اور مسلمانوں میں نبی بنا تو کیا۔ دنیا میں نامآور ہوئے تو کیا اور گمنام جیے تو کیا۔ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحت جسمانی باقی سب وہم ہے اے یار جانی

ہرچند وہ بھی ہم ہی ہیں مگر میں ابھی اسی پایہ پر ہوں شاید آگے بڑھکر یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور وجہ معیشت اور صحبت و راحت سے بھی گزر جاؤں عالم بیرنگی میں گزر پاؤں جس سناٹے میں ہوں وہاں تمام عالم بلکہ دونوں عالم کا پتہ نہیں ہر کسی کا جواب مطابق اس کے دیئے جاتا ہوں اور جس سے جو معاملہ ہے اسکو ویسا ہی برتتا ہوں لیکن سبکو وہم جانتا ہوں یہ دریا نہیں ہے سراب ہے۔ ہستی نہیں ہے پندار ہے۔ ہم تم دونوں اچھے خاصے شاعر ہیں۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور ہو جاینگے انکو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہمکو تمکو ہوگا۔ قطعات تاریخ آگرہ کیونکر بھیجوں پھر تمہارے پاس بھیجتا ہوں خالق بمعنی معنی آفرین صحیح اور مسلم اور جائز لیکن جس طرح اللہ میں مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے الٰہ اور الٰہی میں الف ممدودہ کو دو الف کیونکر سمجھیں قیاس کام نہیں آتا۔ اتفاق سلف شرط ہے جب اور کسی نے الٰہی میں دو الف نہیں مانے تو ہم کیونکر مانیں۔ دویم بروزن جحیم غلط۔ دوم ہی بغیر تحتانی بالفرض تحتانی بھی لکھیں تو دوم پڑھینگے۔ اگرچہ لکھینگے دویم واو کا اعلان ٹکسال باہر ہے ہاں دوی درست ہے۔ مگر نہ یہ حذف تحتانی مثل زمین بحذف نون۔ بلکہ بطریق قلب بعض۔ دویم کا دوی ہوگیا۔ لکنوی کی تاریخ کو بے تامل بھیجو۔ اور تاریخ وفات کا اور مادہ سوچو۔ کس واسطے کہ جب الٰہی میں سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائیگا۔ والدعا۔ از غالب روز ورود نامہ بلکہ وقت ورود نامہ بعد خواندن نوشتہ شد۔ یکشنبہ۔ +

ایضاً بھائی تمہارے ذہن نے خوب انتقال کیا۔ میں نے جس وقت یہ شعر پڑھا ہے ؏ بہند آمدندی ز ایران و بیاں آمدند کی جگہ آمدندی بصیغۂ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا ؏ رسیدند در ہند ز ایران و بیاں۔ اسکی جگہ لکھا واقعی پوستین کا بیچارہ میں واقع ہوا۔ پھر رسیدند در ہند بھیجا۔ تمہارا تصرف مستحسن جس طرح تمنے لکھا یوں ہی رہنے دو۔ صاحب سنبلستان سے کیوں گھبرائے ہو میں تمہارے گھبرانے سے گھبراتا ہوں رخ کو گل زلف کو سنبل فرض کرتے ہیں سنبلستان میں کیا عیب ہے۔ اور اگر نہیں پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو۔ اسوقت تک کہ اکتوبر کی آٹھویں ہفتہ کا دن تیسرے پہر کا وقت ہے میر قاسم علی صاحب تشریف نہیں لائے۔ ہاترس کے منصف اور دلی کے نامنصف ہیں۔ از غالب روز شنبہ ہشتم اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ آخر روز۔ +

ایضاً میاں سنو ہیں قصیدہ کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم تم اپنے اپنے مسائل فقہی سے بلکہ ہم تم باوجود عدم واقفیت اُمورِ دینی سے نفور نہیں اور وہ شخص اس فن سے بیزار ہے علاوہ اس کے وہ اتالیق کہاں۔ وہاں سے نکالے گئے دلی میں اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں جب سے آئے ہیں ایکبار میرے پاس نہیں آئے نہ میں انکے پاس گیا یہ لوگ اس لایق بھی نہیں کہ انکا نام لیجیے چہ جائیکہ مدح کیجیے۔ ہائے انوری

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح ✤ اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل ✤ غالب

ایضاً انگشتری اور خاتم دونوں ایک ہیں تمنے خاتم بمعنی نگیں باندھا یہ غلط۔ جنس وفا کس نحو کیا ترکیب ہے۔ جنس کی تحرز وفا البتہ درست ہے۔ نظر اول میں بسبب تکرر حروف اور کثرت درد و رہم کے میں نے خیال کیا ہو گا ۱۲ یہ خط لکھکر بند رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کرونگا۔ جیتم بلا دور آج اسوقت دو گھڑی دن ہے آپکا نوازشنامہ پہنچا وہ شعر جو میں نے خالی چھوڑ دیا ہے اسکو کتر کے سطر میں لکھکر بند کرتا ہوں سبحان اللہ ع دیگر نتوان گفت خمی را کہ الم ست ایں ۱۲ اسکا وزن کب درست ہے کیا فرماتے ہو غور کرو۔ بعد غور کے اسکی ناموزونی کا خود اقرار کروگے۔ شرف قزوینی کے مطلع میں ساغر غم درکشیدہ ایم۔ و دم درکشیدہ ایم۔ دوسرے شعر میں پیمانہائے زہر ستم درکشیدہ ایم۔ درکشیدن کو ربط پیمانے کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ۔ اگر زہر درکشیدن جائز ہوتا تو وہ ستم کے قافیہ کو کیوں چھوڑتا۔ تیسرے شعر میں قلم درکشیدن ہے۔ چوتھے شعر میں آب درکشیدن ہے۔ پانچویں میں سر درکشیدن ہے۔ کیا زہر پانی ہے۔ اگر بمثل زہر آب ہوتا تو روا تھا۔ سبحان اللہ یہ عبارت جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ و زہر درکشید۔ آی برادر شرف زہر کجا درکشید بلکہ پیمانۂ زہر درکشید۔ شما ہم ساغر ستم درکشید۔ ستم درکشیدن کجا و پیمانۂ غم درکشیدن کجا جیسے تو تمکو اجازت دی ہے۔ خیر رہنے دو۔ ہند میں اسکو کون سمجھیگا چاہو یوں کردو

دالی من و دل انچہ بہم درکشیدہ ایم ✤ دریکنفس دو ساغر ستم درکشیدہ ایم

غالب ۱۲ سبحان اللہ تم جانتے ہو کہ میں اب مصرع موزوں کرنے پر قادر ہوں جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو

گمان زیست بود برمنت ز بیدردی ✦ بدست مرگ دلے بدتر از گمان تو نیست

خبر شہرت تو دہی کی سند پر وہ مطلع پہنچے دو غالب ۱۲ میں ایسا جانتا ہوں کہ دراعہ بہ تشدید ہے اور وہ درع بوزن زرع اور لغت ہے ۱۲ صاحب یہ قصیدہ تمنے ایسا لکھا ہے کہ میرا دل جانتا ہے کیا کہنا ہے۔ ایک خیال رکھا کرو شعر اخیر میں کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کریں۔ ایک قصیدہ صلاح دیکر بھیج چکا ہوں اور اسی ورق پر فلانے صاحب کے باب میں تمکو ایک نصیحت کرچکا ہوں۔ ادھر سے جواب کا ہرگز خیال نرکھو اور ادھر سے اگر قصیدے کے ارسال میں دیر ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو۔ اب میرے پاس دو قصیدے ہیں ایک یا لشکر برادرم اور ایک کل آیا ہے برجا ماند و دریا ماند خوب کہے ہیں مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈھنا پڑتا ہے اگر میں تمکو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اسکے نام کا تم سے منگوا چکا ہوتا اور اس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا۔ بھائی ایک قیقہ ہے کہ لکھنے کے قابل نہیں ہاں ملاقات ہوئے پر کہہ سکتا ہوں۔ اللہ اللہ ✦

ایضاً صاحب گوہر خاور یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا میں نے صلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے جب تم صاف کر کے بھیجو گے ہم تمہارے ممدوح کو دیدینگے۔ کل تمہارا قصیدہ پہنچا میں نے دوپہر کو دیکھکر درست کیا آج پنجشنبہ ۱۳ ستمبر کو ڈاک میں بھجوا دیا۔ صاحب آج میر بادشاہ آئے تمہاری خیر و عافیت انکی زبانی معلوم ہوئی اللہ تمہیں خوش رکھے اور مجھکو تمہارے خوش رکھنے کی توفیق دے۔ ممدوح کا نام کیا لکھوں بات یہی قدر ہے کہ راہ پر ہو میں کوئی صورت کسیطرح بنتی نظر نہیں آتی ورنہ کیا تمہارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ۱۲ دراعہ کو نہ کہو کہ تشدید نہیں ہے۔ اصل لغت مشدد ہے شعرا اسکو مخفف بھی باندھتے ہیں سعدی کے مصرعے سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ دراعہ بے تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے جادہ اور دراعہ دونوں عربی لغت میں وہ دال کے تشدید سے اور یہ ر کی تشدید ہے مگر خیر جادہ و دراعہ بھی کہتے ہیں یہ کہو کہ دراعہ ہرگز نہیں ہے یہ کہو کہ دراعہ تشدید بھی جائز ہے ۱۲ غالب

ایضاً صاحب دیباچہ و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہیں ہے جیسا تمکو دیوان کا لکھ لینا کیوں روپیہ خراب کرتے ہو اور کیوں چھپواتے ہو اور اگر یوں ہی جی چاہتا ہے تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا۔

اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر میں پڑ گئے۔ تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے
میں کہاں تک دیباچہ لکھا کرونگا۔ مدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اس دیوان کے برابر ہو لینے دو۔ کچھ
قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو۔ دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جاوے دوسرے دیوان
میں اس کو بھی درج کرو۔ صاحب جہاں تقطیع میں الف نہ سمائے وہاں کیوں لکھو۔ اسد ؁

ایضاً دیدست یہ لفظ نیا بنایا ہے۔ مقصود تمہارا میں نے تو سمجھ لیا، مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھیگا۔ المعنی
فی بطن القائل کے یہی معنی ہیں۔ چشمان پر خمار و چشمان جبیا۔ ان دونوں ترکیبوں میں سے ایک لکھ لو
ان سب اشعار میں نہ عیب نہ لطف۔ دیکھو صاحب خط میں پھر وہی بیش و بیشتر کا قصہ آئی ہو چہ جرم
وجہ سبب وچہ گناہ پر جو سند لاتے ہو ؏ عشق ست و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم ۔ اسکی جگہ کیا
جاناں مددے - یاران مددے یہ تمام غزل اسطرح کی ہے۔ اگر یہ ترکیب درست ہوتی تو میں ساری غزل
کیوں نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے ؏ نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصان مجھ سے
باعث دشمنی ہے گبر و مسلمان مجھ سے ۔ غالب کہتا ہے ؏ مجھ تک کب اُنکی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں ۔ یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ڈرتا ہوں۔ یہ جملہ سارا مقدر رہتے
میرا فارسی کا دیوان جو دیکھیگا وہ جانیگا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں مگر ؏ ہر سخن وقتی و ہر نکتہ
مکانے دارد ۔ یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہیں ؏ اگر دریافتی بردہ انگشت بوس ۔ دگر
غافل شدی افسوس افسوس ۔ از اسد اللہ ۔ روز جمعہ - ۱۳ جنوری ۱۸۵۴ء ۔

ایضاً صاحب یہ قصیدہ تمنے بہت خوب لکھا ہے حق تعالیٰ شانہ اسکا تمہیں صلہ دے۔ نواب مصطفی
خانصاحب کے ہاں سے قصیدے کی رسید آ گئی یقین ہے کہ تمکو بھی وہ خط لکھیں۔ وہ یہاں آیا چاہتے
ہیں اور مجکو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہے ایسا ہے اور ایسا ہے۔ میں چند روز میں وہاں آتا ہوں
عند الملاقات اس قصیدے کے باب میں باتیں ہونگی۔ ضیاء الدین خانصاحب کا بھی مقدمہ آجکل فیصل ہوا چاہتا ہے

وہ قصیدہ میری پاس امانت ہے انکو دیا جائیگا انشاءاللہ العلی العظیم ؎ از من فراغ برد و بریدم
من از فراغ * بریدم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نومید شدم از فراغ * ۱۲

ایضاً بھائی ریمیا و سیمیا خرافات ہے اگر انکی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بوعلی سینا بھی کچھ اس باب میں لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہیں جو اشیا کی تاثیر سے تعلق رکھے وہ کیمیا اور جو اسما سے متعلق ہو وہ سیمیا ؎ جان غم سیمیا نخورد گہے * دل سوئے کیمیا نیاوردم * شعر بامعنی ہو گیا۔ یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہیں وہ حق ہے۔ کیا آگے آدمی احمق پیدا نہیں ہوتے تھے۔ زبان و زمانہ کو میں پاگل ہوں جو غلط کہوں گا۔ ہزار جگہ میں نے نظم و نثر میں زبان و زمانہ لکھا ہوگا وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا۔ سمجھو پہلا مصرع لغو۔ دوسرے مصرعہ میں نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ زا کی زے پر نقطہ نہ تھا میں نے غصہ میں لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست۔ مگر یہ فارسی بیدل نہ سمجھیں پہنے وہ مرتا ہوں مجھے سمجھاتے ہو کہ صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت مگر میں باقی کلام اہل زبان نہیں ؎ گردش چرخ استخوان سائید * اس سے بہتر یہ ہے ؎ سودہ شد استخوان ز گردش چرخ * باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہیں۔ غالب -*-

ایضاً حضرت پرسوں صبح کو تمہارے سب کاغذ ایک لفافہ میں بند کرکے ڈاک گھر بھجوا دیئے سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی اُسی دن شام کو ایک خط آپکا اور پہنچا اُسکو بھی روانہ کرتا ہوں اپنا حال تیرے کے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں ادنی بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھتا ہوں وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہوا میرا حال باور نہیں اور کسی نے جو کہدیا کہ غالب کے پانوں کا ورم اچھا ہو گیا اور اب وہ شراب اُن کو بھی پیتا ہے تو حضور نے ان باتوں کو یقین جانا۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ برسات باران میں یا پیش از طعام چاشت یا قریب شام تین گلاس پی لیتا تھا اور شراب شبانہ معمولی میں چھڑا لیتا تھا اب تین برس میں ہیں سات ہوئیں بڑی بڑی مینہ برسے پینا یکطرف ملیں بھی خیال نگزرا بلکہ آنکی شنز

کی مقدار کم ہوگئی ہے۔ پانوں کا ورم حد سے زیادہ گزر گیا۔ مادّہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھولن شروع ہوگئی حکماء جو دو تین یہاں ہیں انکی رائے ہے کہ مطابق کل سے پینکا بھرتا بندھیگا وہ پکا لائیگا تب اُس کے پھوڑنیکی تدبیر کیجائیگی۔ تلوا زخمی۔ پنڈلی زخمی اگر وہ نامرد بیدرد جھوٹا ہے تو اُسپر ہزار لعنت۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر صد ہزار لعنت ۱۲

ایضاً مرزا تفتہ یہ غلطی تمہارے کلام میں کبھی نہیں دیکھی تھی کہ شعر ناموزوں ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ اعمّ بہ تشدید لفظ عربی ہے ع دیگر نتواں گفت خصص را کہ اعمّ ست۔ مگر بحر اور ہو جاتی ہے مانا کہ فارسی نویسانِ عجم نے یوں بھی لکھا ہو کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کروگے اور پھر مصرع تمہیں بھی بحر بدل جاتی ہے۔ ناچار اس شعر کو نکال ڈالو۔ ہمیں نے تمہیں قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہیں کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مدح بشرطِ ضرورت لکھو مگر بفکر و غور ۱۲ غالب۔ ۱۶ جولائی سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً صاحب کشیدن کی جگہ درکشیدن و برکشیدن بلکہ برکشیدن کی جگہ درکشیدن نہ چاہیئے برآمدن و درآمدن کا استعمال بعض متاخرین نے عام کردیا ہے یعنی درآید سے برآید کے معنی لیئے ہیں لیکن درکشیدن اور ہے اور کشیدن اور۔ میں قریب بمرگ ہوں۔ پاؤں کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے اور کسی کا باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہیں وہ بھی گواہ ہیں کہ میں صبح سے شام شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے اشعار اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے سب کو منع کردیا۔ ایک رئیس رامپور اور ایک تم ان کی اصلاح رہ گئی۔

ایضاً حضرت آپکے سب خط پہنچے۔ سب قصیدے پہنچے۔ بعد اصلاح بھیجدیئے گئے۔ ستر برس کی عمر آلامِ روحانی۔ میں کیوں نہ کوئی باور کرے۔ امراضِ جسمانی میں کیا کلام ہے بائیں بازو میں جیسا پھر سے ورم ہے۔ کھڑے ہو نہیں رگیں پھٹنے لگتی ہیں افعالِ دماغ ناقص ہوگئے ہیں حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں قصہ مختصر ایک قصیدہ کا سابق اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونو

ایک لفافہ میں آج روانہ کرتا ہُوں۔ جمعہ ٣ر جُولائی۔ +۔

ایضاً حضرت اِس قصیدہ کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ کیا کیا شعر نکالے ہیں۔ لیکن افسوس کہ بے محل اور بیجا ہے۔ اس طرح اور اِس ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر سیب کا یا بہی کا درخت اُگ جائے۔ خدا تم کو سلامت رکھے دُکانِ نے رونق کے خریدار ہو۔ ١٢

ایضاً لو صاحب ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالہ کا جانا موقوف کیا اور بڑے گورنر کا دربار خلعت اور وقت پر موقوف رکھّا۔ بیمار ہوں ہات پر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار ہو گیا ہے۔ دیکھیئے انجامِ کار کیا ہوتا ہے۔ غالب ١٢

ایضاً تمکو معلوم ہے کہ ایک ممدوح تمہارے ہاں آئے ہیں۔ اُنکو مَیں نے تمہاری فکر اور تلاش کا مدّاح پایا۔ جنوری ١٨٦٢ء میں تحفہ تمہاری خدمت میں بھیجیں گے۔ تمکو قبول کرنا ہوگا سمجھے! یہ کون ؟ یعنی نواب مصطفےٰ خاں صاحب۔ اور دوسرے ممدوح یعنی نواب ضیاء الدّین خاں وہ آخرِ دسمبر ١٨٦١ء میں یا اوائل جنوری ١٨٦٢ء میں حاضر ہوں گے۔ +۔

ایضاً لاحول ولا قوۃ۔ کس ملعون نے بسبب ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی۔ اگر مَیں شعر سے بیزار ہُوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار۔ مَیں نے تو بطریق فہر درویش بجانِ درویش لکھّا تھا۔ جیسے اچھی جورو بڑے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہے ١٢

ایضاً میرزا تفتہ کیا کہنا ہے تمہاری کیا بات ہے غالب کا مدّاح شائستہ صد ہزار آفرین و تحسین سزاوار صد نفرین ١٢

ایضاً صاحب تمنی تن تن کا ذکر کیوں کیا۔ مَیں نے اس باب میں کچھ لکھا تھا۔ تن تن اور تنتنا ہوتا ہے تار کے ہندی و فارسی میں مشترک۔ بَنیا اور اامن کے لکھنے کو مَیں نے منع ہرگز نہیں کیا شوق سے لکھو یہ تم کو لکھا تھا کہ بَنیا مخفف بنی بخش اور اامن متعلق بہ اام ہے مشتقات میں سے سکو تصور نہ کرو قاعدہ اِن اشتقاق

تم نہیں سمجھے ''ایوا'' کے جتنے شعر تم نے لکھے ہیں سب مانع ہیں ایوا کے اور سند ایوائے کی موسوی خاں نے بجنسہٖ ضرورتِ شعر ایوا لکھا ہے تہمتن بروزن قلمزن ہے فردوسی نے سو جگہ شاہنامہ میں تہمتن بسکون ہائے ہوز لکھا ہے تحسین کیا اس لغت کی دو صورتیں قرار دیں یا گئیں لاحول ولا قوۃ لغت وہی بحرکت ہائے ہوز ہے کسقدر کلام کو طول دیا صاحب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سے لکھی تم نے ہرگز اعتبار نہ کیا۔ ایوا کو الگ ہی سمجھے مصیبتاہ کو جدا ہی سمجھے۔ بھلا میری قول کو گزشتہ سمجھتے ہو۔ نرا مصیبتاہ یا حسرتاہ برہان قاطع میں یا بہار عجم میں ہمکو دکھا دو۔ وہی ادا ہے کہ جب اسکے بعد مصیبتا یا حسرتا یا ویلا آتا ہے تو تحتانی کو حذف کر کے واویلا وغیرہ لکھتے ہیں۔ چاہو یوں واویلا لکھو۔ چاہو واویلا لکھو چاہو آخر میں ہائے ہوز لکھو جیسا کہ وامصیبتاہ۔ چاہو بے ہائے ہوز وامصیبتا۔ اور یہی حال ہے حسرتا و دردا و تاسف و دریغ کا جہاں اے کے ساتھ وامصیبتا پاؤ وہاں اے کو حرفِ ندا اور منادی یعنی ہمنشین اور ہمدم کو مقدر سمجھو۔ فرہنگ لکھنے والوں نے اشعارِ قدما میں تو کہیں کہیں اپنا قیاس دوڑا کر اسکی حقیقت ٹھیرالی۔ کہیں انکا قیاس غلط کہیں صحیح۔ سو تمہیں وکتی ایسا کج فہم ہے کہ اسکا قیاس سو لغت میں شاید دس جگہ صحیح ہو۔ میں نے تو صاف لکھدیا تھا کہ موسوی خاں کے شعر کی سند پر ایوا کو رہنے دو مگر صاحب کے شعر میں ایوا کو الگ اور مصیبتاہ کو جدا نہ سمجھو۔ تمہارے قیاس نے پھر تمہیں کہیں کا کہیں پھینکا اور تم نے بھی کہا کہ صاحب نے ایوا لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالب ۔۔

ایضاً سچ ہے اگر آپ استاد کا مصرع نہ لکھتے تو میں بروئے استادی رنگ کو کہاں سے سمجھتا ع براز من نصیحتگرے بایدت * چند انم پس از من چہ پیش آیدت * میں نے جو لکھا کہ میں اچھا ہوں اُسکو آپ سچ سمجھکر خدا کا شکر بجا لائیے۔ وہ جو میں نے لکھا تھا کہ شدتِ مرض کا بیان مبالغۂ شاعرانہ ہے اسکو بھی آپ نے سچ جانا ہوگا حالانکہ یہ دونوں کلمے ازراہِ طنز تھے۔ میں جھوٹ سے بیزار ہوں اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہوں کبھی جھوٹ نہیں بولتا جب تم نے کسطرح بیانِ واقعی کو باور نہ کیا تو میں نے تمہیں لکھ بھیجا کہ اچھا ہوں اور یہ کلمہ تمہیں میں نے جب لکھا ہے کہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک دم میں دم اور ہاتھ میں جنبشِ قلم ہے جب تک موج

اصلاح خیال میں آسکتا ہے آج جو تمھارا دفتر پہنچیگا اسکو کل روانہ کردیا کرونگا مجملاً حال میرا یہ ہے کہ قریب مرگ ہوں۔ دونوں ہاتوں میں پھوڑی پانوں میں ورم نہ وہ اچھے ہوتے ہیں نہ یہ رفع ہوتا ہے بیٹھ نہیں سکتا۔ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ کل تمھارا دو ورقہ آیا آج صبحکو لیٹے لیٹے اسکو دیکھ کر تمہیں بھجوایا۔ زنہار تم مجھے تندرست نہ سمجھ جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایکدن سے زیادہ توقف نہ کرونگا۔ قریب بمرگ ہوں تو بلا سے۔ غالب صبح پنجشنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۶۳ع۔

ایضاً صاحب قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہے پھر استاد کے شعر تضمین کیوں کی؟ نہ اسکی کچھ حاجت نہ اسمیں کوئی افزایش حسن تمہاری۔ ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھدیا ہے تاکہ مقطع کلام ہوجائے۔ پہلا قصیدہ تمہارا برادرم کی ازدحام سست ہے اسکو تم نے منظور کیا اگر نظر ثانی میں جو شعر قابل رکھنے کی ہونگے وہ لکھکر تمکو بھیجدینگے بالفعل ایک شعر کی قباحت تمہیں جتاتا ہوں تاکہ آئندہ اس بالغرض سے احتراز کرو ~ نور سعادت از جبہ قاصدم چکید ~ یہ کیا ترکیب ہے جبہ بروزن چشمہ ہے یعنی دونوں ہائے ہوز ہیں جبہ قاصد ایک ہائے ہوز کہاں گئی ~ ہر کجا چشمہ بود شیریں ~ چشمہ کو چشم چشمہ لکھتے ہو۔ یہ بات ہمیشہ کو یاد رہے اتنے بڑے مشاق ہو ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہے۔ میاں ~ برگ دنیا نہ ساز و نیش بود ~ یہ کوئی لغت نہیں ایک لفظ نہیں کہ کسی فرہنگ میں سے نکل آئے یہ طرز تحریر ہے کسکو یاد ہے کہ اسکا نظیر کہاں موجود ہے۔ اس سے قطع نظر وہ شخص ایسا کہاں کا فارسی دان اور عالم کہ میں لڑکوں کیطرح بیت بحثی کروں۔ دو جوتیاں آپ لگادیں ایک جوتی تم سے لگوا دی اب قطع نظر کرو اور سکوت اختیار فرماؤ میں برہان کا خاکا اڑا رہا ہوں چار شربت اور غیاث اللغات کو حیض کا لتہ سمجھتا ہوں ایسے گمنام چھوکروں سے کیا مقابلہ کرونگا۔ برہان قاطع کے اغلاط بہت نکالی ہیں نو جزو کا ایک رسالہ لکھا ہے اسکا نام قاطع برہان رکھا ہے اب اسکے چھاپے کی فکر ہے اگر یہ مدعا حاصل ہوگیا تو ایک جلد چھاپے کی تمکو بھیجدونگا ورنہ کاتب سے نقل کروا کر قلمی ایک جلد بھیجدونگا۔ بہت شوو مند نسخہ ہے۔

اِس قصیدۂ متبرکہ کو موافق صلاح کے اس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کر کے اور جو مطالب اس کاغذ پر مرقوم ہیں اُنکو حافظہ کے سپرد کر کے اِس ورق کو پھاڑ ڈالو اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہمکو بہت پسند آیا ہے

ایضاً صاحب تمہارے یہ اوراق سکندر آباد سے دلی اور دلی سے یہاں پہنچے۔ یقین ہے کہ رامپور سے میرے بھیجے ہوئے سکندر آباد پہنچے ہونگے سوائے ایک مصرعہ کے مجھکو اور جگہ کی اصلاح یاد نہیں تم جو اپنے فرزند کو ناشناسائے مزاج روزگار کہتے ہو خود ہمیں اُس سے کیا کم ہو پہلے تو یہ بتاؤ کہ رامپور میں مجھکو کون نہیں جانتا کہاں مولوی وجیہ الزماں صاحب کہاں میں اُنکا مسکن میرے مسکن سے دُور پھر در دولت رئیس کہاں اور میں کہاں چار دن والیِ شہر نے اپنی کوٹھی میں اُتارا۔ میں نے مکان جداگانہ مانگا دو تین حویلیاں برابر برابر مجھکو عطا ہوئیں اب اُنہیں میں رہتا ہوں بحسب اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دِلّی سے خط چلے آتے ہیں صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلّہ اور عُرف کی حاجت نہیں بلکہ در دولت اور مولوی صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے۔ دوسری بات جو تم نے لکھی ہے وہ بھی مطابق واقع و مناسب حال نہیں اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بُلا لوں گا۔ غالب۔

ایضاً صاحب واقعی سُداب کا ذکر کتب طبی میں بھی ہے اور عرفی کے ہاں بھی ہے تمہارے ہاں اچھا نہیں بندھا تھا اسواسطے کاٹ دیا۔ تراب کون سا لفظ غریب ہے جسکو اسطرح پوچھتے ہو۔ خاقانی کے کلام میں اور اساتذہ کے کلام میں ہزار جگہ آیا ہے۔ تراب اور سُداب دونوں لغت عربی الاصل صحیح ہیں۔ غالب

ایضاً ۔ دل بسے اعذار بود نماند ۔ در نظر ہا بہار بود و نماند ۔ اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور محذوف کر دوگے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر بلیغ ہو جائیگا۔ میری جان جو خجالت کہ مجھکو تم سے ہے شاید بسبب عبادت کرنیکے قیامت میں خدا سے بھی نہ ہوگی اور بسبب خلاف شرع کرنیکے پیغمبر سے بھی نہ ہوگی مگر خدا ہی جانتا ہے جو میرا حال ہے۔ مرگِ ناگاہ کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا تفتہ صاحب اس قصیدہ کے بابت بہت باتیں آپکی خدمت میں عرض کرنی ہیں

پہلے تو یہ خنجر را و گوہر را کو تمنے از قسم تنافر سمجھا اور اُن اشعار اساتذہ سند لائے یہ خدشہ نہیں پیدا ہوتا مگر لڑکوں کے اور مبتدیوں کے دلمیں سلیم ؎ شہر بنقل نخواہد گیر ساغر را * کہ احتیاج شکر نیست شیر و ماہ را یہ غزل شاہجہاں کے عہد کی طرحی ہے۔ صائب قدسی شعرای ہند نے اسپر غزلیں لکھی ہیں دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیوں اڑا دو۔ ضیاء الدین احمد خاں نام ہے۔ ہندی میں رخشاں تخلص فارسی میں نیر تخلص ؎ ہمانا نیر رخشاں ضیاء الدین احمد خاں * دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرع ہے یہ نہ کہنا کہ شعرا ممدوح کا نام ننگا لکھ جاتے ہیں وہ بسبب ضرورت شعر ہے جس بحر میں پورا نام آ سکے اسمیں شوق سے لکھو جائز روا مستحسن جس بحر میں نام ممدوح کا درست آ سکے اسمیں فروگذاشت کیوں کرو۔ دوشنبہ

ایضاً میں تمکو خط بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا کل ایک رقعہ میرے پاس آیا کوئی صاحب عطاء اللہ خاں اور نامی تخلص کرتے ہیں خدا جانے کہاں ہیں اور کون ہیں ایک دوست نے وہ رقعہ میرے پاس بھیجا میں نے اسکا جواب لکھکر اُسی دوست کے پاس بھیجدیا۔ تمکو رقعہ بھیجتا ہوں پڑھ کر حال معلوم کروگے تمہارے شعر میں جو تردد تھا اُسکا جواب میں نے یہ لکھا ہے تمکو بھی معلوم رہے ؎ رفت آنچہ بمنصور شنیدی تو و من ہم * اے دل سخنے ہست نگہدار زباں را * تردد یہ کہ آنچہ بمنصور رفت نہیں دیکھا۔ آنچہ بر منصور رفت درست ہے۔ جواب باء موحدہ علی کے معنی بھی دیتی ہے پس جو کچھ بر سے مراد تھی وہ باء موحدہ سے حاصل ہو گئی اور اگر باء موحدہ کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہے نظیری کہتا ہے ؎ شادی کہ غلبن بکشتی ز غم میزنی * ور شہر این معاملہ باہر گدا رود * اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں معاملہ ہے اور اس شعر میں معاملہ کا لفظ نہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہے نظیری کے ہاں معاملہ مذکور ہے اور تفتہ کے ہاں مقدر ہے رفت کا صلہ اور تعدیہ باء موحدہ کیساتھ دونوں جگہ ہے والسلام۔ اسد اللہ *

ایضاً صاحب دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو وہی بیش و بیشتر کا قصہ نکلا۔ غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے یاد رکھو یاے تحتانی تین طرح پر ہے جزو کلمہ ؎ ہمائے بیسر مرغاں ازاں شرف دارد * اسکے تامہ تمام لو عقل گرہ کشائی را یہ ساری غزل اور مثل اسکے جہاں یاے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے اسپر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے

صرف اضافت کا کسرہ ہے ہمزہ وہاں بھی مخل ہے جیسے آسیائے چرخ یا آشنائے قدیم۔ توصیفی اضافی بیانی
کسی طرح کا کسرہ ہو ہمزہ نہیں چاہتا۔ خدائے توشوم رہنمائے توشوم یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسری دو طرح پر
ہے یا مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دوسری طرح توحیدی تنکیری وہ مجہول ہوگی مثلاً مصدری آشنائی
یہاں ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور۔ توحیدی آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہاں
جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہاؤ گے ۱۲ نیم گناہ و نیم نگاہ و نیم ناز۔ یہ روزمرہ اہل زبان ہے نیم بمعنی
اندک ورنہ گناہ کا آدھا اور نگاہ کی ادھواڑ۔ اور ناز کا آدھا یہ مہملات میں ہے۔ ان چیزوں کا مٹا صفحہ
کیا اگر تمکو نیم گناہ پسند نہیں تازہ گناہ رہنے دو ۱۲ خستہ بستہ تازہ غازہ خانہ دانہ آوارہ بیچارہ روزہ
یوزہ ہزار لفظ ہیں کہ انکے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اسکی علامت کیواسطے ہمزہ لکھدیتے ہیں۔
زرہ۔ گرہ۔ کلاہ۔ شاہ۔ آگاہ۔ آگہ۔ صبحگاہ۔ صبحگہ ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے
تو زرہی۔ گرہی۔ کلاہی۔ شاہی۔ آگاہی۔ آگہی۔ گاہے۔ گہے۔ لکھدیتے ہیں ۱۲ غالب

ایضاً صاحب و سراپا رسل جسکو تم نے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہ نہ تحریر سطور کا پیچ و
تاب سمجھ میں آتا ہے تمنے الگ الگ دو دو ورقے پر کیوں نہ لکھا اور چھدرا چھدرا کیوں نہ لکھا۔ ایک آدھ دو ورقہ
زیادہ ہوجاتا تو ہوجاتا۔ بہرحال اب مجھے چھٹتے پڑے ہیں سوالات۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ
چڑھے اور رہ جائے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا۔ بلا ریبا ہی اسمیں تامل کیا ہے
لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے۔ ربا اسکا مخفف ہے ۱۲ خارہا در رہش افشانم کہ چوں خواہد شدن ۱۲
بہت خوب اور معقول۔ میں اسوقت خدا جانے کس خیال میں تھا۔ چوں خواہد شدن و کنوں چہ خواہد شد
دو ردیف و قافیہ سمجھا تھا لفظ بے پیر تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے جب میں اشعار
اردو میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا تو تمکو فارسی شعر میں کیونکر اجازت دونگا۔ میرزا جلال اسیر
علیہ الرحمۃ مختار ہیں اور انکا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط

کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے ۱۲ شست لستن جب ظہوری کے
ہاں ہے تو باندھئے یہ روزمرہ ہے اور ہم روزمرہ میں انکے پیرو ہیں بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحب
زبان ہونے میں اسیر بھی ظہوری سے کم نہیں ۱۲ ص زاہدا این سخت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی +
حق عفوست گنا ہے شدہ ام تا چہ شود + پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی - ترا چہ شد سوال
ہو سکتا ہے - پھر گنا ہے شدہ ام یہ جواب مہمل - گناہے کردہ ام جواب ہو سکتا ہے یہاں تم کہو گے کہ ہمہ تن گناہ
یا سراپا گناہ یا سراسر گناہ شدہ ام - یہ جواب اُس حج اب سے سراسر بے ربط ہے جبتک ہمہ تن گناہ نہ ہو معنی نہیں بنتے
ہرگز ہرگز - اصلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمہارا ہی ہا اور ٹکسال کے موافق ہو گیا عجب ہے تمسے کہ صرف شدہ
ام اور تا چہ شود - کے پیوند میں الجھ کر حقیقت معنی سے غافل ہے ص باز از دل خود از چنین کارے آزار چہ
بیکسی دلم را + اہلی نے زبردستی کی ہے مگر ہاں اُسنے ایک وجہ ٹھہرا لی ہے یعنی آزردن مصدر اور آزارد مضارع
اور آزار امر اور امر بمعنی اسم جامد آتا ہے اور اسم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہے خیر جینے دو ۱۲ ص گند
آن آہوے وحشی زبرم فروارم + یہ شعر مولید میر کے کلام کا ہے - بردارم و زردارم و بردارم و فرودارم
یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہیں - الف ممدودہ کہیں نہیں - ہاں بودارد و رودارد و فرودارد تمہارے عقیدہ
کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر استاد کا نہیں مشائخ میں سے ایک بزرگ تھے مولانا علاء الدین ص ما یقمان گوئے ہے
ولداریم + یہ ترجیع بند اُنہیں کا ہے - ان کو فقر و فنا و سیر و سلوک میں سمجھنا چاہیئے نہ انداز کلام میں
پر مور بست شمشیر سے کہ بر موے میاں دارد + بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہیں ہو سکتا
یہ تو ایک مضمون ہے کمر مور - و تلوار - پر مور وجہ تشبیہ علاقہ پر مور با مور مانند علاقہ شمشیر با میان - نزاکت
وجہ تشبیہ کبھی نہیں انصاف شرط ہے تلوار کی خوبی تیزی ہے یا نازکی ہے دھوکا نہ کھاؤ اور تلوار کو نازک
باندھو - خوبیں اور تلوار میں مناسبت نہیں پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اٹھاؤ ۱۲ میاں خمیدن
بھی صحیح اور چمیدن بھی صحیح - اسمیں کسکو تردد ہے مگر لغت اور محاورہ اور اصطلاح میں قیاس کا دخل نہیں چلتا

ہندوستان کے باتونی لوگوں کو چم و چمم بولتے سنا ہے آجتک کسی نظم و نثر فارسی میں یہ لفظ نہیں دیکھا لفظ بیار مجکو بھی پسند مگر کیا کروں جو اپنے پیشواؤں سے نہ سنا ہو اسکو کیونکر صحیح جانوں۔ چمید صیغہ ماضی کا ہے چمیدن سے اور چمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور مسلّم۔ چمد مضارع۔ چم امر۔ اسمیں کیا گفتگو ہے کلام خم و چم میں ہے سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر انکا جواب لکھ دیا اب اشعار کو دیکھتا ہوں خدا کرے مجھسے کوئی سوال باقی نہ رہگیا ہو اور تم بھی جب ان اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہجائے۔ غرض یہ ہے کہ اب پھر اسطرح کبھی نہ لکھنا میں بہت گھبراتا ہوں خمیدست و رسیدست میں نرفی دست یہ قافیہ درست ہے مگر ست کا الف سب جگہ اڑا دو اور یاد رہے کہ صرف سین تے کافی ہے الف ضرور نہیں ۱۲ غالب ۔ ٭ ۔

ایضاً حضرت اس غزل میں پروانہ و پیمانہ و بتخانہ۔ تین قافیے اصلی ہیں۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پاکر ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے اسکو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجئے۔ باقی غلامانہ و مستانہ و مردانہ و ترکانہ و دلیرانہ و شکرانہ سب ناجائز و نامستحسن ایطا۔ اور ایطا بھی قبیح۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہیں قافیوں میں ایطا کا حال تمکو لکھ چکا ہوں۔ اور پھر تمنے غزل بنی انہیں قوافی پر رکھی۔ کاشانہ و شانہ و افسانہ و جانانہ و فرزانہ یہ قافیے کیوں ترک کیے یاد رہے ساری غزل میں مردانہ یا مستانہ یا انکے نظائر میں سے ایک جگہ آوے دوسری بیت میں زنہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل لکھکر بھیجو تا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب ۔ ٭ ۔

بنام ماسٹر پیارے لال

ایک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز ٭ چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا ٭

پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ورنہ حلبی آئینوں میں جوہر کہاں اور ان کو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کروگے بے شبہ پہلے ایک لکیر پڑیگی۔ اسکو الف صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم تو اب اس مفہوم کو سمجھیے

چاک کرتا ہوں میں جیب کو گریباں سمجھا۔ یعنی ابتدائے سن تمیز سے مشق جنوں ہے اب تک کمال فن نہیں حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہیں ہو گیا۔ بس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہے سو ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاک جیب آثار جنوں میں سے ہے ۱۲ غالب۔

بنام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحب زادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا جو آپکی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اُسکا جواب لیجیے اور جو نہیں وہ مطابق میرے التماس کے مجھے سمجھا دیجیے عماد و عماید شعرائے قدیم میں سے ہے اُسی کے پانسات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ پاے سر تا نشود راہ تو رفتن نتواں * جز بجاروب مژہ کوئے تو رفتن نتواں * پہلے مصرع میں ر مفتوح اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں گفتن و شُفتن وغیرہ قافیہ میں اُستاد و مصرعین حرکت ما قبل روی مختلف لایا۔ اگر میں نے پچاس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا معترض صاحب استاد بیدل و نظیری کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے۔ یہ دستور میرا نکالا ہوا نہیں قدیم سے ہے۔ بندہ نواز میں نے لکھا کہ مؤید برہان میرے پاس آ گئی ہے اور میں اُسکے اعتراضات کے جواب نشان صفحہ و سطر ایک نسخہ علیحدہ لکھ رہا ہوں۔ بعد اتمام نگارش تمہارے پاس اس مراد سے بھیجونگا کہ تم ازراہ عنایت مؤید کا جواب لکھے میری نگارش جو پسند آئے اسکو بھی جابجا درج کر دو تمنے اس درخواست کا جواب ہاں نا کچھ نہ لکھا اب عنایت فرما کر ان تینوں کا جواب لکھیے اور ضرور لکھیے۔ میاں محمد میراں کو دعا۔ ۱۸ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً

اے عتاب بہ عنایت مشتمل۔ آپکا خط حاوی حل شبہات جسدن پہنچا اُسکے دوسرے دن جواب لکھکر بھیجدیا۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے دو شعروں کے باب میں کچھ تقریر درج ہوئی۔ دو تین شعروں میں تمہاری رائے مسلم رہی باوجود فقدان حافظہ و استیلائے نسیان ایک مصرع کا

بدلا ہوا لفظ یاد ہے ؎ چہ غرہ غرہ پیشانی سمند عمر + بدل سے چہ غرغرہ پیشانی لگا ور عمر + دوسرا بدل
اسیقدر یاد رہ گیا ہے کہ شبگرد گران رکاب + کچھ اسیطرح کے دو لفظ تھے۔ بے داد عاطفہ کچھ تقدم و
تاخر ہو گیا ہے۔ ۱۲ صبح شنبہ ۳ ذی الحجہ مطابق یکم مئی۔ سال حال ۱۲ غالب

ایضاً حضرت مولوی صاحب میں برس دن سے بیمار۔ اور تین مہینے سے صاحب فراش ہوں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت
مفقود۔ پھوڑوں سے بدن لالہ زار۔ پوست سے ہڈیاں نمودار۔ پھوڑے ایسے جیسے انگارے سلگتے ہیں اعضا کے
دس جگہ پھائے لگتے ہیں ضعف و ناتوانی علاوہ۔ سوز غمہای نہانی علاوہ۔ صنعت سہل ممتنع میں
نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا۔ کچھ قدر دانی نفرمائی۔ رد فرقہ وہابیہ میں ایک مثنوی جو سابق میں لکھی
تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی اب سنتا ہوں کہ مولوی غلام امام شہید شاگرد قتیل وہاں کوس
انا ولا غیری بجا رہے ہیں اور سخن ناشناسوں کو اپنا زور طبع دکھا رہے ہیں ایک کم ستر ۶۹ برس کی میری عمر ہوئی
سوائے شہرت کے فن شعر کا کچھ پھل نہ پایا۔ فرمانروایان عصر معتقد ہوئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا تحسین و
مرحبا کا شور سامعہ فرسا ہوا خیر ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا مختار الملک نے یہ بھی نکیا نہ مدح
کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے۔ محی الدولہ سے اور کچھ نہیں کہتا
مگر یہ خدا سمجھے ۱۲ کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھتا ہوں
؎ دیدیم گل و لالہ چہار رنگ آوردہ + فقیر کے نزدیک دیدیم زائد اگر یوں ہو تو بہتر ہے ؎
ہر یک زگل و لالہ الخ + باشد شفقے کان بلب لعل تو ماند + گر چرخ بکام دل ما رنگ بر آورد + باشد بے محل
بمعنی ہے اگر اسکی جگہ آرد ہو تو بہتر + مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور آورد ماضی کا۔ آورد فاعل دونوں فعل کا چرخ
ہر چند اساتذہ نے یوں بھی لکھا ہے مگر فارسی گویان ہند نہ مانینگے۔ بس اس شعر کو یوں لکھنا چاہیئے ؎
حاشا کہ شفق مثل لب لعل تو باشد + کے چرخ بکام دل ما رنگ بر آورد +
؎ خون شد دل غمدیدہ الخ یہ شعر ہموار ہے نہ صاد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج ۴ اور ۵۔ یہ دو شعر

واہ کیا کہنا ہے ؂ ای ہلِ ورع الخ یہ بھی ہموار ہے نہ صاد چاہتا ہے نہ اصلاح ؂

گوئی کہ زباں در دہنم برگِ حنا بوُد ٭ تا بوسہ زدم آں کفِ پا رنگ آورُد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہیں۔ زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ زبان برگِ حنا بن گئی تو بوسے سے کفِ پا کیوں حنائی ہو جائے ؂

گوئی دہنم لب زرگ برگ حنا داشت ٭ تا بوسہ زدم آن کف پا رنگ آورد

مقطع اور اُسکے اوپر کا شعر دونوں اچھے۔ اب آپ اِس خط کی رسید لکھیئے اور اہمیں غلام امام شہید کا حال مفصل لکھیئے کہ انکی وہاں کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یوں کہتا تھا کہ مختار الملک نے مُنہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چار سو روپیہ مہینا سرکار جناب عالی سے مقرر کروا دیا ہے۔ روز چہارشنبہ۔ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۶۳ع ٭

ایضاً صبح شنبہ۔ ۱۳۔ صفر سال غفر۔ صاحب میں تمکو اخوان الصفا میں گنتا ہوں اپنا نور نظر و لخت جگر جانتا ہوں۔ دیکھو تمپر مجکو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبط راز نہیں کرسکتا اور تمسے رازداری اور امانت میں استواری چاہتا ہوں ۱۲ قصیدہ و غزل میں حیلہ و تحسین یا قتضائے بخت و قسمت ہے نہ باندازہ ارزش کلام ۱۲ ممدوح سخن فہم ہوتا تو تجکو متوسط کے تساہل کا وہم ہوتا اغنیا کو نہ مذاق شعر سے نسبت نہ مطالعہ اشعار کی فرصت متوسط نے بقدر وسع سلسلہ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدر دانی کی ۱۲ مولوی غلام غوث خاں بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خاص الاخلاص ہیں۔ ہرگز انکو مدعی سے تلمذ نہیں البتہ اسکو خوشگو جانتے ہیں اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میر امقابلہ کریں اور قاطع برہان کا جواب لکھیں ؂ ہاحل ست آنچہ مدعی گوید ٭ مدعی اپنے زعم میں مجکو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے میں امیر علی شیر جیسا محتسب اور مولوی جامی جیسا مفتی کہاں سے لاؤں جو تنبیہ کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور او

سخندان ہو۔ اور یقین ہے کہ قلمرو ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہونگے کہ میر اور مدعی کے مرتبہ کو ممیز ہو سکیں گے
ع ہست بادہ شد فلک ساغر آفتاب ۔ خالصاً للہ فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے یہ
شخص ظرف کو مظروف اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے اسکو کون مسلم رکھے گا اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ
ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ ہیں وجہ شبہ شرط ہے آفتاب ساغر میں تدویر وجہ شبہ ہے شراب اور فلک میں
وجہ تشبیہ کہاں ۱۲ میں اپنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دوں قدردانی کیونکر کہوں
قدرافزائی کرتے ہو۔ دوستانہ نہ استادانہ۔ جو خیال میں آئیگا کہا جائیگا اگر آپنے اس روش کا یعنی
استصلاح کا التزام کیا ہے تو جبتک کہ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے مالکت فیہ
شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیج دوگے میں بکمال طیب خاطر اسکو دیکھ کر بھیجدونگا
استجازت کیا ضرور ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً صاحب پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے وہ فرد میں خوب آ گیا ہے
مطلع ثانی بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ ورنہ کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندھ گیا تیسرا شعر
الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہوگیا۔ جو شعر بے تصرف بدستور رہا اسکا ذکر کچھ ضرور نہیں ساقی ابھی
چھینی چھینی الخ لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کی زبان نہ گوش زد۔ غربال کو چھلنی کہتے ہیں جسکی فارسی پرویزن
ہے اور جس کپڑے میں سالات کو چھانتیں فارسی اسکی لاے پالا اور اردو صافی ہے بنا بر معروض
سرا سر ہوا اٹھا یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے جس طرح چاہو رہنے دو۔ مرنیکا میرے وقت مقرر
نہ ہوا تھا تقرر وقت مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے مگر ہاں تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جائے۔ مقطع میری پسند
نہیں ہے تیر سحر کی قسم اسکو نہ رکھو۔ اور مقطع لکھ لو ۱۲ غالب۔ سہ شنبہ ۱۷ نومبر ۱۸۶۳ع

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق المتخلص سیاح

منشی جمیع سعادت و اقبال نشاں سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو دعا۔ صاحب

وہم اور چیز ہے اور احتیاط اور چیز ہے۔ کارپردازانِ ڈاک میری خطوط کے ٹکٹ کبھی دبائیں گے اور میرے خطوط کبھی تلف نہ ہونگے آدہ آنہ کی جگہ دوست کا ایک آنہ کیوں کھوؤں ۱۲ گلشن بعض کے نزدیک مؤنث اور بعض کے نزدیک مذکر ہے۔ قلم، وہی خلعت انکا بھی حال ہے کوئی مؤنث کوئی مذکر بولتا ہے میرے نزدیک بھی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر کہو چاہو مؤنث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہے۔ کہتا ہے بھائی جہاں الف دبتا ہے میرے کلیجے میں ایک تیر لگتا ہے۔ کھٹتا ہے۔ گلشن بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر میں نے رکھتی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔ پھلکی یا پھلکا تنہا بمعنی مخصوص ہے۔ ہلکی پھلکی ہلکا پھلکا یوں آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور یہ جو پھلکا پتلی چپاتی کو کہتے ہیں یہ دوسرا لغت ہے پھلکے کبھی کوئی نہ بولیگا۔ پانی والی حقہ وقہ یوں کہیں گے۔ بڑوالی اور بڑاوقہ نہ کہیں گے۔ ہلکا پھلکا۔ ہلکی پھلکی کہینگے سبک چیز کو بڑا پھلکا یا بڑی پھلکی نہ کہینگے۔ تذکیر و تانیث کی باب میں میرزا رجب علی بیگ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور جتنے ہوں حروف بھی اُنسے پوچھ لیا کرو ۱۲ غالب +

ایضاً بھائی ہم نے تمکو یہ نہیں کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ اور اپنا کلام انکو دکھاؤ ہم نے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو اُنسے پوچھ لیا کرو۔ دکھن بنگالی کے رہنے والوں کو اس امر خاص میں دلی لکھنؤ کے رہنے والوں کا تتبع ضرور ہے ۱۲ ایک قاعدہ تمکو معلوم ہے عین کا حرف فارسی میں نہیں آتا جس لغت میں عین ہو اسکو سمجھنا کہ عربی ہے بعد معلوم ہونے اس قاعدہ کے یہ سمجھو کہ غربال غین نقطہ دار مکسور اور را قرشت اور بای موحدہ اور لام یہ لغت فارسی ہے ہندی اسکی چھلنی اور مرادف اسکے پرویزن یعنی فارسی میں چھلنی کو غربال اور پرویزن کہتے ہیں۔ اور چھلنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکو کوئی نہ جانے۔ رہا عربال یا عِربال عین سعفص اور یای تحتانی سے فصیح و غیر فصیح کیا بلکہ غلط محض و محض غلط ہے۔ ہاں اگر عربی میں چھلنی کو عربال کہتے ہوں تو فارسی غربال اور عربی عربال۔ مگر ایسا گمان کرتا ہوں کہ عربال کا عربی میں کچھ پتہ ہوا نام ہوگا عربال کہتے ہونگے۔ اب تم سنو

فنِ لغت میں ایک امر ہے کہ اسکو تصحیف کہتے ہیں یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطوں میں فرق جیسا کہ سعدی بوستان میں کہتا ہے ؎

مرا بوسہ گفتا بتصحیف دہ ✤ کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ

توشہ و بوسہ و نوشہ۔ یہ تین لفظ مصحف ہمدگر ہیں۔ حالانکہ معانی میں وہ فرق کہ جیسا زمین اور آسمان میں۔ توشہ ترجمہ زاد کا۔ بوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ نوشہ اسم دولہ کا۔ صاحبانِ فرہنگ میں برہان قاطع والا تصحیف میں بہت مبتلا ہے۔ گرزا اور گزر خرپزہ اور خربزہ کہتا ہے کہ سدا بہ سین سعفص لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدا بہ صاد تعریب ہے جو لغات تے میں لکھے ہیں انہیں کے لغات کو طوے میں لکھتا ہے حالانکہ جسطرح عین فارسی میں نہیں ہے طوے بھی نہیں ہے۔ مثلاً تشت لغت فارسی الاصل ہے۔ املا اسکی طوے سے غلط ہے۔ برہان قاطع والا اسکو تے سے بھی لایا اور طوے سے بھی۔ محققین جانتے ہیں کہ صدا بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہے نہ معرب۔ اور سدا سین سے ہرگز فارسی میں آواز کو نہیں کہتے۔ ہاں اردو کے محاورہ میں بمعنے ہمیشہ کے مستعمل ہے۔ قصہ کوتاہ غربال بمعنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے اور غربال اگر کسی اور فرہنگ عربی میں مثل قاموس اور صراح وغیرہ کے بمعنی چھلنی کے نکلے تو اسکو مانو ورنہ یہ برہان قاطع والے کی خرافات میں سے ہے۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ ۲۷ فروری

ایضاً منشی صاحب تمہارے خط پہنچنے کی تمکو اطلاع دیتا ہوں اور مطالب مستفسرہ کا جواب لکھتا ہوں اور اپنے دوست روحانی مرزا رجب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہوں کہیئے گا بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجیئگا ۱۲ بعض لوگ آن بان بولتے ہیں مگر فقیر کے نزدیک آن تان صحیح ہے اور یہی فصیح ہے ۱۲ ترپہنی لیکن لفظ مشہور ہے اور یہ اسکا مخفف ہے ایسیں شاید کسی کو کلام نہ ہو۔ کوئی اور لکھے یا نہ لکھے میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ

آیا ہوگا ۱۲ مجکو بنگالہ سے آئے ۳۲-۳۳ برس ہوئے بہت احباب مر گئے - بہت متفرق ہو گئے
اب ایسا وہاں کوئی نہیں جس سے ارسال رسائل کی رسم و راہ ہو ۱۲ صاحب وہ شعر جسکو تمنے پوچھا ہے یہ ہے ؎

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو   کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آ گئے ہیں وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہوں ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایسا جواب   آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی
گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں   کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

دیکھو یہ پر کا مخفف ہے یعنی لیکن ۱۲ بنارس کا کیا کہنا ہے ایسا شہر کہاں پیدا ہوتا ہے انتہائے جوانی میں میرا وہاں جانا ہوا - اگر اس موسم میں جوان ہوتا تو وہیں رہ جاتا اور ادھر کو نہ آتا ؎

عبادتخانۂ ناقوسیاں است   ہمانا کعبۂ ہندوستان است

جس تحریر میں کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آ سکے اُسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہو گی - میں کیا کرونگا نام تمہارا آ سکتا ہے لیکن الف و بتا رہتا ہے - خدا کیواسطے اِسکی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا - نجات کا طالب غالب ۱۲ سہ شنبہ - ۱۲ فروری ۱۸۶۱ع ؛

ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں - پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ میری طرف سے جو اعتذار چھپا ہے وہ تمہاری نظر سے گزرا ہے یا نہیں - نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہِ شوال کے چاروں ہفتہ کے دو ورقہ دیکھ لو - ایک ہفتے میں نکل آئیگا ۱۲ واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی صاحب نے لکھے ہیں اس ہفتے کے اکمل الاخبار میں دیکھ لو جو تم سے کلام کرے اوسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲ نجات کا طالب غالب - ۲۹ اپریل ۱۸۶۱ع ؛

ایضاً بھائی تمہاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ میں فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانہ محض ہوں - اردو زبان میں کوئی تاریخ میری سُنی نہ ہو گی - فارسی دیوان میں دو چار تاریخیں ہیں

اُنکا حال یہ ہے کہ مادہ اوروں کا ہے اور اشعار میرے ہیں۔ تم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں حساب سے میرا جی گھبراتا ہے۔ اور مجھکو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے۔ جب کوئی مادہ بناؤں گا حساب درست نہ پاؤں گا۔ دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادۂ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈھ لا دیتے۔ موزوں میں کرتا۔ اور اگر آپ میں نے مادہ کی فکر کی ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے لطیفے و تخرجے آگئے ہیں کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہے کلکتہ میں قاضی القضات سراج الدین علیخاں مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خاں نے استدعای تاریخ کی میں نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیوان میں موجود ہے

شفقی عقل از پئے تاریخ این بنا	ایما بسوئے من ز رہ احترام کرد
گفتم بوے بدیہہ خوشا خانۂ خدا	شد خشمگیں کہ ہے کہ نقطہ در کلام کرد
خاشاک رفتہ پای ادب در شکنجہ ریخت	ایہام را بہ تخرجہ معنے تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانۂ خدا مادہ پھر اُس میں سے خاشاک کے عدد دور کرو نوسو اکیس ۹۲۱ کا تخرجہ پھر بھی دو اور زیادہ رہے۔ پائی ادب توڑا۔ بھلا یہ کوئی تاریخ ہے مگر ہاں حساب کے قاعدہ سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸ میں مرا اُس کی تاریخ میں نے لکھی

ز سال واقعہ میرزا اسیتا بیگ	آمد رحمت شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہائے سماوی مبین از عشرات	حدیقہ ہائے بہشتی مشخص از آحاد

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتب سماوی چار۔ دہا کے چار۔ یعنی چالیس۔ بہشت آٹھ چالیس اور آٹھ اڑتالیس بارہ سو اڑتالیس۔ دوسری تاریخ بارہ سو ستر کی

از بروج سپہر جوے مآت	عشرات از کواکب سیار

بروج بارہ سات دہائے ستر یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر میں نہیں آتا کیوں نہیں آتا ؎

جب کہ سیّد غلام بابا نے ٭ مسندِ عیش پر جگہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات ٭ کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو ؎

ہزار شکر کہ سیّد غلام بابا نے ٭ فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات ٭ کہ آسماں پہ کواکب بنے تماشائی

اس بحر میں سماتا ہوا کوئی مادّہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادّہ ڈھونڈھ دیتے تھے وہ جنّت کو سدھارے۔ میں جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں معذور اور مجبور ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۱ محرم۔ ۱۳ جولائی۔ سالِ حال ٭

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت۔ اعضا فرسودہ اور بیہودہ ہو گئے۔ روح ان میں فرطاتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہیں کر گئی۔ خدا جانے کس کمین میں ہے۔ اعضا نکمے ہو گئے۔ اب وہ کام جو ان سے متعلق تھے بند ہو گئے۔ آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجا لانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ غیبی یعنی روح کے کام ہیں جب تک وہ باقی ہے انجام پائے جائیں گے۔ خاکم بدہن واسطے اقوال کے ہے۔ جب کوئی کلمہ کہ وہ نالائق کہتے ہیں تو خاکم بدہن کہہ لیتے ہیں۔ عمر خیام ؎

بر خاک بریختی مے ناب مرا ٭ خاکم بدہن مگر تو مستی ربی

اور خاکم بسر اور خاکم بفرق عام ہے جیسا کہ میں ایک شہزادہ کے مرثیہ میں کہتا ہوں ؎

اے اہلِ شہر فن ایں دودماں کجاست ٭ خاکم بفرق خوابگہ خسرواں کجاست

استاد۔ غالبم بسکہ عاشق کار آزمودہ ام * دانم کہ بارقیب بخلوت چہا رود
آپکے ہاں اور مولوی رُوم کے ہاں غالبم بہمن کا متوقع نہیں جیسا کہ مولوی معنوی نے لکھا
حضرت بھی اپنے ہاں نہ لکھیں ؏ فرق ست درمیانہ کہ بسیار نازکست * بنجات کا طالب غالبؔ

ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سرپر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کیواسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے۔ پھر تتبّع کلام اہلِ زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اسکے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیئے اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فارسی نہ معانی نازک۔ ہاں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں صرف کرتے ہیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید وطواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے۔ اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے۔ تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے۔ منکہ باشم الخ اسکی جو شرح چھاپے میں لکھی ہے۔ اسکو ملاحظہ کیجیئے اور معانی میرے خاطر نشان کیجیئے تو میں سلام کروں۔ پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیئے کہ از اوج بیان انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤ گے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے۔ ایک ناوک انداز ادب اور ایک مُرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اسکے معنے سُنیئے من انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک اندازِ ادب ادب آموز یعنی استاد مُرغ توصیف تو فاعل۔ مجھکو کہ عقل کا اُستاد ہوں تیر سے مُرغ توصیف نے اوج بیان سے گرادیا۔ عقل کل تک وہ علو نہیں

اعلیٰ ہے اسکا ناوک پہنچ سکتا تھا۔ مگر مُرغِ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہاں اِس ناوکِ ناز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجایش نہیں۔ اُوج بیاں سے گرنا عاجز آجانا ہے قُدرت وہ کہ عقلِ کُل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اَوج بیان سے گر گیا کیا اچھا مبالغہ ہے مُرغِ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہے اظہارِ عجز باوجود دعویٰ قُدرت۱۲

ایثار تو بر دوختہ چشم و دہن آز اسکے معنی تو وہی ہیں جو چھاپے میں لکھے۔ مصرعِ ثانی کی[لہ] شرح میں گمراہ ہو گیا" اِحسان تو ہر قطرۂ دریا بشگافت تاہم بقیدِ حیات نیاید" یہ ہیچمداں اُس کے معنی نہیں سمجھا۔ سیدھی بات ہے مگر خیال میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مُسلّمات معلوم ہوں۔ کمال ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کمبختی آتی ہے۔ لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رَہ جانا نئی نئی طرح سے باندھا ہے۔ چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اِسی زمین میں ایک قصیدہ لکھکر وزیر الدولہ والئ ٹونک کو بھیجا تھا۔ اُس میں کے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہوں ؎

ناموس نگہداشتی از جود بہ گیتی
جز پردگیانِ حرم معدن و یم را

وقت ہست کہ این قوم بہر کوچہ و بازار
پرسند زہم منشأ رُسوائی ہم را

پردگیان حرم معدن و یم۔ لعل و گُہر جو کثرتِ ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہمدگر درد مندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اِس شخص نے سب کی حُرمتیں کھولیں اور سب کی آبروئیں بچائیں۔ ہمکو اِس قدر بے حُرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے؟ ۱۲ قطرۂ دریا کا صاحب کے واسطے چیرنا۔ سمجھا ہے۔ مقصود شعر فی کا قطرہ یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخشدیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا۔

لہ مصرعِ ثانی یہ ہے ؎ احسانِ تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را ؛

چونکہ قطرہ میں بالقوہ استعداد موتی ہوجانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ میں آئیں تو وہ سائلوں کو دیئے جائیں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کردینا موافق مسلّمات شعرا کے ممتنع اور اُسکا وقوع میں آنا اغراق دوسرے مصرعہ میں یہہ احتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے ۱۲ داد کا طالب غالب۔

بنام منشی کیول رام قوم کایستھ المتخلص بہ ہشیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعراے ایران کلہم اجمعین مسلّم الثبوت ہیں اور اُن کا کلام سند ہے سخنوران ہند میں امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہیں جیسے اہل ایران ۔ اہل ہند میں امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران میں رودکی و فردوسی سے لیکر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمیں دکھاؤ اِسکو اگر میں نہ مانوں اور سند نہ جانوں تو میں گنہگار ۱۲ جتنی فرہنگیں اب موجود ہیں نام اُن کے کہاں تک لوں مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہوں گے اِن سب رسالوں کے جامع ہندی ہیں۔ کوئی اہل زبان نہیں ہے ۔ ۱۲ اشعار اساتذۂ ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لغات اُنکی نظم میں دیکھے بمناسبت مقام اُن لغات کے معنی لکھدیئے استنباط معنی کا مدار قیاس پر ۔ یہ میں نہیں کہتا کہ قیاس اُن کا سراسر غلط ۔ میرا قول یہ ہے کہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے ۱۲ اُن سب فرہنگ لکھنے والوں میں یہ دکن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع احمق اور غلط فہم اور مفتوح الذہن ہے مگر قسمت کا اچھا ہے مسلمان اسکے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہیں اور ہندو اس کے بیان کو مطالب مندرجۂ بید کی برابر مانتے ہیں ۱۲ گیا اور گیاہ بکاف فارسی مکسور

سبز گھانس کو کہتے ہیں۔ گیا بہ کاف فارسی مفتوح کوئی لغت فارسی نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ مولوی رُوم اور حکیم سنائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور فتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ نویسوں کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہیں نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مُتقدّم وشہ ہے نہ گیا بمعنے پہلوان ہے نہ کارگیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے یہ کیا بکاف عربی مفتوح بروزن سے ایک لغت فارسی ہے ذُو معنیین یعنی دو معنے دیتا ہے ایک تو کب یعنی کس وقت اور دوسرے معنے اسکے ہیں حاکم اور مالک کے۔ الف جو اسکے آگے آتا ہے وہ کثرت کے معنے دیتا ہے جیسے خوشا بہت خوش۔ بدا بہت بد۔ کیا بڑا حاکم ہے

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا ✤ یافتند از عشق او کارِ کیا	

یعنی بہ سببِ عشق کار بزرگ یافتند ہے

سر فرو بردیم تا بر سروران سرور شدیم ✤ چاکری کردیم تا کارِ کیائی یافتیم

یہاں بھی وہ کار بزرگ یعنی بڑا کار پس یائے تحتانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے۔ اگر معروف ہے تو مصدری ہے یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام۔ وہ کیا مضاف و مضاف الیہ مقلوب ہے یعنی کیای وہ اور حاکم وہ کار کیا مثلاً یعنے کیای کار و مالکِ کار جہاں ماقبل اِس کے راے مکسور لائیں گے وہاں کار موصوف اور کیا صفت ہے نہایت تحقیق و اصلِ حقیقت یہ ہے۔ فقیر نے جہاں کیا کے لفظ پر خطِ مستطیل کھینچا ہے وہ علامت فتحہ ہے۔ دوسرا مرکز نہیں جو کافِ پارسی سمجھا جائے " داد کا طالب۔ غالب۔ ✤۔

بنام مولوی کرامت علی صاحب

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہاں آئے ہیں اور میں نے آپکی ملاقات سے حظ اُٹھایا ہے حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں۔ شعرائے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعار فارسی البتہ میرے ہیں ؎

خواست کز ما بجد و تقریب بجیدن نداشت	جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کے ہیں۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہیں ظہوری

گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را	گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرعہ کا داشت بمعنے رکھنے کے۔ اور دوسرے مصرع کا داشت بمعنے بایست ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قضارا کچھ دنوں کے بعد۔ رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی میں نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا۔ معشوق اسی گستاخی کو بہانۂ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہو گیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہاے

پرسیدن نداشت یعنی پوچھنا نہ چاہیئے تھا ؎

دیر خواندی تا بخویش و زود فہمیدم دریغ ✻ پیش ازیں پایم ز گرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجھکو بلاوے۔ مگر اُس عیار نے نہ بلایا رفتہ رفتہ میں غم سے ایسا زار و ناتوان ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے

میرے پاؤں اُلجھنے لگے جب اُس نے یہہ جانا کہ اب آنہ سکے گا تب بُلایا۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بلانے میں دیر کی اور میں اِس کی وجہہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بلانے میں اِس واسطے دیر کی کہ اِس سے پہلے میں ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں۔ دریغ کو یہہ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دریغ ہے دوست کی بیوفائی اور نیلے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر ہے

من بوفا مُردم و رقیب بدر زد	نیمہ نیشش انگبین و نیمہ تبرزد

انگبین شہد کو کہتے ہیں اور طبرزد مصری کو کہتے ہیں اِن معنوں میں کہ یہہ مانند قند اور تباشوں کے جلد ٹوٹنے والے نہیں جب تک اِس کو تبر سے نہ توڑو مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ بدرزدن۔ اگرچہ لغوی معنی اِسکے ہیں باہر مارنا۔ یعنی بدر یا بہر اور زدن مارنا لیکن روزمرہ میں اسکا ترجمہ ہے نکل جانا اب جب یہہ معلوم ہوگیا تو یوں سمجھیئے کہ معشوق کے ہونٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہیں اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی۔ وہ جب چاہے تب بے تکلف اوڑ جائے۔ اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اوٹھنے کا قصد کرے گی۔ پَر و بال اُسکے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مر کر رہ جائے گی پس اب یہہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہوگئے اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چاٹ کر لطف اوٹھا کر صحیح و سالم چلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مر کر رہ گیا ہے

در کشش ہین واعتماد نقد دوش	گرچہ ہست اقلیم بے ... گر زند

زدن لازمی بھی ہے اور متعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں لگ جانا۔ اور متعدی کے معنی مارنا۔ یہاں زدن لازمی ہے۔ اب یہہ سمجھنا چاہیئے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو وہیں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ گلتا کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے۔ مقصود شاعر کا یہہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اُس کو اُس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے کہ اگر اس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخم جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے ؎

کیست درین خانہ کہ خطوطِ شعاعی ۔۔۔ مہر نفس ریزہ ہا بہ روزنِ در زد

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اِس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے۔ مگر بطریق تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیئے ہیں۔ آفتاب کے خطوطِ شعاعی کا روزنوں میں پڑنا۔ اور اُن خطوط شعاعی کا یعنے سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے ؎

دعوی اور ابود لیل بدیہی ۔۔۔ خندہ دنداں نما بہ حسن گہر زد

خندۂ دنداں نما اُس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسم سے بڑھ کر ہو۔ اور اُس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی اُسی چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک نااہل سمجھ لیتا ہے۔ حاصل معنی یہہ کہ میرا معشوق موتیوں

حسن پر ہنسا گویا اسنے یہ دعوی کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں ۔ اب دعوے کیواسطے دلیل ضرور ہے
سو شاعر یہہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے [illegible] اوسکے
دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حسن جو رنگ [illegible]
جو معشوق کے دانتوں میں ہے ۔ پس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور [illegible]

غیرتِ پروانہ ہم بروز مبارک ❊ نالہ چہ آتش بہ بالِ مرغِ سحر زد

پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیئے ۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانہ میں ہو یا پروانہ کو ہو ۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اوروں کو آتی ہو ۔ پروانہ پر یعنی رشک ۔ حاصل معنے یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجھکو اُسپر رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجھکو اُسپر رشک آوے ۔ لو اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانہ کو شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو ۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے مرغِ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی مستی اور بیخودی میں یہ نہیں جانتا کہ یہہ میرے نالے کے سبب سے ہے مجھکو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانہ کو دیکھکر کھاتا تھا ۔ اب مرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھکر جلتا ہوں کہ ہائے یہ کون ہے جو میری طرح جل رہا ہے

شکر ہوشم نزورِ مے نشکستی ❊ غمزۂ ساقی نخست راہِ نظر زد

نظر فکر کو بھی کہتے ہیں اور نگاہ کو بھی ۔ یہاں نگاہ کے معنے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا ۔ اور شراب پیکر بیہوش ہو جاتا مگر کیا کروں کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُسپر شراب پی گئی ۔ بیخودی کا اسقدر تو ہم پہنچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے ٥

زاں بُتِ نازک چہ جائے دعویِ خون است ❊ دست وے و دامنے کہ اُو بکمر زد

اس شعر کا لطف جدائی ہے بیانی نہیں ہے۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ اس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے خون کا دعوی کیا کریں کہ اسکو وقت عزم قتل۔ دامن گردانتے وقت۔ وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اسکا ہاتھ ہے اور وہ دامن کہ جو انہوں نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ایسا لچکا کمر کو پہنچا ہے کہ وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہے بس کوئی اس سے خون کا کیا دعوی کریگا

قطعہ

برگ طرب ساختیم و باده گرفتیم ٭ ہر چہ بطبع زمانہ بیہده سر زد ٭ شاخ چہ بالد گر ارمغان گل آورد ٭ تاک چہ نالد اگر صلائے ثمر زد ٭

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بمقتضائے طینت خاک ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً گنا۔ اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اسکا رس نکلے اور اسکا قند بنے یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اُسنے اس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی۔ پس اسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں شاخ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنے زور عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے ٥

کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری	غالب مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ یعنی میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالم عقبیٰ میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے جب ہمارے مطالب آپ نے ہمکو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے جانے دیجیے۔ ہم ہیں التفات کی ارزش نہیں ہے ۱۲ غالب ٭

بنام ہیرا سنگھ صاحب جوہر

برخوردار۔ تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا۔ اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا۔

اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔ ہاں لالہ جی اکثر بیمار رہتے ہیں [illegible] خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا [illegible] بارے کچھ فرصت ہوگئی ہے۔ بھائی یہ [illegible] ہیرا سنگھ کا اسکے پاس [illegible] تم سے جو ہو سکے گا تم اسکے واسطے مقرر کردو گے۔ غزل تمہاری ہمکو پسند آئی۔ اصلاح دیکر بھیجدی گئی ہے۔ تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہے ع چرا نہ یاس بجانِ امیدوار افتد۔ یہاں افتد مہمل ہے۔ یاس بدل افتادن و یاس بجان افتادن روزمرہ نہیں۔ اور بھی کئی افتد ایسے ہی ہیں ع

سیاہ بختم اگر بر سرم گزار افتد ۔۔۔ لبانِ سایہ ہما نیز سوگوار افتد

سوگوار ہونا سایہ کا باعتبار سیاہی رنگ کے ہے۔ اب یہاں دونوں افتد ٹھیک ہیں۔ چرا گزار افتادن روزمرہ۔ اور دوسرا افتد بمعنے واقع شود ہے

شنیدہ ام کہ بجائے تو مبتلاست عدو ۔۔۔ چرا نہ شور بجانِ امیدوار افتد

شور افتادن روزمرہ ہے اور یاس افتادن غلط ہے

بہ حیرتم کہ ز دوزخ کسانِ دوزخ را ۔۔۔ کجا برند چو آہم شرارہ بار افتد

یہاں افتد بمعنے واقع شود ٹھیک ہے

نہ گبرم و نہ مسلماں بحیرتم کہ مرا ۔۔۔ سوائے دوزخ و مینو کجا گزار افتد

یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفریں ہے

قرار در وطن افسردہ میکند دل را ۔۔۔ خوش است غریب کہ دور از دیارِ یار افتد

یہاں بھی افتد صحیح و بامعنے ہے

ہمیں رقیب کہ رسوائیم خجل نکند ۔۔۔ خوش است چشم اگر بیار پردہ دار افتد

یہاں بھی اُفتد بمعنے واقع شود ؎

تُرا کہ شیوہ دگرگوں کُنی بہ عمرِ تباں	خوش است گر ز جفا بر وفا قرار اُفتد

اُفتد یہاں بھی ٹھیک ہے۔ بات اِتنی ہی تھی کہ بودگر لا لفظ تھا کُنی صاف ہے ؎

خطِ رُخِ تو بدل مژدہ خطِ آزادی	خوشم کہ در شکنِ زلفِ تابدار اُفتد

وُہ صورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہو گئی۔ معنی کا عیار کامل ہو گیا ؎

چکد ز خامۂ جوہر سخن چُنانکہ گہر	بزور موج دُر از بحر بر کنار اُفتد

دولت و اقبال روز افزون روزی با د سازا اسد اللہ نگاشتہ ۱۴م اپریل ۱۸۵۸ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

فرزندِ دلبند سعادتمند منشی ہیرا سنگھ کے حق میں میری دُعائیں قبول ہوں اور اونکے جتنے مطالب و مآرب ہوں وہ عنایتِ الٰہی سے پورے ہوں۔ بھائی لبِ ساحل کی سند یہ کلمہ شعر ہے طالب آملی کا ؎ مدتے آن گدائے خونین دل ۞ بود تبخالۂ لبِ ساحل ۞ لبِ بام۔ لبِ فرش لبِ گور۔ لبِ چاہ۔ لبِ دریا۔ لبِ ساحل بمعنی کنارہ کے ہے مستعملِ اہلِ ایران۔ لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھایئے تو دھم سے انگنائی میں آ رہیے لبِ دریا اُسے سمجھیے جہاں سے قدم بڑھایئے تو پانی میں جا رہیے۔ لبِ ساحل وہ ہوا جہاں سے آگے بڑھیے تو دریا میں گر پڑیے۔ لبِ دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسا نہانے کے واسطے اور لبِ ساحل سے دریا میں کودتے ہیں جس طرح سُلطان جی کی باؤلی میں لبِ بام سے تیراک کودتے ہیں۔ اِسیطرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں کڑاڑیکے کنارے پر سے کودتے ہیں۔ اِسیطرح۔ کڑاڑ ساحل اور کڑاڑے کا کنارہ لبِ ساحل جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے کیا وہ طالب آملی کو بھی نہیں مانینگے

اور اس لفظ پر اعتراض کرنیکا سبب یہ ہے کہ اُن بیچاروں نے سوائے گلستان اور بوستاں کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔ اگر مُدّت تک قدما کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے تو یقین ہے کہ دیکھیں گے فقط نجات کا طالب غالب۔ +۔

بنام میر مہدی صاحب

آیئے جناب میر مہدی صاحب دہلوی۔ بہت دنوں میں آئے۔ کہاں تھے۔ بارے آپ کا مزاج خوش ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب اچھی طرح ہیں۔ میرن صاحب خوش ہیں ؎ ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے + یہاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے + پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔ قد اس کا کتنا لمبا ہے۔ ہاتھ پاؤں کیسے ہیں۔ رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم و جسمانیات میں سے نہیں۔ ایک اعتبارِ محض ہے۔ وجود اُس کا صرف تعقّل میں ہے۔ سیمرغ کا سا اُس کا وجود ہے یعنے کہنے کو ہے دیکھنے کو نہیں پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہوگئے تو گویا اس صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے ؎

مے خواہم از خدا و نمے خواہم از خدا	دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را

لف و نشر مرتب ہے۔ میخواہم از خدا دیدن حبیب را و نمے خواہم از خدا دیدن رقیب را خوار و زار و خستہ و سوگوار۔ معنی تو اس میں موجود ہیں مگر بول چال ٹکسال سے باہر ہے ایک جملہ کا جملہ مقدّر چھوڑ دیا ہے اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جسکو المعنی فی بطن الشاعر کہتے ہیں۔ یہ شعر اساتذہ مسلّم الثبوت میں سے کیکا نہیں ہے۔ کوئی صاحب ہوں گے کہ انہوں نے لوگوں کے حیران کرنے کے واسطے یہہ شعر کہدیا اور کسی اُستاد کا نام لے دیا کہ یہہ اُن کا ہے۔ تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس

حکم کیا جائے۔ جو جسکے کانوں کو لگے۔ جسکو جسکا دل قبول کرے اُسی طرح کہے۔ رتھ میرے نزدیک مذکر ہے۔ یعنی رتھ آیا لیکن جمع میں کیا کروں گا ناچار مؤنث بولنا پڑے گا یعنی رتھیں آئیں خیر مؤنث ہے بالاتفاق۔ مگر کا خدا اخبار اسکو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول کرتا ہے۔ میں تو مذکر کہوں گا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ منطق عوام کا ہے ہمیں اس سے کچھ کام نہیں ہم کہیں گے کہ دوشنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا۔ نری پیر ہوئی یا پیر ہوا ہم کیوں بولیں گے ۱۲ بلبل میرے نزدیک مؤنث ہے جمع اس کی بلبلیں طوطی بولتا ہے۔ بلبل بولتی ہے ۱۲ بھائی اس امر میں میں مفتی و مجتہد بن نہیں سکتا۔ اپنا عندیہ لکھتا ہوں۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب

شنبہ۔ ۸ر دسمبر ۱۸۶۳ع۔

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں۔ قاطع برہان کے مسودے سب پھاڑ ڈالے اسواسطے کہ ہر نظر میں اس کی صورت بدلتی گئی۔ وہ تحریر بالکل مغشوش ہوگئی۔ ہاں اس کی نقلیں صاف کہ جن میں کسی طرح کی غلطی نہیں نواب صاحب نے کر لی ہیں۔ ایک میرے واسطے ایک ضیاء الدین خان کے واسطے۔ میری ملک کی جو کتاب ہے اُس کی جلد بندھ جائے تو بطریق مستعار بھیج دونگا۔ تم اس کی نقل لے کر میری کتاب مجھکو پھیر دینا۔ اور یہ امر بعد محرم واقع ہوگا۔ مگر یہ یاد رہے کہ جو صاحب اس کو دیکھیں گے وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف برہان قاطع کے نام پر جان دیں گے۔ کئی باتیں جس شخص میں جمع ہوں گی وہ اس کو مانے گا۔ پہلے تو عالم ہو۔ دوسرے فن لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو۔ اور اس زبان سے اسکو لگاؤ ہو۔ اساتذۂ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہوا اور کچھ یاد بھی ہو

چوتھے منصف ہو ہٹ دھرم نہ ہو۔ پانچویں طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو۔ معوج الذہن
اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہوں گی اور نہ کوئی میری محنت کی داد
دے گا۔ ۱۲ فہمایش کا لفظ میاں بدّھا ولد میاں جمّا اور لالہ گنیشی لال ولد بھیروں ناتھ
کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے؟ اب تفصیل سنو۔ امر کے
صیغہ کے آگے شین آتا ہے تو امر معنی مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر
کہتے ہیں۔ سوختن مصدر۔ سوزد مضارع۔ سوز امر۔ سوزش حاصل بالمصدر۔ اسی طرح
خواہش و کاہش و گزارش۔ و گدازش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمیدن
فارسی الاصل نہیں ہے مصدر جعلی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہے۔ طلب لفظ عربی
الاصل ہے۔ انکو موافق قاعدہ تفریس فہمیدن و طلبیدن کر لیا ہے۔ اور اس قاعدہ
میں یہ کلیہ ہے کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے۔ فہم یعنی بفہم۔ سمجھ۔ طلب یعنی بطلب
مانگ۔ فہمد مضارع بنا۔ طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع
اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنائیں۔ سنو حاصل بالمصدر فہمش اور طلبش
ہونا چاہیئے۔ فہم تھا۔ صیغہ امر فہمد سے نکلا تھا۔ الف اور یے کہاں سے آیا۔ فہما امر تو نہیں
ہے جو فہمایش درست ہو۔ کہیں فرمایش کو اسکا نظیر گمان نکرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمودن
ہے فرماید مضارع۔ فرمائے امر حاصل مصدر۔ فرمایش ۱۲ پہلے حکیم امیر اشرف علی کو پوتا اور
بیٹا پیدا ہونیکی مبارکباد۔ میاں میں نے رات کو اپنے عالم سرخوشی میں تاریخی نام خیال کیا
میر کاظم دین کے ۱۲۸۵ بارہ سو پچاسی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اسم بھی مثل لفظ فہمایش کے سال سے ناہنجار

غالب